منظور کردہ جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر محکمہ تعلیم پشاور ریجن پشاور برائے لائبریری سکول اور کالج بحوالہ چٹھی $\frac{1819}{2059}$ بی ۔ سی ۔ پشاور مورخہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۶۰ء

دُرّۃ التاج

فی

مسئلۃ المعراج

مصنفہ

مؤرخ اسلام ماہر تدریس حضرت مولانا فیض محمد صاحب قادری

بھکر ضلع میاں والی

کتب خانہ مہریہ ملتان

قیمت ۵ روپے ✻ ڈاک خرچ ۸۷ پیسے

مطبوعہ ہمدرد پریس سبز منڈی چوک شہیداں ملتان

نذر عقیدت

لائق نبود قطرہ بدریائے عماں بردن　　خار و خس صحراء بکوہ فراواں بردن
لیک ایں چنیں رسم موراں باشد　　پائے ملخ نزد سلیماں بردن

فدوی اپنی اس کتاب مسمی بہ درۃ التاج فی مسئلۃ المراج کو حضرت قدوۃ العارفین زبدۃ علماء الراسخین علامہ فہامہ الفاضل اللوذعی سیدنا و مرشدنا خواجہ غلام محی الدین صاحب (روحی فداہ) سجادہ نشین دربار عالیہ گولڑہ شریف کے اسم گرامی سے ممنون کر کے ان کی دعا اور توجہ کا خواستگار ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

عقیدت کیش
فیض محمد قادری

سنگساز قاضی سید بشیر حسین محلہ حکیماں اندرون لوہاری گیٹ لاہور ملتان

پیش لفظ

از فاضل قمقام حضرت مولانا علامہ فیض احمد صاحب فیض
صدر مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الَّذِیْ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْمُصَدِّقِیْنَ بِکَمَالَاتِہِ الْمُتَمَسِّکِیْنَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی ۔

اَمَّا بَعْدُ ۔ ہر مسلمان کے لئے بہترین سرمایہ اسلام اور ایمان ہے جس کی شرط اولین بلکہ عین جان حب جناب سید الانس والجان صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ الخ اور فرمان رسالت پناہی لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔ اس پر بین شاہد ہیں اہل بصیرت کا ارشاد ہے کہ اس سعادت عظمیٰ کی تحصیل کے لئے کمالات مصطفویہ علٰی صاحبہا الصَّلٰوۃ

والے کا ذکر و استماع مؤثر ترین ذریعہ ہے جیسا کہ علامہ جامی رح نے ارشاد فرمایا

؎ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کیں دولت از گفتار خیزد

چونکہ واقعہ اسراء اور معراج متعدد کمالات پر مشتمل ہے۔ اس لئے علماء سیرت اور اصحاب حدیث نے اس کے بیان میں خصوصی توجہ فرمائی ہے لیکن چونکہ یہ موضوع مختلف کتابوں میں بکھرا ہوا تھا جو کہ عموماً عربی یا فارسی میں ہیں اس لئے اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ اس سے متعلقہ تمام مضامین کو افادۂ عوام کے لئے اردو میں یکجا منظر عام پر لایا جائے الحمد للہ کہ یہ سعادت ہمارے محترم دوست عالم محقق مولانا فیض محمد صاحب قادری دام فیضہ مہتمم مدرسہ قادریہ چوک بازار بھکر ضلع میانوالی کے حصہ میں آئی مولانا موصوف نے جس خوبی سے اس فریضہ کو سرانجام دیا ہے قارئین کرام زیر نظر کتاب درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج سے اس کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ ع

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید ٭ مولانا صاحب نے معراج شریف کے ایک ایک واقعہ کو نہایت صاف لفظوں میں تحریر کیا کوئی ایسا واقعہ نہیں جو نظر انداز کیا ہو یا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہو پھر سب بیان با دلائل حوالہ ہائے کتب درج ہیں۔ جَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مُؤَلِّفَہٗ خَیْرًا لْجَزَاءِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ وُلْدِ آدَمَ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ النُّجَبَاءِ ٭ کتبہٗ احقر عباد اللہ الاحد فیض محمد غفرلہ الصمد مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف مورخہ ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۶۴ء بروز چہار شنبہ

دیباچہ وسبب تصنیف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ☆ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اللہ تعالےٰ کے لئے بے شمار تعریفیں ثابت ہیں جس نے ہم کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بنایا صلوٰۃ اور سلام اس کے رسول پر نازل ہوں جس کے افعال، اقوال اور احوال ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر سلام ہو جن کی سعی جمیلہ سے دین کو قوت حاصل ہوئی۔

امّا بعد:۔ فیض محمد قادری ان بزرگوں کی خدمت میں معروض کرتا ہے جن کے دلوں میں احمد مختار صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سرایت کر چکی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال سعادت اشتمال پر مطلع ہونا نیک بختی کا موجب ہے خصوصاً آپ کی معراج کے واقعات معلوم کرنا سعادت دارین کا باعث ہے اور ان کا سننا اور سنانا کار ثواب ہے مگر ایسے افضل ترین بیان میں کوئی جامع اور مکمل کتاب نظر نہ آتی تھی جس سے سب مسلمان عموماً اور واعظین حضرات خصوصاً فائدہ حاصل کر سکیں اس لئے مجھے بوٹہ کوٹ ضلع ملتان کے مولوی صاحبان کی فرمائش ہوئی کہ اس مقدس بیان کے متعلق تمام روایات جمع کروں جن میں مناسب مواعظ اور نکات بھی اللہ ج ہوں تاکہ اور زیادہ مفید ہو تعمیل ارشاد کرتے ہوئے مختلف کتابوں کے مضامین کو یکجا جمع کر کے ترتیب دی اور بحمد اللہ یہ کتاب معرض وجود میں آئی جس کا نام

درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج ہے۔ (ب) اس کے نام کی وجہ تسمیہ یوں ہے۔ کہ جب میں مضمون معراج کے مواد جمع کر رہا تھا ادھر درس تدریس کا سلسلہ بھی قائم تھا۔ اور کافی طلباء زیر تعلیم تھے۔ ان دنوں میں نے خواب دیکھا کہ ایک طالب العلم میرے پاس پڑھنے کے لیئے مدرسہ میں داخل ہوا اس کا نام پوچھا تو بتایا کہ میرا نام درۃ التاج ہے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ سوچی کہ طلباء کی طرح اس کتاب کو بھی چونکہ وقت دیتا ہوں لہذا اس کتاب نے خود اپنا نام آپ تجویز فرمایا ہے۔ اس لئے فی مسئلہ المعراج اس سے لاحق کر کے یہی نام مقرر کر دیا ہے اور درۃ التاج اس یگانہ اور اعلیٰ موتی کو کہتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاج میں جڑا جاتا ہے گویا معراج کا واقعہ بھی سیرت نگاروں کی نظر میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جیسے تاج کا موتی دوسرے موتیوں میں اہمیت رکھتا ہے۔

(ج) پھر یہ کتاب تصنیف کر کے امام الکاملین قدوۃ السالکین حضرت علامہ مولانا محمد عبد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سجادہ نشین خانقاہ کندیاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ کتاب ان کی خدمت میں پیش کی انہوں نے مضامین دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا پھر میں

نے کتاب انہوں کے نام بطور نذر عقیدت پیش کی آپ نے اس کو بھی قبول فرمایا آپ کی دعا کی تاثیر ہے کہ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اس کی شہرت ہوئی اور یہ بھی اس دعا کا اثر ہے کہ اس وقت از سر نو تدوین ہو کر نہایت مدلل اور مکمل ہو گئی ہے۔ گویا سابق درۃ التاج کی شرح بن گئی ہے۔ حضرت صاحب مرحوم عرصہ سات سال سے وفات پا گئے تاریخ وصال یہ ہے۔ یہ شب جمیس بارہ بجکر تیس منٹ۔ بمورخہ ۲۷ شوال ۱۳۷۹ھ

ہرگز نہ میرد آنکس کہ دلش زندہ شد بعشق :: ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(د) قوم کی علمی اور مذہبی خدمت کرنے میں بہت مشکلات سامنے آتی ہیں اس کا اندازہ اس کو ہوتا ہے جو اس میدان میں قدم رکھتا ہے ایک مشہور مسئلہ ہے کہ حضور علیہ السلام جب معراج سے واپس ہوئے وضو کا پانی بہہ رہا تھا حجرے کی زنجیر ہلتی رہی، بستر ابھی تک گرم تھا مگر جب مستند کتابوں کے حوالہ تلاش کرنے کی نوبت آئی تو اس مختصر جملہ کے لکھنے کے لئے سینکڑوں کتابوں کے ہزارہا ورق الٹ ڈالے تب کہیں اس مسئلہ کی ایک جزء روح المعانی میں، ایک جزء روح البیان میں، ایک جزء تواریخ حبیب الٰہ میں مل گئی اسی طرح بعض کتابیں نایاب ہیں مثلاً شمائم امدادیہ کو لیہ میں جواہر البحار اور شواہد الحق کو ترگ شریف میں اور قصیدہ بردہ شریف کو گولڑہ شریف میں اور بہشتی بہشت کو کوہ سون پر جا کر دیکھا اور مطالعہ کیا پھر عبارات نوٹ کر کے اس کتاب

عه مطابق سات ستمبر

کی زینت بنائی ۔ (۱۱) آپ جانتے ہیں کہ کتاب کی تصنیف کیلئے اطمینان درکار ہے مجھ جیسے مفلس اور نادار کو ایک دو ماہ متواتر اطمینان بھی مشکل ہے اس کا آسان طریقہ یہ سمجھا ہے کہ کسی مخلص دوست کے پاس جاکر ٹھہر گیا اور بطور مہمان وہاں خورد و نوش کی سہولت ہو گئی اور پھر تصنیف کرتا رہا آپ اندازہ لگایئے جو شخص تصنیف کیلئے چند روزہ خوراک کیلئے مہمان بننے کے بہانے بناکر گزارہ کرے وہ آپ کے سامنے علوم کے جواہر صفحہ قرطاس پر پوری طرح کے ساتھ کس طرح بیان کر سکتا ہے ۔

(۱) میری تصانیف اس وقت در جن کی تعداد پہنچ چکی ہیں بعض طبع ہو چکی ہیں اور بعض کے مسودے زاویہ خمول میں رہ گئے ہیں اگر کارساز مطلق کو منظور ہے اور اس نے کوئی طبع کا سامان بنایا تو جس طرح درۃ التاج کو آپ علوم کے گوہر گراں مایہ کا خزانہ پا رہے ہیں اس طرح تمام کتابوں پر نظر ثانی کرکے اپنی وسعت کے مطابق دلائل اور حوالہ جات سے بھرپور کر دوں گا ۔ یہ ایک آرزو ہے ۔ ویسے فی الحال یہ قصہ ہے ۔ ـــ

شب کہ عقد نماز بہ بندم چہ خورد عیال و فرزندم

اس لئے اگر میری آرزو پوری نہ ہو سکے تو وعدہ خلافی نہ سمجھنا ؟

نیازکیش (مولوی) فیض محمد قادری بھکر ضلع ؟

میانوالی ۵ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۹۶۳ء

فہرست مضامین کتاب درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج

فہرست ماخذ کتاب درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج

نمبر شمار	نام ماخذ	موضوع	نمبر شمار	نام ماخذ	موضوع
۱	روح المعانی	تفسیر	۱۵	تفسیر حسینی	تفسیر
۲	روح البیان	" "	۱۶	بخاری شریف	حدیث
۳	تفسیر اتقان	" "	۱۷	مسلم شریف	" "
۴	عرائس البیان	" "	۱۸	ابوداؤد شریف	" "
۵	جواہر الحسان	" "	۱۹	ترمذی شریف	" "
۶	اخبار القرآن	" "	۲۰	نسائی شریف	" "
۷	تفسیر کبیر	" "	۲۱	ابن ماجہ شریف	" "
۸	تفسیر ابن جریر	" "	۲۲	مشکوٰۃ شریف	" "
۹	تفسیر ابن کثیر	" "	۲۳	مسند دارمی	" "
۱۰	تفسیر سراج منیر	" "	۲۴	عمدۃ القاری	" "
۱۱	در منثور	" "	۲۵	فتح الباری	" "
۱۲	تفسیر خازن	" "	۲۶	مسند امام احمد	" "
۱۳	تفسیر فتح المنان	" "	۲۷	کنز العمال	" "
۱۴	تفسیر جلالین	" "	۲۸	ماثبت بالسنۃ	" "

نمبر شمار	نام ماخذ	موضوع	نمبر شمار	نام ماخذ	موضوع
۲۹	نووی شرح مسلم	حدیث	۴۵	زرقانی شرح مواہب	سیرت
۳۰	مکمل الاکمال شرح مسلم	"	۴۶	سیرت حلبیہ	"
۳۱	فتح الملہم	"	۴۷	سیرت نبویہ دحلان	"
۳۲	مرقات المفاتیح	"	۴۸	ریاض الازہار	"
۳۳	اشعۃ اللمعات	"	۴۹	شرح قصیدہ بردہ	"
۳۴	شرح نخبۃ الفکر	اصول	۵۰	طیب الوردہ	
۳۵	خصائص الکبری	سیرت	۵۱	فوائد الکیہ فی المادۃ الغیبیہ	"
۳۶	مدارج النبوۃ	"	۵۲	جواہر البحار	"
۳۷	معارج النبوۃ	"	۵۳	شواہد الحق	
۳۸	تواریخ حبیب الٰہ	"	۵۴	نشر الطیب	
۳۹	شفا شریف	"	۵۵	عنایہ شرح ہدایہ	فقہ
۴۰	نسیم الریاض شرح شفا	"	۵۶	کبیری شرح منیہ	"
۴۱	مزیل الخفاء عن الفاظ الشفاء	"	۵۷	شامی	"
۴۲	الروض الانف شرح شفاء	"	۵۸	بحر الرائق	"
۴۳	شرح شفا از ملا علی قاری	"	۵۹	مراقی الفلاح	
۴۴	مواہب لدنیہ	"	۶۰	طحطاوی شرح مراقی	

نمبر شمار	نام ماخذ	موضوع	نمبر شمار	نام ماخذ	موضوع
۶۱	حیوٰۃ الحیوان	تاریخ	۷۷	احیاء العلوم	تصوف
۶۲	بدائع الزہور	"	۷۸	گلزار رحمانیہ	"
۶۳	قصص الانبیاء	"	۷۹	ہشت بہشت	"
۶۴	مکاتیب اقبال	"	۸۰	شمائم امدادیہ	"
۶۵	نبراس شرح عقائد	عقائد	۸۱	درۃ الناصحین	وعظ
۶۶	الیواقیت والجواہر		۸۲	مصباح الظلام	"
۶۷	غرائب الرغائب	"	۸۳	واعظ بے نظیر	"
۶۸	رہبر راہ حق	"	۸۴	حضرت حسان رضی اللہ عنہ	نظمیں
۶۹	الھدایۃ المبارکہ	"	۸۵	مولانا روم صاحبؒ	"
۷۰	ازالۃ الخفاء	"	۸۶	مولانا عطار صاحبؒ	"
۷۱	فتوحات مکیہ	تصوف	۸۷	ابوالطیب متنبی	"
۷۲	بریقہ محمدیہ	"	۸۸	علامہ جامی صاحبؒ	"
۷۳	وسیلہ احمدیہ	"	۸۹	جناب اعلیٰ حضرت	"
۷۴	الابریز شریف	"	۹۰	حضرت امیر خسرو صاحبؒ	"
۷۵	ملفوظات طیبہ	"	۹۱	حضرت مرزا جان جاناںؒ	"
۷۶	منح الملۃ		۹۲	حضرت شاہ حمزہ صاحبؒ	"

نمبر اشعار	نام ماخذ	موضوع	نمبر اشعار	نام ماخذ	موضوع
۹۳	قبلۂ عالم گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ	نظمیں	۹۹	جگر مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ	نظمیں
۹۴	حضرت شیخ سعدی صاحبؒ	" "	۱۰۰	محسن کاکوری رحمتہ اللہ علیہ	" "
۹۵	یونس فرخ آبادی رحمتہ اللہ علیہ	" "	۱۰۱	شاد عظیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ	" "
۹۶	صابر جالندھری رحمتہ اللہ علیہ	" "	۱۰۲	مولانا بلگرامی رحمتہ اللہ علیہ	" "
۹۷	علامہ اقبال صاحب رحمتہ اللہ علیہ	" "	۱۰۳	منشی حسن صاحب دہلوی رحؒ	" "
۹۸	بیان میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ	" "	۱۰۴	جناب اکبر وارثی رحؒ	" "

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ شَھَادَۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِعُلُوِّ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلَۃً شَھَادَۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ:۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (پ۱۵ ع) صَدَقَ اللّٰہُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پاک اور بے عیب وہ ذات ہے۔ جس نے سیر کرائی اپنے خاص بندے (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

جس کے آس پاس ہم نے (بہت) برکت نازل فرمائی تاکہ ہم اپنے اس (بندہ خاص) کو اپنی قدرت کی خاص نشانیاں دکھائیں بے شک وہی سننے والا۔ دیکھنے والا ہے :-

تفسیر آیت اسراء

اللہ جل شانہ نے لفظ سُبْحَانَ سے (جس کے معنیٰ پاک ہونے کے ہیں) اس آیت کو شروع فرمایا کہ معراج کے ایسے عجیب واقعات ہیں کہ جو لوگ اسرار خداوندی سے دور اور قدرت الٰہی کے حقائق سے بے نور ہیں وہ اس پر یقین نہیں کریں گے اس لئے حق تعالےٰ نے ان شبہات کو دفع کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنی ذات پاک سے ہر طرح کی عاجزی اور کمزوری سے برأت بیان فرما کر قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے عروج کے بیان میں اپنی ذات اقدس پاکیزگی سُبْحَانَ کے لفظ سے بیان فرمائی اور وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى معراج سے اترنے کی آیت میں لفظ سُبْحَانَ سے آغاز نہ فرمایا کیوں کہ عنصری جسم کا آسمان پر چڑھنا بہ نسبت اترنے کے زیادہ تعجب خیز ہے۔

(۲) اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی ذات پاک کو اَلَّذِی سے تعبیر فرمایا۔ جاننا چاہیئے کہ اَلَّذِی اسم موصول ہے جس کا معنیٰ ہے "وہ ذات" یہ ایسا لفظ ہے۔ جس کا اطلاق ہر چیز پر

ہوسکتا ہے۔ لیکن جس کو کامل الّذی کہا جاسکتا ہے۔ وہ اللہ جل شانہٗ ہے ۔اس لئے کہ معبود برحق کے لئے وجوب ذاتی لازم ہے اور وجوب ذاتی ہی اَلَّذِیْ کا کمال ہے ۔لفظ الّذی دال ہے اور ذات کا نہ اس کا مدلول ہے :۔

(۳) اللہ جل شانہٗ نے اس آیت شریفہ میں اسریٰ کا لفظ ارشاد فرمایا اَذْھَبَ وغیرہ نہ فرمایا اس میں یہ حکمت ہے کہ اَسْرٰی تفریح اور مسرت پر دلالت کرتا ہے۔ بخلاف وغیرہ کے کہ اس میں خوشی کا اظہار نہیں ہوتا علاوہ ازیں جو لوگ معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں اسریٰ کے لفظ سے اسکا جواب ہے۔کہ اس معراج کرنے میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو لے گیا اور اس نے وہ سیر کرائی جو چیز مخلوق کے لئے عادۃً محال اور ناممکن ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ اس سے ثابت ہُوا کہ سریٰ کا لفظ معراج جسمانی کی واضح دلیل ہے :۔

(۴) اس آیت میں خداوند کریم نے حضور علیہ السلام کو لفظ عبدہ سے تعبیر فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے تو نصاریٰ نے ان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا

لہذا خدا تعالےٰ نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو عَبْدُہٗ سے تعبیر
فرما کر شرک کی جڑ کاٹ دی اور بعض علماء کرام نے یہ نکتہ بیان
فرمایا کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم درجات عالیہ سے فائز
ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے پوچھا میرے پیارے آپ کو یہ شرف اور بزرگی
کس سبب سے ملی ہے؟ عرض کیا اے میرے رب! یہ سب کچھ عبودیت
کے باعث ملا ہے۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے اس آیت کو نازل
فرمایا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح اَلَّذِیْ عام ہے۔ اسی طرح عَبْدٌ
بھی عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اسکی عبد ہے۔ لیکن جس کو
تمام عباد کاملین سے سب سے زیادہ کامل اور عبد اکمل کہا جا سکے
وہ عبد مقدس ہے۔ کیونکہ عَبْدُہٗ کا معنی "اللہ کا بندہ" ہے اور
اور اللہ تعالےٰ کی بندگی کا سب سے بڑا کمال اللہ تعالیٰ کا قرب
ہے۔ واقعہ معراج میں جو قرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو
نصیب ہوا وہ اولین آخرین میں سے آج تک کسی کو نہ حاصل ہوا
نہ حاصل ہوگا نہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ثابت ہو گیا اللہ
تعالیٰ کے سب عباد سے عبد کامل صرف حضرت محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر اَلَّذِیْ اور عَبْدُہٗ دونو کو مبہم لایا
گیا اس کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کا حسن ذاتی تمام

کائنات سے مستتر ہے۔ اسی طرح ذات محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حسن و جمال بھی نگاہ کائنات سے مخفی اور پوشیدہ ہے

(۵) اَسْرٰی کے معنی رات کی سیر کے ہیں۔ پھر لَیْلاً کا لفظ بطور تفریح بِمَا عُلِمَ ضِمْناً اس لئے لایا گیا کہ معراج تمام رات میں نہیں بلکہ رات کے ایک خاص حصہ میں ہوئی۔

(۶) مسجد حرام مکہ مکرمہ میں وہ مبارک مسجد ہے۔ جس کے وسط میں بیت اللہ شریف واقع ہے۔ اور مسجد حرام کا معنیٰ خاص بیت اللہ شریف کے بھی متداول ہیں یہاں دونو معانی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ بعض احادیث میں آیا ہے۔ کہ آپ حطیم میں تھے۔ اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ آپ کو معراج ہوئی۔ یاد رہے کہ بی بی ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہونا اس آیت شریف کے کوئی مخالف نہیں کیونکہ آپ پہلے بی بی ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور وہاں سے حرم کعبہ یا حطیم میں جلوہ افروز ہوئے جہاں سے معراج کا آغاز ہوا

(۷) مسجد اقصٰی کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ اقصٰی کے معنی دور کے ہیں چونکہ وہ مسجد مکہ سے دور ہے اس لئے اقصٰی کہا گیا ہے۔ اور یہ وہ مبارک مسجد ہے۔۔ جو بیت المقدس کے نام سے مشہور ہے۔ تمام

سابقہ پیغمبروں کا مرکز رہی ہے :-

(۸) ان انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات قدسیہ سے جو برکتیں اس خطۂ پاک کو حاصل ہوئی ہیں اللہ تعالےٰ نے اس کو اَلَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ بیان فرما کر برکات کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ جس کے آس پاس ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ حسی برکتیں باغات، آبادیاں ہیں۔ اور روحانی برکات پیغمبروں کی مزارات مقدسہ ہیں۔ جب آس پاس میں برکت ہے۔ تو مسجد کا مبارک ہونا بطریق اولیٰ مفہوم ہو گیا۔ اگر فِیْہِ فرماتے تو اندر کی برکتیں ثابت ہو جاتی مگر اردگرد کی برکات کا ثبوت نہ ہوتا اور حَوْلَہٗ فرمانے سے اس کے اندر اور باہر سب برکات کا ثبوت ہو گیا۔ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا آیات کا اطلاق جو کہ عرف میں عظمت اور کمال پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ آیات سماوی آیات ارضی سے اعظم اور اکمل ہیں۔ اس لئے روح المعانی میں وارد ہے۔ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اَیْ لِنَرْفَعَہٗ اِلَی السَّمَآءِ حَتّٰی یَرٰی مَا یَرٰی مِنَ الْعَجَائِبِ تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کی عجیب نشانیاں دکھلائیں یعنی ہم اس کو آسمان پر اونچا کر کے لے جائیں حتیٰ کہ وہاں دیکھنے کے قابل عجیب و غریب نشانیاں دیکھیں :-

(۹) چوں کہ مِنْ کا معنیٰ بعض ہے۔ اسکو بعض لوگ کہتے ہیں کہ

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو بعض آیتیں دکھائی گئی ہیں اور بعض آیتیں نہیں دکھائی گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آیات کا علم نہ ہوا اگر بعض لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے۔ کیونکہ آیات مختلف تھیں بعض کا تعلق دیکھنے سے تھا، بعض کا تعلق سننے سے تھا جیسے قلموں کی آواز، بعض کا تعلق چکھنے سے تھا جیسے دودھ کا نوش فرمانا بعض کا تعلق سونگھنے سے تھا جیسے بہشت کی خوشبو، اور یہ بات ظاہر ہے۔ جن آیات کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ وہ آیات کا بعض ہیں۔ تو آیت کریمہ کا مفہوم یوں ہوگا کہ تمام آیات سے جن کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ وہ سب ہم نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھانے کے لئے آسمانوں پر بلند کیا:-

(۱۰) اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیعُ الْبَصِیْرُ ۝ بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ بعض مفسرین نے اِنَّہٗ کی ضمیر کو محض اللہ تعالیٰ کیطرف راجع کیا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے۔ کہ مکذبین کو دھمکی اور وعید ہے۔ کہ ہم تمہاری مخالفت اور تکذیب کو دیکھتے اور سنتے ہیں اس لئے خوب سزا دیں گے اور بعض علماءِ کرام نے اس ضمیر کو محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع کیا ہے جیساکہ علامہ زرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے امام سبکی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل فرمایا (زرقانی شریف ج ۳ صـ۱۲۴) اس کا

مطلب یہ ہے۔ کہ ہماری قدرت کی نشانیاں جو دیکھنے کے قابل تھیں ان کو دیکھا اور جو سننے کے قابل تھیں ان کو سنا اس سے یہ ثابت ہوا کہ قدرت کے سب واقعات آپ نے مشاہدہ فرمائے جس طرح کہ مشاہدہ فرمانے کا حق تھا" اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ ضمیر اگر اللہ تعالےٰ کی طرف راجع ہو تب بھی جائز ہے۔ اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ کی طرف راجع ہو تب بھی درست ہے (روح المعانی پ۱۵ ص۱۳)

نکتہ عدم ذکر سمٰوٰت

بعض لوگوں کو سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کی آیت میں اسراء کی غایت مسجد اقصیٰ فرمانے سے اور سمٰوٰت کا ذکر نہ کرنے سے یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ آپ کو سمٰوٰت کی سیر جسمانی نہیں کرائی گئی۔ مگر یہ شبہ باطل ہے۔

(۱) کیوں کہ اول تو احادیث میں تفصیل وارد ہے۔ پھر قرآن مجید کی کی سورت وَالنَّجْمِ میں مذکور ہونے کے بعد کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کیونکہ ہر جگہ ہر جزو کا مذکور ہونا لازمی نہیں ثانیاً اس آیت میں سمٰوٰت کا ذکر کرنا بعد تامل کے بدوں ارتکاب تجوّز (مجاز) کے جو کہ خلاف اصل ہے اور بدوں کسی خاص مقتضٰی کے اصل سے عدول نہیں کیا جاتا صحیح بھی نہیں ہے۔ جس کا بیان دو مقدمہ پر موقوف ہے

ایک یہ کہ شروع آیت میں اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً واقع ہو چکا ہے جس کا ذکر کرنا بحکمت اشارہ وقوع اَسْریٰ فِی اللَّیْلِ کے کہ وہ دلالت کرتا ہے زیادتی اختصاص پر بوجہ اس کے کہ لَیْلُ عادۃً خلوت کا وقت خصوصیت واقعہ کے مناسب ہے۔ دوسرا یہ ہے۔ حسب تفریح اہل ہئیت کے لیل و نہار تکون کا محل ہوا کا طبقہ کثیفہ ہے۔ جو بخارات زمین سے مخلوط ہے۔ جس کا لقب کرۃ البخار، عالم نسیم اور کرۃ اللیل والنھار ہے۔ کیونکہ ہواؤں کا چلنا اور ظلمت و نور کی قابلیت اس طبقہ میں مخصوص ہے۔ اور اس طبقہ کا ثخن (موٹائی) زمین سے سترہ فرسخ یعنی اکاون میل اوپر تک ہے۔ اس کے اوپر ہوا لطیف کا کرہ ہے۔ جو زمین کے بخارات سے صاف ہے۔ ہوائے لطیف میں سورج کی شعاؤں کا ظہور نہیں ہوتا اس لئے وہاں نہار کا تحقق نہیں اور چونکہ لیل ضد ہے نہار کی اس لئے نہار کا تحقق بھی نہیں ہے ان دونو مقدمات سے یہ ثابت ہو گیا کہ فوق سمٰوٰت تو درکنار یہاں سے اکاون ۵۱ میل اوپر لیل و نہار کا وجود نہیں پس اگر بعد مسجد اقصیٰ کے سمٰوٰت کا ذکر ہوتا مثلاً ثُمَّ مِنْہُ اِلَی السَّمٰوٰتِ وَمَا فَوْقَھَا یا مثل اس کے کوئی اور عبارت ہوتی تو وہ بھی لَیْلاً کا ظرف ہوتا تو لازم آتا کہ سیر سمٰوٰت و مَا فَوْقَھَا لیل

میں واقع ہوئی حالانکہ وہاں لیلی کا وجود تک نہیں پس اس کی ظرفیت صحیح نہوئی اس لئے یہاں سمٰوٰت کا ذکر مناسب نہ تھا مگر باوجود اس کے لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيَاتِنَا میں جو ایک غایت ہے اس کی طرف اشارہ فرمادیا اس طرح کہ آیات سے مراد بقرینہ مقام اور اضافت تعظیمی کے آیات عظمٰی اور کبرٰی ہیں جسکو سورۃ والنجم میں زیر آیت لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ہیں، صاف طور پر اس عنوان کو ذکر فرمایا گیا کیونکہ آیات کاملہ وہی ہیں جو آسمان سے اوپر ہیں پس آیات کبرٰی کے دیکھنے کے ذکر سے سمٰوٰت کا ذکر بالتبع ہوگیا کیونکہ اصل یہ ہے کہ رائی اور مرئی ایک جگہ ہیں ہوں۔ اِلَّا بِدَلِيْلٍ يَقْتَضِيْ الْعُدُوْلَ عَنْ ذَالِكَ الْاَصْلِ ہاں اگر کوئی دلیل قائم ہو جس سے اصل سے عدول کا مقتضی ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہاں کوئی عدول کا مقتضی موجود نہیں لہذا ثابت ہوا جب یہ آیات سماویہ ہیں تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سمٰوات کی سیر بھی فرمائی ہے:-

اگر کوئی کہے کہ اسریٰ لیلاً یہاں کس طرح عامل ہوا حالانکہ وہی وجہ عدم صحت کی یہاں بھی ہونی چاہئے تو جواب یہ ہے۔ کہ غایت کے معمول ہونے سے اراءۃ کا ظروف ہونا لازم نہیں آتا اور

بدون مظروفیت کے اس کا غائت ہونا اس طرح صحیح ہو سکتا ہے
کہ اِسْرٰی اِلَی الْمَسْجِدِ عروج سموٰت کا مقدمہ ہے - اور عروج کی
غایت اراءۃ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مقصود کی غایت بواسطہ
مقصود کے مقدمہ کی غایت ہوتی ہے - کیوں کہ مقصود باعتبار
مقدمہ کے غائت کے بمنزلہ ہے - اور غائت کی غائت فی
الحقیقت غائت ہوتی ہے - (غرائب الرغائب عزیبہ ص۱)

(۲) قَالَ الْبِقَاعِیُّ وَلَعَلَّ حَذْفَ ذِکْرِ الْمِعْرَاجِ مِنَ الْقُرْاٰنِ
هُنَا لِقُصُوْرِ اَفْهَامِهِمْ عَنْ اِدْرَاكِ اَدِلَّتِهٖ لَوْ اَنْكَرُوْهُ
بِخِلَافِ الْاِسْرَاءِ فَاِنَّهٗ قَامَ دَلِيْلُهٗ عَلَيْهِمْ بِمَا شَاهَدُوْهُ
مِنَ الْاَمَارَاتِ الَّتِيْ وَصَفَهَا لَهُمْ وَهُمْ قَاطِعُوْنَ بِاَنَّهٗ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرَهَا قَبْلَ ذَالِكَ فَلَمَّا بَانَ صِدْقُهٗ
بِمَا ذَكَرَ مِنَ الْاَمَارَاتِ فَاَخْبَرَ بَعْدَ ذَالِكَ مَنْ اَرَادَ اللّٰهُ
تَعَالٰى بِالْمِعْرَاجِ (تفسیر سراج منیر ج ۲ ص۲۷۲)

امام بقاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام
کے مکہ شریف سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کے ذکر پر اکتفا
کیا گیا اور آسمانی معراج کا بیان نہ کیا گیا تو اس میں حکمت یہ ہے
(اگر معراج آسمانی کا ذکر ہوتا اور مسجد اقصیٰ کا ذکر نہ ہوتا)

تو واضح بات ہے۔ کہ انکار کرنے والوں نے آسمان نہیں دیکھے تھے اور ان کے دل و دماغ میں کسی طرح کا تخیل موجود نہ تھا اس لئے اگر آپ آسمانوں کی بابت کوئی نشانی بتاتے تو کفار کے خالی الذہن ہونے کی وجہ سے یہ نشانی بتانا بے فائدہ ہوتا اور اس کے سمجھنے سے ان کی عقل قاصر رہتی حتیٰ کہ واقعہ معراج کی تصدیق کے لئے کوئی ثبوت نہ بن سکتا بخلاف اس کے جب مسجد اقصیٰ کا ذکر (اسراء کا بیان) کیا گیا لوگوں نے مسجد اقصیٰ دیکھی ہوئی تھی اس کے علامات سے واقف تھے۔ اور یقین تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد اقصیٰ کبھی نہیں دیکھی اس لئے انہوں نے بیت المقدس کے علامات دریافت کئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف صاف سب علامات بیان فرما دئے تو آپ کی صداقت کی دلیل قائم ہوگئی جب مسجد اقصیٰ تک جانے میں آپ کا سچا ہونا ثابت ہوگیا تو معراج کے واقعہ کی بھی تصدیق ثابت ہوگئی کیونکہ جب مکہ سے مسجد اقصیٰ تک آنا جانا محال نہ رہا تو آسمانوں پر جاکر واپس آنا بھی محال نہ رہا:—

محبت کا رابطہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ایمان کی اصل بلکہ عین ایمان ہے؛ اتنے تک کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا

جب تک باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے آپ کے ساتھ زیادہ محبت ہو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اِنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَتَی السَّاعَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَعْدَدْتَ لَھَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا مِنْ کَثِیْرِ صَلٰوۃٍ وَّلَا صَوْمٍ وَّلَا صَدَقَۃٍ وَّلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (بخاری شریف ص۹۱۱) ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ قیامت کب آئیگی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا قیامت کے لئے تو نے کیا توشہ تیار کر رکھا ہے۔ اس شخص نے عرض کی میں نے قیامت کے لئے نہ بہت نماز کو توشہ بنایا ہے۔ اور نہ بہت روزوں کو اور نہ بہت صدقہ دینے کو لیکن میں توشہ آخرت اس کو سمجھتا ہوں) کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن تیرا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے۔ چنانچہ حضرت غوث عبد العزیز فاسی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات مسمیٰ بہ ابریز شریف میں ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ سینہ مبارکہ سے نہایت باریک دھاگے نورانی نکلے ہوئے ہیں اور ہر مسلمان کے قلب کے ساتھ ایک

ایک دھاگے کا تعلق ہے۔ اور اس تعلق اور رابطہ کی بنا پر وہ اسلام
اور ایمان پر ثابت ہے۔ اگر وہ رابطہ منقطع ہو جائے تو ایمان
باقی نہیں رہ سکتا اس کشف کا متعدد اہل عصر نے انکار کیا تو
سیدی عبد العزیز نے کہا کہ اچھا مجھکو اجازت دو میں تم لوگوں
کے دھاگے توڑ دوں اور تمہارے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے درمیان حائل ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا آپ ضرور یہ کریں
چنانچہ حضرت غوث عبد العزیز نے ایسا ہی کیا تو وہ لوگ اسلام
پر قائم نہ رہ سکے کوئی یہودی، کوئی نصرانی، کوئی دھریہ ہو گیا
العیاذ باللہ (ابریز شریف)

ثنا خوانی محبّت کی علامت ہے

وَمِنْ عَلَامَاتِ مُحَبَّةِ النَّبِيِّ صلے اللہ علیہ وسلم

كَثْرَةُ ذِكْرِهٖ لَهٗ، فَمَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ (شفا شریف ج ۲
ص۲۵) قَالَ بَعْضُهُمُ الْمَحَبَّةُ دَوَامُ الذِّكْرِ لِلْمَحْبُوْبِ (شفا
شریف ج ۲ ص۲۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی علامات
سے یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت یاد کرے اس لئے
کہ جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے اسکو بہت یاد کرتا ہے۔ اور
بعض بزرگوں نے محبت کا معنیٰ یہ کیا ہے۔ کہ محبوب کی یاد ہمیشہ

ہوتی ہے۔ تو اس کا نام محبت اس لئے کہ حمد و ثنا کی غائت مدح
کرنے والے پر ممدوح کے برکات کا انعکاس ہے۔ جیساکہ حضرت
حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا :-

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ ٭ لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

میں نے اپنی کلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ستائش نہیں
کی کیونکہ آپ ہماری تعریف کے محتاج نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی تعریف سے اپنی کلام کو زیبائش دی ہے حضرت
مرزا جانجاناں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

خدا در انتظار حمد ما نیست ۔ محمد چشم بر راہ ثنا نیست
محمد حامد حمد خدا بس ۔ خدا مداح مدحِ مصطفےٰ بس

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں
کہ میں جب بھی مواجہ شریفہ میں مزار اقدس پر حاضر ہوا روح پر
فتوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے
مشاہدہ کیا کہ زائرین میں سے صلوٰۃ سلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی
توجہ فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں - اور اسی طرح پر ان
لوگوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہے - جو آپ کی مدح کرتے ہیں
اور ان سے خوش ہوتے ہیں :-

افضل الرسل ماننا

رسول اور نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت یقینی امر ہے۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ (پ۳ ع۱) یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ ۘ پ۱۵ ع۶ اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ باقی رہا یہ کہ رسل اور انبیا کے مراتب میں ایک دوسرے پر فضیلت کا امتیاز اور اسکی تفصیل تو یہ امکان بشریت سے خارج ہے۔ ہمارا اعتقاد اجمالی اور مبہم طور پر صرف اسقدر ہے۔ کہ مابین المرسلین والانبیاء تفاضل ثابت ہے۔ فتوحات شریف (باب۲۲ ع۳۳۷) اسقدر عقیدہ لازمی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب نبیوں سے (سلام ہو ان پر) افضل ہیں (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص۲۲) اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ (اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ) ترمذی ج ۲ ص۲۰۲) ابوداؤد ج ۲ ص۲۹۴ ابن ماجہ ج ۲ ص۳۵) میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام نبیوں سے افضل ہیں حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :—

وَيَضُمُّ الْإِلٰهُ اِسْمَ النَّبِيِّ اِلٰى اِسْمِهٖ
اِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنِ اَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

اللہ تعالےٰ نے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام سے ملالیا ہے۔ جب کہ مؤذن پانچ وقت اذان میں اَشْهَدُ کہتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا ہے۔ تاکہ اس کو ظاہر کرے پس عرش کا مالک محمود ہے۔ تو اس کے نبی کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے حدائق بخشش میں ہے ؎

مصطفےٰ نور جناب امرِ کن ۔۔۔ آفتاب برج علم من لدن
معدن اسرار علام الغیوب ۔۔۔ برزخ بحرین امکان و وجوب
بادشاہِ عرشیان و فرشیاں ۔۔۔ جلوہ گاہِ آفتاب کن فکاں :
راحت دل قامت زیبائے او ۔۔۔ ہر دو عالم والہ و شیدائے او
گشت موسیٰ در طویٰ جویان او ۔۔۔ ہست عیسیٰ از ہوا خواہاں او
بندگانش حور و غلمان و ملک ۔۔۔ چاکرانش سبز پوشان فلک
مہر تابان علوم لم یزل ۔۔۔ بحر مکنونات اسرار ازل

(ف) یہاں بطور مناسبت مقام بعض انبیا کے سلام ہو ان پر

معراجوں کا تذکرہ کر دیا ہے۔ جس کے بیان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج کی شان ظاہر ہوتی ہے :-

حضرت آدم علیہ السلام کی معراج

بموجب آیت اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (پ ۱ ع ۴) بے شک میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں جب حضرت آدم علیہ السلام خلعت وجود سے مشرف اور قدسی عالم کون کے روحانی کمالات سے آراستہ اور معلومات کے اصولی علوم سے پیراستہ ہو چکے تو تعظیم و تکریم کے واسطے ملائکہ کا قبلۂ سجود بنائے گئے اس کے بعد نہایت عزت و اکرام سے آسمانوں پر بلائے گئے حتّٰی کہ جب بہشت میں گئے وہاں سدا بہار جنت میں رہنے کی اجازت ہو گئی مگر تقدیر سے وہاں دوام حاصل نہ ہو سکا کیونکہ بہشت میں آپ کو پہلے ہم جنس کی خواہش ہوئی جو حضرت حوا علیہ السلام کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کی تمنا کو پورا کر دیا اس کے بعد ایک ممنوع درخت کا پھل کھانے کے بہ سبب آپ کو بہشت سے باہر جانے کا حکم صادر ہوا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ بہت عرصہ تک زمین پر اترنے کے بعد روتے رہے۔ پھر آپ کی توبہ قبول ہونے کا واقعہ اس طرح ہے -

جو کہ مستدرک حاکم (ج ۲ ص ۶۱۵) پر مسطور ہے ۔ کہ حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کے لئے دعا کی تو یوں کہا یَارَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اے خداوند! میں آپ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے تیرے دربار میں توبہ کی درخواست کرتا ہوں تب اللہ تعالٰے نے فرمایا اے آدم! تجھے میرے حبیب کا کیسے علم ہوا عرض کی! کہ عرش پر لکھا ہوا دیکھا :— لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر میں نے سمجھا کہ یہ تجھے بہت پیارا ہے ۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا تو نے سچ کہا وہ مجھے بہت پیارا ہے اور جب تو نے اس کے توسل سے دعا کی تو میں نے تیری توبہ قبول کی

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نَجَّیْنَا

حضرت ادریس علیہ السّلام کی معراج

اللہ تعالٰے نے فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (پ ۱۶ ع ۷) اور قرآن مجید میں حضرت ادریس علیہ السلام کا قصہ یاد فرمایئے ۔ وہ سچا نبی تھا اور اس کا مرتبہ ہم نے بلند کیا تفسیر کی کتابوں میں لکھا

ہے۔ کہ حضرت ادریس علیہ السّلام بمقام منیف علاقہ مصر میں پیدا
ہوئے۔ درود وظائف اور طاعت وعبادت میں معروف رہتے تھے
حتیٰ کہ فرشتے جو سراسر عبادت میں معروف ہیں۔ آپکی عبادت
کا غلغلہ عالم ملائکہ میں سنکر آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے حتیٰ کہ
ایک دن فرشتہ آپکی زیارت کے لئے حاضر ہوا آپ نے دریافت
کیا تو کہاں سے آیا عرض کی کہ سورج پر تین سو ساٹھ فرشتے موکل ہیں
جن میں سے ایک میں بھی ہوں میں نے اللہ جل شانہٗ سے آپکی زیارت
کے لئے درخواست کی تھی اس لیئے آج میں وہاں سے زیارت کے
لئے حاضر ہوا آپنے فرمایا کہ سورج کی گرمی جب یہاں زمین پر
سخت ہوتی ہے۔ تو سورج میں اصل گرمی کا اندازہ دیکھنا چاہئے
کہ کتنی گرمی ہے۔ اللہ جل شانہٗ سے درخواست پیش کی حتیٰ کہ معراج
کے سفر کی تیاری ہو گئی۔ جب سورج کے تمام طبقات کا مشاہدہ
فرمایا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کیا اب بھی کچھ آرزو ہے۔ عرض
کیا کہ میں چاہتا ہوں ایک بار میری روح قبض کی جائے تا کہ
موت کا ذائقہ دیکھ کر تیری عبادت زیادہ کروں اس وقت ملک
الموت فرشتہ نے آپ کی روح قبض کی اور پھر روح جسم میں
داخل کر دی تب اللہ تعالےٰ نے دریافت کیا کہ اے میرے

نبی! کیا اب بھی کچھ تمنا باقی ہے۔ عرض کی الہ العالمین اگر دوزخ
کی سیر کر لیتا تو اس کے عذاب و عقاب اور درجات وطبقات
دیکھ کر تیری عبادت میں لطف حاصل کرتا تب اللہ تعالےٰ کے
حکم سے دوزخ کی سیر کر لی پھر اللہ تعالےٰ نے پوچھا کہ اے میرے
نبی! کچھ اور بھی آرزو باقی ہے۔ عرض کیا کہ اگر بہشت دیکھ لیتا تو
تیری عبادت میں بہت ہی سکون حاصل کر لیتا فی الفور رضوان
جنت نے حاضر ہو کر بہشت کا دروازہ کھولا آپ نے بہشت
میں جاکر ہر قسم کے پھول، میوہ جات، باغات، حور و قصور
وُلدان وغلمان ملاحظہ فرمائے کافی دیر گزرنے کے بعد ایک فرشتہ
نے کہا کہ آپ زمین پر واپس جائیں آپ نے جواب دیا ا۔
كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (پ ع ۱۰) کے مطابق موت کا ذائقہ چکھا
ہے پھر اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا پ۱۶ ع ۸ کے زیر نظر دوزخ
سے گذر ہو گیا اب وَمَا هُمْ عَنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (پ۱۴ ع ۳) کے
مقتضاء کے ماتحت بہشت سے باہر نہ جاؤں گا فرشتہ نے
عرض کی کہ بہشت میں سوائے نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم
کے پہلے کوئی نہیں جا سکتا تو آپ کس طرح ان سے پہلے بہشت
میں مکین ہو سکتے ہیں آپ نے فرمایا یہ کلمہ تیرا درست نہیں

ہے۔ کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بہشت میں حوریں، غلماں اور بے شمار فرشتے موجود ہیں میں کسی طرح ان سے پہلے نہیں رہ سکتا فرشتے نے کہا کہ وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام کی حیثیت سے بہشت میں پہلے آپ سے رہ سکتے ہیں حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح میں بھی ان کے غلام کی حیثیت سے بہشت میں پہلے رہ سکتا ہوں اس میں کونسا محال لازم آتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرشتے کو حکم ہوا کہ میرے بندے کو میری مرضی پر رہنے دو۔

(روح المعانی ج ۱۶ ص ۹۷ بطور خلاصہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (پ ۷ ع ۱۰) اور اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے آسمان وزمین کے ملک دکھائے تاکہ وہ حق الیقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معراج ہوئی آپ براق پر سوار ہو کر آسمان دنیا پر تشریف لے گئے وہاں زمین و آسمان کے حجابات دور ہو گئے اور ہر ایک جگہ نظر آنے لگی حتیٰ

کہ تمام مخلوق کے حالات مطلع ہوئے اندریں حالات آپ نے
زمین پر ایک شخص کو گناہ کرتے دیکھا آپ نے اس گناہ سے
نفرت کرتے ہوئے اس گنہ گار کی ہلاکت کے لئے بد دعا فرمائی
حق تعالےٰ نے اس گنہ گار کو وہیں فنا کر دیا پھر حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے زمین پر نظر دوڑائی تو ایک شخص کو گنہ میں مبتلا
دیکھا آپ نے اس کے حق میں بھی بد دعا کی وہ بھی خدا کے حکم
سے وہیں مر گیا پھر آپ نے اسی طرح ایک تیسرے شخص کے
لئے بد دعا دی وہ بھی اسی جگہ ہلاک ہو گیا حتیٰ کہ جب چوتھے
شخص کے لئے ہلاکت کی دعا کرنے لگے تو حکم نازل ہوا کہ
اے ابراہیم ! میرے بندوں کے لئے بد دعا نہ کرو اس
لئے کہ میرا برتاؤ میرے بندوں کے ساتھ تین طرح کا ہے
اول یہ کہ توبہ کرے گا تو اس کے گناہ بخش دوں گا دوم یہ کہ اس سے
نیک اولاد پیدا ہوگی جو میری عبادت کریں گے اور میری
زمین کو سجدوں سے معمور کریں گے سوم یہ کہ قیامت کے دن
وہ بھی میرے سامنے پیش ہو گا اور اگر میں چاہوں تو اس کے
گناہ معاف کر دونگا اور چاہوں تو اسے عذاب میں گرفتار
کر لوں اس کے بعد اللہ جل شانہ کا خطاب آیا کہ اے میرے

خلیل! میرے بندوں کے ہلاک ہونے سے پہلے آپ زمین پر واپس اتر جائیں (روح المعانی ج ۷، ص۱۷۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (پ ۹ ع ۶) اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے پر کلام سننے کے لئے حاضر ہوئے کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج کا قصہ یوں ہے کہ آپ نے وضو کیا پاکیزہ لباس پہنا اور چالیس دن روزے رکھے اور پھر کوہ طور پر پہنچے اللہ تعالےٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا نازل فرمایا جس سے کوہ طور ہر طرف سے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہوگیا پھر ہر قسم کے جانور حتیٰ کہ چیونٹی بلکہ فرشتے تک وہاں سے سات فرسخ (۲۱ میل) دور ہوگئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات اور ہم کلامی پر کوئی دوسرا جاندار

اطلاع نہ پائے کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے سامنے زمین و آسمان کے حجابات دور ہو گئے حتیٰ کہ ملائکہ
کو آپ نے دیکھا کہ ہوا میں قائم ہیں اور آپ نے عرش بریں کو
مشاہدہ فرمایا اور صاف طور پر دیکھا اس کے بعد آپ نے الواح
والی قلموں کی آواز سنی اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام سے کلام کی حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بھی کلام
کریم سنکر اپنے معروضات پیش کئے اندریں حالات حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو کلام ربانی کے لطف نے اس کے دیدار
کا آرزومند بنا دیا اس لئے عرض کی اُے رب میرے ! مجھے اپنے
دیدار کا شرف عطا کر تاکہ میں تجھے دیکھ لوں اللہ تعالےٰ نے فرمایا
تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ میں اس
پر اپنے نورانی جلوہ سے تجلی فرماؤنگا اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر برقرار
ٹھہرا رہا تو عن قریب تو مجھے دیکھ سکے گا اس کے بعد اللہ
تعالےٰ نے اس پہاڑ پر اپنی تجلی ظاہر فرمائی اور وہ پہاڑ پاش
پاش ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو گئے۔ ہوش
میں آنے کے بعد کہا تیرے لئے ہر عیب سے پاکیزگی ہے۔
اور میں نے آپ کی طرف رجوع کیا اور میں سب سے پہلا

مسلمان ہوں۔ وَفِي الْعَرَائِسِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا كَلَّمَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ مُوسٰى كَانَ بَعْدَ ذَالِكَ يَسْمَعُ دَبِيْبَ النَّمْلَةِ السَّوْدَاءِ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ عَلَى الصَّفَا مِنْ مَسِيْرَةِ عَشْرَةَ فَرَاسِخَ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۳۸) تفسیر عرائس البیان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالےٰ نے کلام کی تو اس کے بعد آپ میں اسقدر قوت شنوائی ہو گئی تھی کہ دس فرسخ (تیئس میل) کی مسافت سے اندھیری رات میں صاف پتھر پر سیاہ رنگ کی چیونٹی کے چلنے کی آہٹ سن لیتے تھے۔ ملا معین الدین ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوہ طور پر حضرت موسےٰ علیہ السلام نے جب خدا کا جلوہ دیکھا تو اس کے بعد آپ کے چہرہ اقدس پر نگاہ کرنے کی کسی کو مجال نہیں تھی کہ آپ اپنے چہرہ انور کو کپڑے سے اوڑھے رہا کرتے تھے کیونکہ آپ کے رخ مبارک پر نورانیت کے جلوے دیکھنے کی برداشت کسی کو نہ تھی ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت اقدس سے جمال باکمال کا پرتو جب دیواروں پر پڑتا تھا تو وہ دیواریں آئینہ

کی طرح روشن ہو جاتیں حتیٰ کہ ان کے سامنے والے شخص کو اپنی صورت کا عکس ان دیواروں میں نظر آتا تھا :۔ لٰكِنَّ اللّٰهَ تعالٰے سَتَرَ عَنْ اَصْحَابِهٖ كَثِيْرًا مِنْ ذَالِكَ الْجَمَالِ الْبَاهِرِ فَاِنَّهٗ لَوْ بَرَزَ لَهُمْ لَمْ يُطِيْقُوا النَّظْرَ اِلَيْهِ كَمَا قَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِيْنَ (فتح الملہم ج ۱ ص۳۱۹) باوجود اس کے بھی آپکے حسن وجمال کی اکثریت آپکے صحابہ سے چھپی ہوئی تھی کیونکہ اگر سارا حسن وجمال ظاہر ہوتا تو آپ کو کوئی نہ دیکھ سکتا جیسا کہ بعض اہل تحقیق کا قول ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن منبر پر بیٹھ کر لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں موسےٰ علیہ السلام کے لئے ہفتہ کا دن مبارک بنایا تھا کہ اس دن میں عبادت کے سوائے سارے کام ناجائز اور حرام ہیں اب حق تعالےٰ نے اس کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور انجیل شریف میں حکم فرمایا ہے۔ کہ اتوار کا دن مبارک ہے۔ اس دن کی عزت کرو اور اس دن میں دنیا کا کوئی کام نہ کرنا پس بنی اسرائیل آپ کا یہ حکم سنکر دل میں کینہ لائے اور کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت

نبی آئے مگر کسی نے شریعت موسوی کو منسوخ نہ کیا اور ہماری کتاب توراۃ کو منسوخ کہتے ہیں اس لئے آپس میں قوم نے طے کر لیا کہ اسکو مار ڈالنا چاہئے ۔ حاصل کلام یہ ہے ۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام اپنے حواریوں کو لے کر ایک مکان پر گئے جس کا نام عین السلوک ہے ۔ یہودیوں نے اس مکان کا محاصرہ کیا تب اللہ تعالے نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس مکان کی چھت شگاف کر کے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر لیگئے اور فرشتوں کی محبت میں رہ گئے ان یہودیوں کے سردار کا نام یشوع تھا وہ ملعون سب لوگوں سے پہلے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے گھر میں گھس گیا بہت ڈھونڈا مگر نہ پایا جب دیر ہو گئی تب یہودی اس کے پیچھے گھس گئے یہودیوں نے یشوع کو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی صورت دیکھ کر پکڑ کر قتل کر دیا یشوع ہر چند کہتا رہا کہ میں یشوع ہوں مجھے چھوڑ دو مگر وہ ہرگز نہ مانے اور کہنے لگے اگر تو یشوع ہے ۔ تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کدھر گئے آخر کار سب کو یہ شبہ ہو گیا اور یشوع کو حضرت عیسٰے علیہ السلام سمجھ گیا اور یہ نہیں جانتے تھے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالے نے چوتھے آسمان پر اٹھا لیا ہے ۔ (یعنی حضرت عیسٰے علیہ السلام معراج کے لئے آسمان

پر چلے گئے اور تاہنوز آسمان ہی پر جلوہ گر ہیں) کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یشوع کو پچاس برس ناز و نعمت سے پالا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فدیہ ہو جائے اور فرعون کو چار سو سال تک ناز و نعمت سے پرورش کی تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بدلہ دریا نیل میں غرق ہو جائے اور دنبہ کو چار ہزار برس تک فردوس اعلیٰ میں پالا تاکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ بنایا جائے (لاحول و لاقوۃ) کے درج کیا ہے۔ قصص الانبیاء صفحہ ۳۸۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب اور مدارج میں معراج کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ یہ تمام نبیوں سے ممتاز ہو کر صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے۔ اور وہ خصوصیت یہ ہے۔ کہ فرشتوں کی ایک بڑے بھاری اعزازی جلوس کے ساتھ نہایت شان و شوکت سے براق برق رفتار پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ پہنچے وہاں تمام نبی، سلام ہو ان پر آپ کی انتظار میں جمع تھے سب نے آپ کی اقتدا کرتے ہوئے نماز دوگانہ ادا کی۔ اس کے بعد آپ نے تمام آسمانوں، اور سدرۃ المنتہیٰ، حوض کوثر، بہشت کے وہ عجائب و غرائب

دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی حجاب کبریا سے پار ہوئے قاب قوسین او ادنیٰ کی شان سے نوازے گئے دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے مازاغ کے لقب سے سرفراز ہوئے مگر پھر عالم ناسوت میں واپس تشریف لائے تاکہ آپ کی امت کسی گناہ کے سبب عذاب عامہ میں مبتلا ہو کر فنا نہ ہو جائے

شریعت دیکھتا ہے دیکھ اقوال محمد کو
طریقت چاہتا ہے دیکھ افعال محمد کو
حقیقت دیکھنی ہے دیکھ احوال محمد کو
جو چاہے معرفت تو دیکھ اشکال محمد کو
زمین و آسمان کے خود بخود اٹھ جائینگے پردے
حجابات محمد میں نظر آجائیں گے جلوے

حدیث معراج کے راوی

معراج شریف کی حدیث بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں ہ حضرت ابوبکرؓ۔ امیر عمرؓ۔ امیر عثمانؓ حضرت علیؓ۔ عبداللہؓ بن مسعود۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ انسؓ بن مالک۔ جابرؓ بن عبداللہ

بریدہ[۱۲] بن اسلمی۔ سمرہ[۱۳] بن جندب۔ حذیفہ[۱۴] بن یمان۔ شداد[۱۵] بن اوس
صہیب[۱۶] رومی۔ مالک[۱۷] بن صعصعہ۔ ابو امامہ[۱۸] باہلی۔ ابو ایوب[۱۹] انصاری
ابو[۲۰] حبہ۔ ابو ذر[۲۱] غفاری۔ ابو سعید[۲۲] خدری۔ ابو سفیان[۲۳] بن حرب
اسامہ[۲۴] بن زید۔ عبد الرحمن[۲۵] بن عامر۔ ابو درداء[۲۶]۔ بلال[۲۷] بن سعد
عمر[۲۸] بن حصین۔ بلال[۲۹] حبشی۔ عبد اللہ[۳۰] بن زبیر۔ ابو ...
عورتوں میں سے حضرت[۳۱] اسماء۔ حضرت ام[۳۲] ہانی۔ حضرت[۳۳] عائشہ
حضرت[۳۴] ام کلثوم۔ رضی اللہ عنہم وعنھن اجمعین۔ (انتخاب از
معارج النبوت۔ ج ۳ ص ۳۳ ونشر الطیب ص ۳۵)

فلسفۂ معراج

حضور علیہ السلام کی معراج کے فلسفہ میں بہت روایات ہیں۔ چونکہ جب اللہ تعالے کے کام میں بہت حکمتیں اور رموز ہوتے ہیں۔ بنا بریں علماء کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج کے لئے جانے میں کئی حکمتیں بیان کرتے ہیں۔ بعض ان میں سے یہ ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام متواتر تجلیات الٰہی کے مشاہدہ کے باعث مقام شنید سے مقام دید تک پہنچ جائیں۔ اور علم الیقین کی سرحد سے عین الیقین کی سرحد پر ترقی فرمائیں۔ اور پھر حق الیقین کے زیور سے آراستہ، پیراستہ ہو جائیں:۔

یہ کہ ؔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت تمام کائنات پر ظاہر ہو جائے چنانچہ اولاً بیت المقدس میں امام الانبیا بنایا تاکہ آپ کی شان انبیاء کرام میں سلام ہو ان پر روشن ہو جائے اس کے بعد بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت عطا ہوئی تاکہ فرشتوں پر آپ کی فضیلت متحقق ہو جائے ۔ یا یہ کہ ۳ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حبیب تھے اور حبیب کو مخزونات پر اطلاع ہوتی ہے جس طرح مجازی بادشاہ جب کسی بندہ کو اپنی محبت سے مخصوص کرتے ہیں ۔ تمام خزائن اس کے سپرد کر دیتے ہیں ۔ اور تمام سلطنت اس کے زیر نگیں کر دیتے ہیں ۔ اسی طرح سب سے ممتاز کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین کے خزائن سے مطلع فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے ۔ زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَاُرِیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا ۔ میرے لئے زمین لپیٹی گئی حتیٰ کہ مجھے اس کے مشارق اور مغارب دکھائے گئے ۔ اس کے بعد آپکو معراج کے آسمان پر لے گئے حتیٰ کہ تمام ملکوت سماوی ارضی کی سیر فرمائی اور آپ کو یہ اختیارات تفویض کئے گئے ۔ جس شخص کو آپ شفاعت کی دولت سے شرف عطا فرمائیں وہ سعادت مند ہو جائے ۔ ۴ یا یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذان کی تعلیم سے بہرہ ور

فرمائیں حتیٰ کہ جب آپ سمٰوٰت سے گزر کر عرش، کرسی، لوح، قلم کی دیار سے حجاب خاص کے پاس جلوہ افروز ہوئے وہاں آپ نے آذان سنی جیساکہ آئندہ مذکور ہوگا یا یہ حکمت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہود نصاریٰ، آتش پرست اور مشرکوں کے مطاعن سے ملول ہو گئے تھے - لہذا آپ کی تسکین قلبی کے لئے معراج کا واقعہ ظہور پذیر ہُوا - یا یہ حکمت ہے . کہ تمام تر اشیاء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہو جائیں - اور تمام عطایا کو آپ کی ذات سے نسبت کا فخر ہو اور آپ کو کسی چیز کی احتیاج نہو - جس طرح کہ حدیث شریف میں آیا ہے - أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِي وَلَا فَخْرَ وَآدَمُ وَمَنْ دُوْنَهُ تَحْتَ لِوَائِي وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ وَلَا فَخْرَ - میں پہلا شخص ہوں جو زمین سے باہر ہو کر میدان قیامت میں جاؤں گا اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے - اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ بھی کوئی فخر کی بات نہیں - حضرت آدم علیہ السلام اور اس اولاد سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے - اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے . اور سب سے پہلے میں ہی بہشت کا دروازہ کھٹکھٹاؤنگا۔

اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ یعنی مجھے ان باتوں سے فخر نہیں ہے۔ بلکہ ان باتوں کو مجھ سے فخر حاصل ہے۔ کیوں کہ ادنیٰ چیز اعلیٰ سے فخر حاصل کرتی ہے۔ اعلیٰ کو ادنیٰ سے فخر حاصل نہیں ہوتا۔ یا یہ حکمت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور تمام مخلوق سے پہلے نور احدیت سے جلوہ گر ہوا جب وہ روح اس مقام سے عنصری وجود میں آئی تو اس مقام کا اشتیاق ہوا پس دَنیٰ فَتَدَلّیٰ کے مقام سے قرار اور سکون پایا۔ یا یہ حکمت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی کے تمام اقسام سے شرف پائیں اور اس کے تمام اقسام سے افضل وہ جو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر ہو اس لئے مفسر حضرات کہتے ہیں۔ کہ آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ :۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اللہ تعالےٰ سے سنی تھی:۔ یا یہ حکمت ہے کہ امت کے لئے آپ کو خاص نوازش عطا ہوں یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن تمام نبی سلام ہوان پر نفسی نفسی کہتے ہونگے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امتی امتی کہتے ہوں گے۔ ظاہر یہ ہے۔ کہ آپ ربی ربی کہتے مگر امتی امتی میں ربی کی یاد درج ہے۔

یعنی کرامتی سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ عطیئے جو معراج کی رات امت کے لئے گئے تھے۔ اب مہربانی فرمائیے اور عطا فرمائیے۔ یا یہ حکمت ہے کہ سات ستاروں میں مناظرہ اور مجادلہ تھا۔ کہ ہر ایک اپنے کو دوسرے پر ترجیح دیتا تھا اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کا رتبہ دے کر ان کو دکھلایا کہ تمہارے انوار اس نور اعظم کے طفیل سے ہیں لہٰذا تم کو ایک دوسرے پر فخر کرنا نامناسب ہے

اے گوہر تاج فرستادگان	تاج دِہ گوہر آزادگان
ہر چہ زبیگانہ و خویش تو اند	جملہ دریں خانہ طفیل تو اند
چونکہ بعالم علم افراختی	غلغلہ در کون در انداختی
مہر شد ایں نامہ بعنوان تو	ختم شد ایں خطبہ بدیوان تو

(ت) واعظین حضرات کے لئے تحفہ کے طور پر چند نکات مزید اندراج پذیر ہیں :—

نکتہ تفصیل مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

فرشتوں نے جب اللہ تعالیٰ کی دربار میں درخواست کی کہ اے خداوندا ! ایسی مخلوق جس میں مفسد اور خون ریز لوگ ہوں گے ہم جیسے مطیع اور فرمانبردار طبقہ کے ہا ہوتے ہوئے ان کو خلیفہ بنانے میں کیا وجہ ہو گی تو فرشتوں کو سردست اجمالی طور پر یہ جواب دیا گیا

إِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (پ ۱ ع ۴) کہ اس کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں اور نکات ہیں ۔ ہم خوب جانتے ہیں ۔ تم کو ابھی تک وہ حقائق معلوم نہیں ہیں ۔ کہتے ہیں کہ یہ وجود مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ تھا ۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خلعت محبوبی سے نوازا گیا اور اطباق شدید اق پر دربار الہٰی میں بلائے گئے ۔ تو تمام ملأ اعلیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے وابستہ ہونے کا فخر کیا جس طرح کہ ریان بادشاہ کے پانچ خاص آدمیوں حاجب ، ساقی ، خباز ، زندان بان ، صاحب دواب کی بیویوں نے عین الشمس کی جگہ میں بیٹھ کر ایک دوسری سے بات چیت کی کہ عزیز مصر کی عورت اپنے غلام پر فریفتہ ہوئے میں ہمارے نزدیک ظاہر غلطی پر ہے ۔ جب بی بی زلیخا نے یہ سنا تو چالیس عورتوں کو دعوت دی جن میں یہ پانچ بھی شریک تھیں پھر ان کے اعزاز میں کھانے کی مجلس تیار کی اور ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک ایک چاقو دے دیا تاکہ میوہ تراشنے میں انتظار کی تکلیف نہ ہو ۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا تو آپ کے حسن وجمال کے مشاہدہ میں تمام عورتیں حواس کھو بیٹھیں حتیٰ کہ بیہوش ہو کر میوہ جات کے بجائے ہاتھ کاٹ ڈالے

اور کہا: مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔ (پ۱۲ ع ۱۴)
اس کا جمال باکمال ایسا ہے۔ کہ بشر نہیں بلکہ نورانی صورت کے لحاظ
سے باعزت فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ انتخاب از کشاف ج ۴ ص ۲۵۲
(و معارج (ج ۳ ص ۱)) یونس فرخ آبادی نے کہا ہے۔ ؎

مانا کہ کٹیں انگشت زناں اعجاز تھا حسن یوسف کا
ہم نام یہ تیرے اُسے آقا سر اپنا کٹا یا کرتے ہیں
جس وقت چھٹے گی بزم جہاں دیکھینگے ان کا جلوہ وہاں
ایمان ہے یونسؔ تربت میں وہ شکل دکھایا کرتے ہیں

نکتۂ عطائے شفاعت

جب علم ازلی لم یزلی میں یہ بات متعین ہو چکی تھی کہ قیامت کے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شفاعت کرنے والے ہونگے اور اس دن ہیبت اور سیاست بھی اس حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ کہ ہر شخص کو اس دن کسی دوسرے کے حالات پر توجہ دینا بہت مشکل کام ہے۔ اسلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملکوت سمٰوٰت کی سیر فرمائی حتیٰ کہ آپ نے کائنات کے عجائب و غرائب مناظر و مشاہد، درجات جنت اور درکات جہنم، ثواب نعیم اور عذاب الیم ہر ایک کو مفصل مشاہدہ فرمایا اس مشاہدہ کا مقصد

یہ تھا کہ جب قیامت کے ہولناک منظر کے وقت سب نبی نفسی نفسی کہیں گے ۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امتی امتی فرمائیں گے ۔ اور قیامت کے شدائد اور زلازل سے نہ گھبرائیں گے ۔ اس کی مثال اس طرح ہے ۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو زمین پر ڈالا وہ اژدھا بن گیا اس وقت آپ کو حکم ہُوا کہ گھبراؤ نہیں بلکہ اس کو ہاتھ سے پکڑ لیجئے اور یہ پہلی حالت میں ہو جائے گا ۔ چنانچہ آپ نے اس اژدھا کو پکڑا فوراً ہی آپ کے ہاتھ میں عصا بن گیا ۔ کتابوں میں لکھا ہے ۔ کہ آپ کو یہاں اس معجزہ کا مشاہدہ اس لئے کرایا گیا تاکہ آپ کی طبیعت سے خوف زائل ہو اور فرعون کے سامنے جب یہ عصا اژدہا بن جائے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے عزم و استقلال میں مضبوط رہ جائیں ۔ اسی طرح معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام کائنات ارضی، سماوی بلکہ دنیوی اور اخروی واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا ۔ تاکہ قیامت کے ہولناک مناظر کے وقت آپ کے قلب مبارک پر کسی طرح ملال نہ آنے پائے ۔ صابر جالندھری نے کہا ہے

ہُوا دل کو شوق وصال محمد ﷺ بسا جا رہا ہے خیال محمد ﷺ

ہے آنکھوں میں جاہ و جلال محمد ﷺ اٹھے جا رہے ہیں حجابات عالم

نظر آرہا ہے جمال محمد صلے اللہ علیہ وسلم

کہا مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اے رب العزت — گناہوں سے لبریز ہے میری امت
اسی واسطے مضطرب ہے طبیعت — تو غفار ہے بخش دے میرے مولیٰ

یہی آپ سے ہے سوال محمد صلے اللہ علیہ وسلم

کہا سن کے حق نے آئے کملی والے — حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
پیارے تو اس غم کو راحت بنالے — جسے تو کہے گا اُسے بخش دوں گا

خدا ہو گیا ہم خیال محمد صلے اللہ علیہ وسلم

نکتہ اطلاع رحمت

ایک رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ مبارک نیند میں اور دل مبارک بیدار تھا۔ کہ یکایک حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پرواز کی آواز سن آپ بیدار ہو گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ سلام بھیجنے کے بعد فرماتا ہے۔ کہ میں نے آپ کو محض نیند کرنے کی خاطر پیدا نہیں کیا بلکہ گناہ گار امت کی شفاعت کے لئے پیدا کیا ہے۔ پھر آپ کو بطحائے مکہ میں لے گئے وہاں امت کے تمام گناہ چھوٹے اور بڑے قیامت تک جتنے ہونے والے تھے سب وہاں موجود تھے۔ جو کہ احاطہ شمار سے باہر تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

وہاں یہ تمام حالات دیکھنے کے بعد مغموم ہو گئے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوا کہ جس نبی کی امت اتنی گنہ گار ہو وہ بھی آرام کی نیند سو سکتا ہے؟ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی الہ العالمین! اتنے کثیر گناہوں کی معافی کی صورت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کی امت کے سارے گناہوں کی معافی آپ کی شب بیداری سے وابستہ ہے۔ اگر سارے گناہ معاف کرانے ہوں تو ساری رات جاگو اور اگر آدھے گناہ بخشوانے ہوں تو آدھی رات عبادت کرو اور تہائی گناہوں کی بخشش چاہتے ہو تو تہائی رات عبادت کریں۔ اور اگر دو تہائی گناہوں کی مغفرت چاہتے ہو تو دو تہائی حصّے رات کے عبادت سے زندہ کرو۔ بہر حال آپ کی امت کے گناہوں کی بخشش آپ کی شب بیداری پر موقوف ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ میں ساری رات جاگوں گا کیوں امت کے سارے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس ماجرا کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ساری راتوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی:-

حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہُ اَوْ سَاقَاہُ (بخاری شریف)

حتی کہ آپ کے قدم مبارک بلکہ پنڈلیاں مبارک کو ورم ہو گیا
حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی :- یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا
قَلِیْلًا نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ
تَرْتِیْلًا ۝ (پ ۲۹ ع ۱۳) علماء کرام نے اس آیت کا ترجمہ یوں
لکھا ہے .کہ اُٹھے رہا ضت کا کپڑا اوڑھنے والے اس کپڑے
کا حق ادا کرو اور ہر رات نماز نوافل پڑھتے رہو مگر رات کا کچھ
حصہ آرام کر لیا کرو ساری رات کی بیداری معاف ہے - اور
آپ کی شب بیداری آدھی رات یا اس سے کچھ کم ہو کہ تہائی
ہو جائے یا اس نصف پر کچھ زیادہ کر دو کہ دو تہائی حصہ ہو جائے
اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھا کرو آپ نے عرض کی وے
خداوندا ! گو آپ نے ساری رات کی بیداری معاف فرما دی
مگر جب مجھے امت کے گناہ یاد آتے ہیں تو نیند نہیں آتی اس لئے
ساری عبادت کرتا ہوں اس کے بعد یہ آیت اتری :- اِنَّا فَتَحْنَا
لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا
تَاَخَّرَ (پ ۲۶ ع ۸) اے میرے پیارے حبیب ہم نے تیرے لئے
فتح ظاہر عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تیری امت کے گزرے ہوئے
اور آنے والے سارے گناہ بخش دے اس آیت کہ شان نزول

کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب دستور سابق سار
رات عبادت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اب
سورت فتح نازل ہو چکی ہے۔ اور آپ کی مغفرت کا وعدہ بھی
ہو گیا ہے۔ اب آپ ساری رات کیوں بیدار رہ کر عبادت
کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام فرمایا:۔ اَفَلَا اَکُوْنَ
عَبْدًا شَکُوْرًا (بخاری شریف) کیا میں خدا تعالےٰ کا شکر گذار
بندہ نہ بنوں یعنی گو امت کی بخشش میری شب بیداری سے
وابستہ نہیں رہی۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اللہ جل شانہٗ کی نعمت
کا شکریہ ادا کروں جس نے میری امت کی بخشش کا وعدہ فرمایا
ہے۔ اس کے بعد آپ ساری رات بیدار ہو کر عبادت کرتے
اور امت کی مغفرت کی دعا کرتے اور اتنا روتے کہ فرشتگان مقرب
نے کہا اَے الہ العالمین! یہ کیا واقعہ ہے۔ کہ گنہ گار امت کے
لئے یہ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کس قدر بیدار رہتے ہیں
حتیٰ کہ ان کے رونے کی آواز آسمان تک پہنچ گئی اسوقت
یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:۔ طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ
لِتَشْقٰۤى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى (پ۱۶ ع ۱۰) اَے چودہ طبق
کے ایجاد کے باعث (کیونکہ طٰہٰ کے بحساب ابجد چودہ عدد ہوتے ہیں)

ہم نے قرآن مجید آپ کی تکلیف کے لئے نازل نہیں کیا بلکہ یہ نصیحت ہے۔ اس شخص کے لئے جس کے دل میں خدا کا خوف ہے۔ اس کے بعد معراج کے عطیہ سے نوازے گئے۔ اور یوں ارشاد ہوا کہ آپ بطحاء کے میدان میں امت کے گناہ دیکھکر مغموم ہو گئے اب ہمارے ملک و ملکوت کی سیر کرو اور ہماری مغفرت کے خزانے مشاہدہ کرو تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کی امت کے گناہ بہت ہیں۔ یا ہماری رحمت کے دریا بہت ہیں:- ؎

آفاق تیرہ گرچہ زروئے سیاہ ماست ❊ دریائے رحمتِ تو فزوں از گناہ ماست

کہتے ہیں کہ ساری رات کی بیداری کا حکم اس آیت سے منسوخ ہوا ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پ ۲۹) اور رات کے بعض حصہ میں آپ تہجد کی نماز ادا کیا کریں جو آپ کے لئے پانچ فرضی نمازوں کے علاوہ ایک زائد نماز فرض کی گئی ہے۔ اس نماز تہجد برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود میں مبعوث فرمادیگا جس میں آپ امت کی شفاعت کی قبولیت بدرجہ اتم پائیں گے۔

(ف) امت کے لئے نماز تہجد پڑھنا مستحب ہے۔ اور حضور علیہ السلام

کے حق فرض تھا۔ اسی لئے علماء کرام نافلہ کا معنیٰ ایک زائد نماز کا فرض ہونا بیان کرتے ہیں۔

عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر | خدائے محمد ﷺ برائے محمد ﷺ
محمد ﷺ برائے جناب الٰہی | جناب الٰہی برائے محمد ﷺ

نکتہ حل بحث ملائکہ

مِنْ حِکْمَةِ مِعْرَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اٰنَّہٗ

اِخْتَصَمَ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی فِی اَرْبَعِ مَسَائِلَ مِقْدَارَ اَرْبَعَةِ اٰلَافِ سَنَةٍ وَلَمْ یُوَفَّقُوْا لِحَلِّہَا فَلَمَّا بُعِثَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِمُوْا اَنَّ ھٰذِہِ الْمُشْکِلَاتِ اِنَّمَا تُحَلُّ مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَضَرَّعُوْا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی لِاَجَلِہٖ فَدَعَا اللّٰہُ حَبِیْبَہٗ اِلَیْہِ مَقَامَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی وَمِنْ جُمْلَتِہٖ ھٰذَا الْوَحْیِ قَوْلُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ رَئَیْتُ رَبِّیْ بِاَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی فَقُلْتُ اَنْتَ تَعْلَمُ یَا رَبِّ فَوَضَعَ یَدَہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ وَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ ھَلْ تَدْرِیْ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی فَقُلْتُ نَعَمْ فِی الْکَفَّارَاتِ وَالْمُنْجِیَاتِ وَالدَّرَجَاتِ وَالْمُہْلِکَاتِ قَالَ صَدَقْتَ یَا مُحَمَّدُ ثُمَّ قَالَ یَا مَلَائِکَتِیْ وَجَدْتُمْ

حَلَّ الْمُشْكِلَاتِ. فَاسْئَلُوْا اِشْكَالَكُمْ فَقَالَ اِسْرَافِيْلُ مَا الْكَفَّارَاتُ
فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكَارِهِ
وَمَشْيُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ
الصَّلٰوةِ ثُمَّ قَالَ مِيْكَائِيْلُ مَا الدَّرَجَاتُ فَقَالَ اِطْعَامُ
الطَّعَامِ وَاِفْشَاءُ السَّلَامِ وَالصَّلٰوةُ وَالنَّاسُ نِيَامٌ
ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِيْلُ مَا الْمُنْجِيَاتُ فَقَالَ خَشْيَةُ اللّٰهِ فِي
السِّرِّ وَالْعَلَنِ وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَالْعَدْلُ فِي
الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ ثُمَّ قَالَ عِزْرَائِيْلُ مَا الْمُهْلِكَاتُ
فَقَالَ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ لِنَفْسِهِ
فَقَالَ اللّٰهُ فِي كُلِّ صَدَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(بریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ ج ۲ ص ۲۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج میں ایک یہ نکتہ ہے۔ کہ چار
ہزار سال سے بڑے درجہ کے فرشتوں کی مجلس میں چار مسائل پر
بحث ہو رہی تھی۔ لیکن اس کو حل نہ کر سکے جب حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی بعثت ہوئی ان فرشتوں کو یقین ہوا کہ یہ مشکل مسائل
آپ سے ہی حل ہو سکیں گے تو ان سب فرشتوں نے اپنی مشکل
کشائی کے لئے نیاز اور زاری سے استدعا کی۔ پھر اللہ تعالےٰ

نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف بلایا اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کے مقام سے مشرف فرمایا اور وہاں جو وحی ہوئی اس میں سے ایک یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کریم کو احسن صورت میں دیکھا پھر فرمایا وہ کون سے مسائل ہیں جن میں بڑے مرتبے والے فرشتے بحث کر رہے ہیں۔ میں نے کہا اے میرے رب! تو ہی جانتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے اپنا بے مثل (قدرت کا) ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ ان کی ٹھنڈک کا اثر (فیضان خداوندی کا ظہور) میں نے اپنے سینہ میں پایا۔ اس کے بعد فرمایا اے پیارے محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ جانتے ہو وہ کون سے مسائل ہیں۔ جن میں بڑے مرتبہ والے فرشتے بحث کر رہے ہیں (اور الجھے ہوتے ہیں اسکا حل نہیں پا سکتے) میں نے عرض کی ہاں (وہ چار مسائل ہیں) کفارات اور منجیات اور درجات اور مہلکات۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا سچ کہا تو نے اے پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا اے میرے فرشتے! اب تم نے مشکلات حل کرانے کا موقعہ پالیا پس چاہیئے کہ تم اپنے اشکال

حل کرا لو - پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ کفارات کیا ہیں (وہ کون سے کام ہیں جن کے سبب سے اللہ تعالےٰ بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے)۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ تین کام ہیں۔ ایک یہ کہ سخت (سردی وغیرہ) میں وضو کا پورا کرنا ہے۔ (تمام اعضاءِ وضو پر پورے طور پر پانی پہنچانا تاکہ وضو کامل مکمل ہو جائے گناہوں کی مغفرت کا موجب ہے)۔ دوسرا یہ کہ نماز کو باجماعت ادا کرنے کی نیت سے پیادہ چل کر جانا تیسرا یہ کہ ایک نماز کی ادائیگی کے دوسری آنے والی نماز کی انتظار کرنا، پھر میکائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ درجات کیا ہیں؟ (وہ کون سے کام ہیں جن سے انسان کے درجے بلند ہوں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے بھوکوں کو کھانا کھلانا، اور سلام کو لوگوں میں عام کرنا اور رات کے وقت نماز (نوافل) پڑھنا جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی۔ منجیات کیا ہیں - (وہ کونسے کام ہیں جن پر عمل کرنے سے عذاب سے نجات ملتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (وہ یہ کام ہیں) ظاہری اور پوشیدہ حالات میں ہر طرح (اور ہمیشہ) اللہ تعالےٰ کا خوف

رکھنا اور فقر و غنیٰ ہر دو حال میں میانہ روی کرنا، اللہ غضب اور نرمی میں عدل و انصاف کرنا۔ پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ مہلکات کیا ہیں؟ (جن کاموں کے کرنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا (وہ تین کام ہیں) ایک یہ کہ بخل کی اطاعت کی جائے کہ بخل جس طرح حکم کرے اس پر عمل کرے۔ دوم یہ ہے کہ خواہش نفسانی کی اتباع کی جائے سوم یہ کہ انسان اپنے کو دوسروں سے اچھا گمان کرے پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب باتوں کے جواب درست بتائے ہیں اور سچ کہا ہے۔

تشریح حدیث اختصام ملأ اعلیٰ - اس حدیث شریف کے بارہ میں چند تشریحات ذکر کی جاتی ہیں۔ (الف) اللہ تعالیٰ خود بھی فرشتوں کی شکل حل فرما سکتے تھے۔ مگر منشاء ایزدی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کا اظہار مقصود تھا (ب) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے اَنْتَ تَعْلَمُ کہا کہ تو ہی سب کچھ جانتا ہے۔ اور پھر دوسری بار سب کچھ بتا دیا اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب نفی اور اثبات میں تعارض ہو جائے تو نفی کو قبل العلم یا علم ذاتی پر محمول کیا جائے (ج) اس

حدیث کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے (یاد رہے اس مثال سے توضیح مقصود ہے ۔ تشبیہ نہیں کیونکہ اللہ تعالے کے معاملات میں تشبیہ دینا معمولی کام نہیں) وہ یہ ہے سلطان سکندر کی عادت تھی جب ہی کسی ملک پر چڑھائی کرتا تو اس سے پہلے کسی بزرگ کے پاس دعا کے لئے حاضر ہوتا ۔ ایک دفعہ اس کی فوج نے عرض کی ۔ اے بادشاہ سلامت ، ہم آپ کی جان نثار فوج ہیں ، بہادر ہیں ، دلاور ہیں ، اپنے پاس ہر طرح جنگ کا ساز وسامان رکھتے ہیں ۔ ہمارے ہونے کے باوجود کسی بزرگ سے دعا کا کیا فائدہ ہے ؟ سلطان سکندر نے سر دست توان کو یہی کہکر ٹال دیا کہ تم اس بھید کو نہیں سمجھ سکتے ۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ فوج نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا اور چھ ماہ متواتر کوشش کے باوجود وہ قلعہ فتح نہ ہو سکا جب فوج کے سارے بھروسے ختم ہو گئے اس وقت سلطان سکندر ایک بزرگ کے پاس گئے اور دعا کی درخواست کی اور اس کی دعا کی برکت سے وہ قلعہ فتح ہوا اس وقت آپ نے فوج کو دعا کے اثر سے مفصل طور پہ آگاہ فرمایا ۔ اسی طرح جب اللہ تعالے نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا

ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ ہمارے ہونے کے باوجود خلیفہ بنانے کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو اجمالی جواب دیا۔ کہ اس بھید کو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے جب چار ہزار سال تک مسائل کی بحث کرتے رہے۔ اور اس کا حل نہ پایا۔ حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انکی مشکلیں حل ہوئیں تب اِنِّی جَاعِلٌ کا معنیٰ فرشتوں کے سامنے روشن ہو گیا ؎

جو عقدہ ملائک حل نہ کریں کئی مدت سال ہزاروں میں !
وہ راز اس کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

نکتہ اظہار عظمت

تفسیر بحر الدرر میں لکھا ہے کہ جب کائنات کا وجود عالم شہود میں ظاہر ہوا سب سے پہلے زمین نے فخر کیا اور کہا میں اقوات حیوانات کا معدن ہوں، پھولوں اور پودوں کے اگنے کی جگہ ہوں، میوہ جات کی پرورش کا مقام ہوں، لطف ربانی نے وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا کا فرش میرے بساط پر بچھایا ہے۔ آسمان نے کہا خوب صورت ستارے میرے دم سے روشن ہیں، وَزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ کی زینت میرے وجود سے قائم ہے۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔ کی غیر متناہی نعمتوں کی امانت میرے پاس موجود ہے۔ کرسی نے کہا۔

وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کی آیت میری شان میں نازل ہوئی۔ لوح نے کہا عشق اور اسرار محبت کا گنجینہ ہوں اہل معرفت کی روحوں کے لئے سکینہ ہوں، علوم غیبی کا مظہر اور حکم الٰہی کا منبع اور انوار قدسی کا مطلع ہوں، قلم نے کہا کہ میں راز دار (نٓ) وَالْقَلَمِ کے حقائق سے ہوں عرش نے کہا کہ میں رحمت رحمانی کی جلوہ گاہ ہوں اور عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کی شان میرے حق میں نازل ہے۔ ان سب کو اللہ تعالے کا فرمان ذی شان ہوا کہ ہمارا ایک محبوب برگزیدہ ہے۔ یہ تمہاری تمام عظمت اس کے سامنے اس طرح ہے جس طرح آفتاب کے پاس ایک ذرہ یا دریا کی نسبت ایک قطرہ تب تمام ارکان کائنات نے درخواست کی کہ ہمارے وجود کو اس کے مبارک قدم سے مشرف فرما۔ اللہ تعالے نے ان کی درخواست کو قبول فرما کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اجرام فلکی پہ بلند فرمایا ت، اس وقت معراج کے نکات کو ادب سیمابی کی اس رباعی پر ختم کرتا ہوں ؎

دشوار ہے اسرار معراج سے آگاہی
جب تک نہ کسی کو ہو عرفان شب اسریٰ
جب عرش پہ دنیا کے وہ روح رواں پہنچے
عالم کی ہوئی قربان شب اسریٰ ، ، ، ،

دلائل معراج جسمانی

جمہور سلف و خلف کا یہی عقیدہ ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس بات کے قائل ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بحالت بیداری اور جسمانی معراج ہوئی ہے۔ اب کوئی شخص معراج شریف کے محال ہونے پر دلائل قائم کرے تو ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہم معراج کو حضور علیہ الصلوٰۃ کا معجزہ کہتے ہیں۔ اور معجزہ وہ ہے۔ جس کا وقوع عادۃً محال ہو اور انکار کرنے والوں کو عاجز کرنے کے لئے وہ کمال ایک نبی کی ذات سے ظاہر ہو۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، حلم و قدرت، عظمت و حکمت پر پوری طرح ایمان لایا ہے۔ اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت، صداقت اور کمالات کی دل سے تصدیق کرتا ہے۔ وہ واقعہ معراج یا اس قسم کے معجزات کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ قادر مطلق جب اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو براق برق رفتار پر سوار کر کے بڑی راحت اور تکریم کے ساتھ چشم زدن میں زمین سے مقام اَو اَدنیٰ سے لے گیا تو اس کی قدرت کے آگے کون سی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی حاصل کلام یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج اور آپ کے کمالات کا انکار

قدرت الہی کا انکار ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے معراج کی آیت کو لفظ سُبْحَانَ سے شروع کیا۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور کمالات کو بے عیب جانتا ہے۔ وہ اس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو عقل کی کسوٹی سے نہیں جانچتا ؎

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں
تیرا محرم راز ہے روح الامیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے
شہا تیرا مثل نہیں خدا کی قسم

برہان قرآن مجید

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِجَسَدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلُهٗ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ وَلَفْظُ الْعَبْدِ عِبَارَةٌ عَنْ مَجْمُوْعِ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (سراج منیر ج ۲ ص ۱۷۷)

اور ان دلائل میں سے ایک یہ بھی دلیل ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسمانی معراج ہوئی اور وہ دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ اس لئے کہ عبد کا لفظ ہمیشہ روح اور جسم دونو پر اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ فَأَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا إِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (پ ۲۵ ع ۱۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے بندوں بنی اسرائیل کے لوگوں کو رات کے وقت

مصر سے باہر لے چلو کیوں کہ دن ہو گیا تو قبطی تمہارا تعاقب کر کے نہیں جانے دیں گے اب اگر کوئی شخص اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ کا یہ معنیٰ کرے کہ اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندے کو خواب کی حالت میں روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس کی طرف لے گیا تو یہ معنیٰ اس کے مشابہ ہے۔ کہ کوئی شخص فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ کا مطلب یوں بیان کرے کہ اے موسیٰ علیہ السلام میرے بندوں کو بحالت خواب محض روحانی طور پر مصر سے کنعان کی طرف لے چلو لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں جسمانی معراج مقصود ہے۔ اگر روحانی اور خواب کا واقعہ ہوتا تو قرآن مجید میں اَسْریٰ بِرُوْحِ عَبْدِہٖ نازل ہوتا (ماخوذ از عمدۃ القاری ج ۷ ص۲۲۹ اور تفسیر کبیر ج ۵ ص۵۲۳ اور الروض الانف ج ۱ ص۲۴۳)

برہان حدیث شریف

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ (بخاری ج ۱ ص۵۴۸ مسلم ج ۱ ص۹۶)

بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے قریش نے جھٹلایا تو میں حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ٹھہر گیا۔

اللہ تعالٰے نے میرے سامنے بیت المقدس کو ظاہر فرمایا پھر میں نے ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی حالانکہ میں اسوقت بیت المقدس کی طرف دیکھ رہا تھا" کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ اس حدیث شریف سے جسمانی معراج ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو جھٹلانے کی کیا ضرورت تھی (تفسیر فتح القدیر از شوکانی ج ۲ ص ۲۵۳ خفاجی شرح بیضاوی ج ۲ ص ۶ یواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳ مزید براں جب مسجد اقصیٰ کے نشانات بتائے گئے تو صحیح صحیح بتائے گئے، قافلوں کے حالات سنائے گئے تو سچ سچ سنائے گئے مقام الروحا پر پیالہ سے پانی نوش فرمایا تو پیالہ خالی پایا گیا۔ ذی مروہ مقام پر براق کی رفتار کے فراٹے سے اونٹ ڈر کر کودا تب شتر سوار اس سے گرا اور اس کے ہاتھ کی کلائی ٹوٹ گئی ان تمام واقعات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ معراج بحالت بیداری ہوئی (الروض الانف ج ۱ ص ۲۴۴) ہاں! سہ

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!
آنکھ والا تیرے جلووں کا تماشا دیکھے

برہان قول صحابی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جسمانی معراج کے

وقوع کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جو خدا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ہزار بار آسمان سے زمین پر اتار سکتا ہے۔ وہی خدا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے۔ اس کے بعد امام فخرالدین رازی اس قول کی تشریح میں یوں ارقام پذیر ہیں کہ اگر جسم کثیف کا اپنے ارضی مرکز سے عالم سماوی میں جانا ناممکن ہے۔۔ تو جسم لطیف کا اپنے سماوی مرکز سے عالم دنیا میں آنا کس طرح ممکن ہو گا پس چاہیئے کہ جو شخص جسمانی معراج کا انکار کرتا ہے۔ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اترنے کا لازمی طور پر انکار کرتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ جو خدا تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے ملکوتی مرکز سے دوسرے عالم (ناسوتی مرکز) میں بھیج سکتا ہے۔ تو وہ قادر مطلق اپنی قدرت سے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو اس دنیاوی مرکز سے سماوی مرکز میں بھیج سکتا ہے۔ (حاصل از تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۴۲) یعنی جو شخص قرآن کے نزول کا قائل ہے۔ وہ معراج جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ جو شخص عالم بالا سے عالم سفلی میں ملائکہ کے نزول کا قائل ہے۔ وہ عالم سفلی سے عالم بالا میں حضور سراپا نور صلے اللہ علیہ وسلم کے عروج کا قائل ہے :-

برہان روایت و درایت

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ اَنَّہٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ طَلَبْتُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ الْبَارِحَۃَ فِیْ مَکَانِكَ فَلَمْ اَجِدْكَ فَاَجَابَہٗ اَنَّہٗ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَمَلَنِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (شفا شریف ج ۱ صفحہ ۱۹۱) عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبْتُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ الْبَارِحَۃَ فِیْ مَکَانِكَ فَلَمْ اَجِدْكَ فَاَجَابَ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَمَلَہٗ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (نبراس صفحہ ۱۷۲) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے اس رات عرض کی جس رات میں آپ کو معراج ہوئی کہ میں نے آج رات آپ کو آپ کی جگہ پر تلاش کیا اور آپ کو نہ پایا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ میں نے آپکو آج رات آپ کی جگہ پر تلاش کیا اور میں نے آپ کو نہ پایا آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے مسجد اقصیٰ میں لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ام ہانی کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ حضرت ام ہانی کا کہنا ہے۔ کہ رات کے ایک حصہ میں میں نے آپ کو گم پایا اور میری نیند اچاٹ ہو گئی اس خوف سے کہ کوئی دشمنوں کی طرف سے لاحق ہو جائے اور ابن سعد سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے اس رات اپنی قیام گاہ پر نہ پایا تو بنو عبدالمطلب آپ کی تلاش میں ادھر ادھر چکر لگاتے تھے۔ کہ حضرت عباس ذی طویٰ مقام میں یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پکارتے تھے۔ حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا لبیک لبیک حضرت عباس نے عرض کیا آپ نے اپنی قوم کو تھکا دیا آپ کہاں تھے آپ نے فرمایا۔ کہ بیت المقدس کی طرف گیا تھا عرض کیا آج کی رات وہاں گئے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں آج ہی رات وہاں گیا تھا پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ ہر طرح خیریت سے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں بالکل ہر طرح خیریت سے ہوں کہتے ہیں۔ کہ معراج سے واپسی پر آپ نے ذی طویٰ پر براق سے اتر کر حضرت عباس سے یہ بات چیت کی ہو گی۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۰۵)

برہان تاریخ عالم

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجا حدیث کی کتابوں میں حضرت دحیہ کے جانے اور وہاں شاہی دربار میں پہنچنے کا پورا واقعہ موجود ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ قیصر روم نے جو بیت المقدس کی زیارت کے لئے شام میں موجود تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکتوب گرامی پڑھنے کے بعد وہاں عرب تاجروں کو بلایا ابوسفیان (اسلام لانے سے پہلے) اور ان کے ہمراہی قیصر روم کے سامنے پیش کئے گئے قیصر روم نے ان سے چند سوالات کئے جن کا ذکر بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ ابوسفیان کا قول ہے۔ کہ میں چاہتا تھا کہ ہرقل قیصر روم کے سامنے کوئی ایسی بات کروں جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ شان اس بادشاہ کی نظروں میں گر جائے مگر مجھے خوف تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے اور میں بدنام ہو جاؤں اور میری سرداری پر بھی داغ آ جائے میں اس فکر میں تھا۔ کہ مجھے معراج کے متعلق اسکی بات یاد آ گئی میں نے فوراً کہا اے بادشاہ! کیا میں آپکو ایسی بات نہ بتاؤں کہ جس کے سننے سے تجھے یقین ہو جائے کہ یہ شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا بات ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں

ایک ہی رات میں مکہ سے چلا اور ایلیاء (بیت المقدس) میں آیا اور اسی رات ہی مکہ میں واپس ہوگیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ جس وقت میں یہ بات کہہ رہا تھا اس وقت بیت المقدس کا متولی جو عیسائیوں کا بڑا پادری تھا۔ قیصر روم کے پاس کھڑا ہو کر سب کچھ سن رہا تھا۔ میری بات پوری ہونے کے بعد وہ پادری بولا کہ مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر روم نے کہا تجھے کس طرح علم ہے۔ پادری نے کہا میری عادت ہے۔ کہ میں ہر روز رات کو سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیتا ہوں اس رات میں نے تمام دروازے بند کر دیئے مگر انتہائی کوشش کے باوجود ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا میں نے اپنے کارندوں اور تمام حاضرین سے مدد لی سب نے پورا زور لگایا مگر دروازہ نہ ہل سکا بالآخر میں نے سوچا کہ اوپر کی عمارت نیچے آگئی ہے۔ جس کے سبب سے اوپر کی چوکھٹ کا اس پر دباؤ پڑ گیا ہے اب رات کو کچھ نہیں ہو سکتا صبح دیکھیں گے جو خرابی بھی ہے۔ درکھانوں کو بلا کر درست کرائی جائے گی۔ پادری نے کہا دروازہ یونہی دکواڑ کھلے چھوڑ کر ہم لوگ واپس چلے آئے صبح ہوتے ہی میں وہاں آیا اور یکایک دیکھتا ہوں کہ مسجد کا وہی دروازہ بالکل

ٹھیک ہے۔ اور مسجد کے کونہ میں جو پتھر پڑا تھا اس کے سوراخ سے سواری کے باندھنے کا نشان نظر آیا یہ منظر دیکھ کر میں سمجھ گیا آج کی رات انتہائی کوشش کے باوجود کواڑوں کا بند نہ ہونا اور پتھر کے سوراخ کا واضح ہو جانا اور پھر اس میں جانور باندھنے کا نشان ہونا حکمت سے خالی نہیں تب میں نے سوچا کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ایک آخر زمان نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس سے آسمان پر جانا تھا آج رات وہ تشریف لے جا چکے ہیں پھر سب لوگوں کو بلاکر حقیقت سے آگاہ کیا (درمنثور ج ۴ صـ۱۵۷ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ صـ۱۲) روح البیان ج ۲) سیرت حلبیہ ج ۱ صـ۴۰۱

برہان فقہی

شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے۔ جب دو چیزیں جمع ہو جائیں اس طرح کہ ایک اِن میں غالب ہو اور دوسری مغلوب ہو۔ تو حکم غالب کا معتبر ہے مثلاً دودھ اور پانی ملاکر کسی شیر خوار بچہ کو پلائیں اگر دودھ غالب ہے رضاع ثابت ہے۔ اگر پانی غالب ہے۔ تو رضاع ثابت نہیں ہوتا اسی طرح اگر خون آلودہ لعاب منہ سے خارج ہو اگر خون غالب ہے۔ تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر لعاب غالب ہے۔ تو وضو بر حال رہ جاتا ہے۔ اسی طرح کھوٹی چاندی ہے

اگر خالص چاندی غالب ہے۔ تو حکم چاندی میں ہے۔ اور اگر کھوٹا پن غالب ہے۔ تو وہ کھوٹے پن کے حکم میں ہے۔ اسی طرح جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت مبارکہ عنصریت مطہرہ پر غالب آئی تو اس کے پرواز میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ اس لئے صوفیاء کرام کا مقولہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بلحاظ نورانیت زمین سے آسمان پر جانا تعجب کا باعث نہیں بلکہ آسمان سے زمین پر اترنا تعجب خیز ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں حضرت امیر خسرو دہلوی کا قطعہ ملاحظہ ہو ؎

چہ بوشی رفعتِ خود را بکنج مسکنت ایں جا
کہ شد از مقعد صدقت براں سو صد ہزار اوطان۔
کرم برخاکیاں داری وگرنہ کئے بہ گل خسپید
تنے زاں گونہ کش اعلاء وادنی است خانومان

برہان اہل کشف

حضرت محی الدین شیخ اکبر رضی اللہ عنہ جسمانی معراج کی دلیل یوں تحریر فرماتے ہیں۔ وَكَانَ الْاِسْرَاءُ بِرُوْحِهٖ وَتَكُوْنُ رُؤْيَا رَاٰهَا كَمَا يَرَى النَّائِمُ فِيْ نَوْمِهٖ مَا اَنْكَرَهٗ اَحَدٌ وَلَا نَازَعَهٗ اَحَدٌ وَاِنَّمَا اَنْكَرُوْا عَلَيْهِ كَوْنَهٗ اَعْلَمَهُمْ اَنَّ الْاِسْرَاءَ كَانَ بِجِسْمِهٖ فِيْ

هٰذِہِ الْمَوَاطِنِ کُلِّهَا (فتوحات مکیہ صفحہ ۳۶۷) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج اگر روحانی ہوتی جیسا کہ کوئی شخص خواب میں کوئی واقعہ دیکھتا ہے۔ تو اس بات کا کوئی انکار نہ کرتا اور نہ کوئی آپ سے تنازع کرتا کفار نے معراج کا انکار اس لئے کیا تھا۔ کہ انہوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتلایا تھا۔ کہ تمام مواقع میں معراج جسمانی ہوا ہے؟ حیرانی کی بات ہے۔ کہ کفار کو تو یقین ہے۔ کہ آپ جسمانی معراج کا دعویٰ پیش کر رہے ہیں اس لئے انکار کر دیا مگر اسلام کے دعوئی دار آپ کی معراج کو روحانی قرار دیں تو مقام حیرت ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

اب گلشن دین کی لیجئے خبر بلبل نے پھیری گل سے نظر
ہر گل ہے پریشاں آئیے آقا انجام گلستان کیا ہوگا
رہزن بھی چلا بن راہبر ڈاکو بھی چلا بن کے لیڈر
جو شمع بجھانے آیا ہے وہ شمع شبستاں کیا ہوگا

برہان مشاہدۂ حس

مشہور ہے کہ ایک دفعہ کوئی فلاسفر لیکچر کر رہا تھا۔ اور معراج کے مضمون کا انکار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ جسم عنصری کا آسمانوں سے پار چلا جانا عقل باور نہیں کر سکتی۔ ایک مسلمان نے اس سے دریافت

کیا کہ آپ کو عینک لگانے کے بعد بھی آسمان کے ستارے نظر آرہے ہیں یا نہ۔ فلاسفر کہنے لگا اس میں بھی کوئی شک کر سکتا ہے کیونکہ شیشہ آنکھوں کی بینائی کے سامنے آڑ نہیں بن سکتا۔ مسلمان نے جواب دیا کہ تیری آنکھوں کی نگاہ عینک کے شیشہ سے نہیں رک سکتی اور ستاروں تک پہنچ گئی تو بتاؤ کہ خدا کے نور کے سامنے یہ آسمان کیسے آڑ بن سکتے ہیں ؎

مخالف آج کہتے ہیں نبی کس طرح افلاک پر پہنچے
فلک پر کون سے در تھے کہ عرش پاک پر پہنچے
مخالف کی یہ کیسی بے ڈھنگی گفتار ہوتی ہے
رسول پاک کے آگے فلک کی آڑ ہوتی ہے
نور حق کے سامنے کہیں دیوار ہوتی ہے
نظر پڑتی ہے جب شیشہ پہ تو فوراً پار ہوتی ہے

(ف) یہ جواب مخالفین کے لئے حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سراپا نور ہیں۔ اس لئے کہ متعدد آیات قرآنی مثلاً۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (پ ۶ ع ۷) اور مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (پ ۱۸ ع ۱۱) اور يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ (پ ۲۸ ع ۹) میں حضور علیہ السلام

کی نورانیت مبارکہ کا ذکر ہے۔ علامہ اقبال نے خوب کہا ہے

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھا کر!

وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھے ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

معراج منامی کے جواب

اب یہاں ان شبہات کا جواب دیا جاتا ہے۔ جن سے منامی معراج معلوم ہوتا ہے (۱) فَقَوْلُهُ فِي الْيَقْظَةِ إِشَارَةٌ إِلَى الرَّدِّ عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْمِعْرَاجَ كَانَ فِي الْمَنَامِ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْمِعْرَاجِ فَقَالَ كَانَتْ رُؤْيَا صَالِحَةً وَرُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَأُجِيبَ بِأَنَّ الْمُرَادَ الرُّؤْيَا بِالْعَيْنِ وَالْمَعْنَى مَا فُقِدَ جَسَدُهُ عَنِ الرُّوحِ بَلْ كَانَ مَعَ رُوحِهِ وَكَانَ الْمِعْرَاجُ لِلرُّوحِ وَالْجَسَدِ جَمِيعًا وَقَوْلُهُ بِشَخْصِ إِشَارَةٌ إِلَى الرَّدِّ عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ كَانَ لِلرُّوحِ فَقَطْ وَلَا يَخْفَى أَنَّ الْمِعْرَاجَ فِي الْمَنَامِ أَوْ بِالرُّوحِ لَيْسَ مِمَّا يُنْكَرُ عَلَيْهِ كُلَّ الْإِنْكَارِ وَالْكَفَرَةُ أَنْكَرُوا

اَمْرُ الْمِعْرَاجِ غَايَةَ الْاِنْكَارِ بَلْ كَثِيْرٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِرْتَدُّوْا
بِسَبَبِ ذَالِكَ (وَسیلہ احمدیہ والذریعہ السرمدیہ شرح طریقۂ محمدیہ
ج ۱ صفحہ ۱۸۰) حضرت مولانا رجب بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۹۳ھ
میں اپنی تصنیف مبارک میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ طریقہ محمدیہ
میں فِی الْیَقْظَۃِ لکھنا اس کا جواب مطلوب ہے۔ جو کہتے ہیں
کہ معراج خواب کی حالت میں تھا جیسا کہ امیر معاویہ سے روایت
ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا معراج کیسے ہوئی کہا کہ یہ ایک اچھے
قسم کا خواب تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے۔ کہ وہ فرماتی ہیں۔ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
جسم مبارک کہیں گم نہیں ہوا اور اللہ عزّ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے
تیرے خواب کو جو تجھے دکھایا تھا۔ لوگوں کو آزمائش میں ڈال دیا
تھا۔ ان سب باتوں کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ رؤیا سے خواب
کا معنیٰ مراد نہیں بلکہ آنکھ کا دیکھنا مراد ہے۔ اور حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کی حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کے جسم مبارک کو
روح سے الگ اور گم نہیں پایا گیا۔ بلکہ جسم بھی روح تھا۔ معراج
روح اور جسم ہر دو کو جمیعًا ہوئی تھی اور ماتن نے بِشَخْصِہٖ کہا
اس شخص کے خیال کا جواب ہے۔ جو کہتا ہے معراج صرف

روح کو ہوئی ہے۔ اور مخفی نہ رہے۔ معراج اگر خواب کی حالت میں
ہو یا صرف روح کے لئے ہو۔ انکار کے قابل بات نہیں حالانکہ
کفار نے معراج کی اصلیت کا پورا پورا انکار کیا بلکہ بہت سے
خام عقیدہ کے اس واقعہ کی وجہ مرتد ہو گئے (نعوذ باللہ)
(۲) وَقَوْلُهُ فِي حَدِيثٍ آخَرَ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ وَقَوْلُهُ أَيْضًا
وَهُوَ نَائِمٌ وَقَوْلُهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ فَلَا حُجَّةَ فِيهِ إِذْ قَدْ يَحْتَمِلُ
إِنَّ أَوَّلَ دُخُولِ الْمَلَكِ إِلَيْهِ كَانَ وَهُوَ نَائِمٌ أَوْ أَوَّلَ حَمْلِهِ
وَالْإِسْرَاءِ بِهِ وَهُوَ نَائِمٌ وَلَيْسَ فِي الْحَدِيثِ أَنَّهُ كَانَ نَائِمًا
فِي الْقِصَّةِ كُلِّهَا إِلَّا مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ وَأَنَا
فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَلَعَلَّ قَوْلَهُ اسْتَيْقَظْتُ بِمَعْنَى أَصْبَحْتُ
أَوِ اسْتَيْقَظَ مِنْ نَوْمٍ آخَرَ بَعْدَ دُخُولِهِ بَيْتَهُ (شفا شریف ج اص۱۹۲)
وَوَجْهٌ رَابِعٌ وَهُوَ أَنْ تُعَبِّرَ بِالنَّوْمِ هٰهُنَا عَنْ هَيْئَةِ النَّائِمِ
مِنَ الْاِضْطِجَاعِ وَيُقَوِّيهِ قَوْلُهُ فِي رِوَايَةِ عَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ
عَنْ هَمَّامٍ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ وَرُبَّمَا قَالَ مُضْطَجِعٌ وَفِي
رِوَايَةِ هُدْبَةَ عَنْهُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ فِي الْحَطِيمِ وَ
رُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعٌ وَقَوْلُهُ فِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرَىٰ
بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ فَيَكُونُ سَمَّى هَيْئَتَهُ بِالنَّوْمِ

لِمَا کَانَتْ هَیْئَةَ النَّائِمِ غَالِباً (شفا شریف ج ص ۱۹۳

اور قول اسکا کہ دوسری حدیث میں ہے۔ بَیْنَ النَّائِمِ وَالْیَقْظَانِ
اور قول اس کا بھی وَهُوَ نَائِمٌ اور قول اس کا ثُمَّ اَسْتَیْقَظْتُ
اس میں روحانی معراج کی دلیل قائم نہیں ہوسکتی اس لئے کہ
احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ جب پہلے فرشتہ آپکی خدمت میں پہنچا
آپ نیند میں تھے۔ اور حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے۔ کہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کے سارے واقعہ نیند کی
حالت میں تھے۔ ہاں ایک لفظ ہے۔ جو بظاہر اس پر دلالت کرتا
ہے۔ وہ یہ کہ ثُمَّ اسْتَیْقَظْتُ وَاَنَا فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس شاید،
اسْتَیْقَظْتُ کا معنیٰ اَصْبَحْتُ ہے۔ یا گھر میں پہنچے کے بعد جو نیند
آپ نے فرمائی اس سے بیدار ہو نا مراد ہے۔ اور چوتھی وجہ
یہ بھی ہوسکتی ہے۔ کہ کروٹ کے بل لیٹنے کو نوم سے تعبیر کیا
گیا ہو۔ جیسے عربی میں اضطجاع کہتے ہیں اور عبید بن حمید جو ھمام
سے روایت کرتے ہیں۔ کبھی سونے کا لفظ کہتے ہیں۔ اور کبھی لیٹنے
کا ذکر تے ہیں۔ اور حضرت ھدبہ کی ھمام سے روایت میں بھی
یوں ہے۔ کہ میں حطیم میں سویا تھا اور کبھی فرمایا کہ میں حجر (حطیم)
میں لیٹا ہوا تھا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ میں نیند

اور بیداری کے درمیان تھا۔ تو نیند کی حالت کو نیند سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۳) امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فَاسْتَیْقَظَ وَھُوَ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے تحت ارقام فرماتے ہیں وَاَقَلَّہٗ قَوْلَہٗ فَاسْتَیْقَظَ وَھُوَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاِنْ حُمِلَ عَلٰی ظَاھِرِہٖ جَازَ اَنْ یَّکُوْنَ نَامَ بَعْدَ اَنْ ھَبَطَ مِنَ السَّمَاءِ فَاسْتَیْقَظَ وَھُوَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَجَازَ اَنْ یُّؤَوَّلَ قَوْلُہٗ اِسْتَیْقَظَ اَیْ اَفَاقَ مِمَّا کَانَ فِیْہِ فَاِنَّہٗ کَانَ اِذَا اُوْحِیَ اِلَیْہِ یَسْتَغْرِقُ فِیْہِ فَاِذَا انْتَھٰی رَجَعَ اِلٰی حَالَتِہِ الْاُوْلٰی فَکَفٰی عَنْہُ بِالْاِسْتَیْقَاظِ فتح الباری ج ۱۳ صلاکہ) کم از کم روایت کرنے والے کا یہ قول ہے کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو آپ مسجد حرام میں تھے۔ اس قول کو ظاہر پر بھی حمل کرنا جائز ہے۔ اور اس کی تاویل بھی کی جا سکتی ہے۔ ظاہر پر حمل کریں تو یہ کہینگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان سے واپس تشریف لاکر مسجد حرام میں سو گئے۔ پھر جب بیدار ہوئے۔ تو مسجد حرام ہی میں تھے۔ اور اگر تاویل کریں تو یہ معنیٰ ہونگے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب معراج کے حال سے افاقہ ہوا تو آپ مسجد حرام میں تھے۔ کیونکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی ہوتی تھی

تو آپ اس میں مستغرق ہو جاتے جب وحی ختم ہو تی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو حالت استغراق سے افاقہ ہو جاتا تھا۔ یہی کیفیت معراج کے لئے ہوئی حتی کہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج میں رہے۔ آپ پر استغراق طاری رہا۔ جب حضور علیہ السلام والسلام مسجد حرام میں واپس آئے آپ سے وہ استغراق زائل ہوا جس کو راوی بیدار ہونے سے تعبیر کرتا ہے۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ مَا فَقَدْتُ جَسَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ۔ معراج کی رات میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک گم نہیں پایا تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو معراج ۱۲ سنہ نبوی میں ہوئی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی مبارک ہجرت کے بعد ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ السلام کے پاس پایا جانا مشکل ہے۔۔ پھر ان کا فرمانا کہ میں نے جسم مبارک کو معراج کی رات گم نہ پایا کیوں کہ تصور میں آسکتا ہے۔؟ سوا اس کے اور کوئی صورت نہیں بن سکتی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد روحانی معراجوں

سے کسی روحانی کا ذکر فرما رہی ہیں۔ اس حدیث میں معراج متعارف کے جسمانی ہونے کا انکار ثابت نہیں ہو سکتا :۔

(۵) اب رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ۔
وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ پ۱۵ ع
اور نہیں کیا ہم نے اس رؤیا کو جو آپ کو دکھائی لیکن لوگوں کے لئے آزمائش تھی ۔

(الف) بعض لوگوں نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے معراج منامی کا قول کیا ہے ۔ اور کہا ہے کہ رؤیا کا معنیٰ خواب کا ہے ۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کو خواب میں معراج ہوئی حالانکہ اس آیت کو صلح حدیبیہ یا جنگ بدر کی خواب پر بعض مفسرین نے جب محمول کیا ہے تو اس آیت کا معراج پر محمول کرنا حتمی اور یقینی نہ رہا کیوں کہ اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے ۔

(ب) رؤیا بمعنی رؤیت بصری میں مستعمل ہے علی الخصوص رات کو آنکھ سے دیکھنے کے معنیٰ میں شائع اور ذائع ہے ۔ لغت عرب میں اس کے بہت شاہد ہیں ۔ از اں جملہ دیوان متنبی میں ابوالطیب نے بدر بن عمار کی تعریف میں لکھا ہے ۔

مَضَی اللَّیْلُ وَالْفَضْلُ الَّذِیْ لَا یُمْعِنِیْ !
رُؤْیَاکَ اَحْلٰی فِی الْعُیُوْنِ مِنَ الْغَمْضِ

رات تمام ہوگئی اور تیری فضیلت ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ دائم اور ثابت ہے۔ اور تیری صورت کا دیکھنا آنکھوں میں نیند سے زیادہ میٹھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے یہاں رؤیا بمعنیٰ رؤیت بصری استعمال ہُوا جو کہ ایک فصیح بلیغ شاعر کا قول ہے۔ جس کو محاورہ کلام عرب میں لبطور حجت اور دلیل کے پیش کیا جا سکتا ہے۔

(ج) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیَھَا رَسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ۔ بخاری شریف ج ا ص۵۵ رؤیا سے یہاں آنکھ دیکھنا مراد ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج رات بیت المقدس تک دیکھا ہے۔ اس حدیث کے حاشیہ ۵ پر امام کرمانی کا مقولہ منقول ہے۔ رُؤْیَا عَیْنٍ، قَیَّدَ بِہٖ لِلْاَشْعَارِ بِاَنَّ رُؤْیَا بِمَعْنَی الرُّؤْیَۃِ فِی الْیَقْظَۃِ لَا رُؤْیَا النَّائِمِ۔ رؤیا کو آنکھ کے دیکھنے سے مقید فرمایا کہ لفظ رؤیا بحالت بیداری کے دیکھنے کے مستعمل ہے۔ اور خواب اور نیند کا واقعہ نہیں۔ خواجہ نظامی گنجوی فرماتے ہیں ؎

نہ ہر سینہ را رازدانی دہند — نہ ہر دیدہ را دیدبانی نہند

نہ ہر گوہرے درۃ التاج شد — نہ ہر مرسلے اہل معراج شد

برائے سر انجام کار صواب — یکے از ہزاراں شود انتخاب

مکہ شریف سے معراج ہونے میں راز

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ شریف سے معراج ہوئی اور بعد از ہجرت مدینہ منورہ سے معراج نہ ہوئی

اس میں بہت راز اور بھید ہیں۔ گو ان رازوں کو اللہ جانتا ہے مگر عشق ومحبت کے مستانوں کے لئے کچھ اشارے لکھے جاتے ہیں

(الف) مکہ سے مدینہ تک نزول انوار" اللہ تعالےٰ نے چاہا تاکہ مکہ سے مدینہ منورہ تک جو زمین ہے۔ اس پر انوار معراجیہ کا ورود ہو اور ان انوار سے برکت حاصل ہو اس لئے مکہ شریف سے معراج ہوئی اگر مدینہ منورہؓ سے معراج ہوتی تو مکہ اور مدینہ کے درمیان والی زمین معراج کے انوار و برکات سے مستفیض نہ ہو سکتی :۔

(ب) شعب ابی طالب کا صلہ"۔ ابوطالب کی گھاٹی میں پورے تین سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام اس حال میں رہنے پر مجبور کیا گیا کہ زندگی کے تمام ذرائع ان سے

روک لئے گئے۔ حتی کہ کھانا بند کر دیا گیا اور پانی بھی بند کر دیا گیا ایسے سخت دباؤ ڈال کر بائیکاٹ کیا گیا جس سے زیادہ بائیکاٹ ممکن نہ تھا فائدہ ہے۔ جس چیز کو ایک طرف دباؤ گے تو دوسری طرف اسکا ابھرنا ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے شعب ابی طالب کی تکالیف کا آپ کو وہ صلہ ملا جو حرا کے واقعہ سے زیادہ ندرت رکھتا ہے۔ جو کسی مکتب میں نہیں گئے اور اس کو کتاب دی گئی۔ وہی فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات کی ایک آن میں مجھے وہ عروج حاصل ہوا جو آج تک کسی کو نہ ہوا اور نہ ہو گا (النبی الخاتم)

(ج) دنیوی اور اخروی برکات کے دو چشمے" جس طرح بچہ کو ماں کے پیٹ میں ناف سے غذا ملتی ہے۔ اسی طرح تمام روئے زمین کو ساری برکتیں بیت اللہ سے ملتی ہیں۔ اس لئے اس کو ناف زمین بھی کہتے ہیں۔ جیساکہ ریاض التحقیق نادر میں لکھا ہے۔ اور بیت المقدس قیامت کے دن لوگوں کے وقوف کی جگہ ہے۔ اس دن جنتی برکتیں ان لوگوں کو ملیں گی جو اس کے مستحق ہونگے وہ بیت المقدس سے ملیں گی یہی وجہ ہے کہ اسراء کی ابتداء مکہ شریف سے اور اسکی انتہاء بیت المقدس میں ہوئی تاکہ دنیا اور آخرت کے برکات کے دو چشمے رسالت

کے ان انوار سے مستفیض ہوں جو معراج میں جلوہ گر تھے۔

(د) ابتداء اور انتہا میں مساوات،، آپ کو مکہ شریف سے اس لئے معراج ہوئی تاکہ اسراء کی ابتدا اور انتہاء میں مساوات ہو جائے یعنی معراج وہ سفر جس کا زمین سے تعلق ہے۔ ایک بیت اللہ (خانہ کعبہ) سے شروع ہوا اور دوسرے بیت اللہ (بیت المقدس) میں ختم ہوا گویا بعنوان دیگر یوں کہہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کا مہمان اللہ تعالیٰ کے گھر سے چلا اللہ تعالیٰ کے گھر میں گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے۔ مِنْهُ الْبِدَايَةُ وَاِلَيْهِ النِّهَايَةُ اس سے شروع اور اسی تک مقصود کی انتہا ہے۔

(ھ) ،، تسلی دادن فاطر عاطر را ،، مکہ شریف سے معراج ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ جتنی مکہ میں ایذا دی گئی اتنی کہیں بھی نہیں دی گئی جب کفار نے ایذاء میں نہایت کر دی تو رب کریم نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو تسلی دی اور قدرت کے وہ عجائب اور غرائب دکھائے اور سنائے جو نہ کسی نے دیکھے اور نہ کسی نے سنے ہیں۔

(و) وسماء شریف میں جزوی تناسب ،، جب رحمۃ اللعلمین

صلے اللہ علیہ وسلم نے رب العلمین کی بارگاہ کا قصد فرمایا۔ تو آپ کا یہ مقدس معراج اس مقدس مقام سے شروع ہے جس کا نام ھدی للعلمین ہے۔ کیونکہ ان اسماء شریفہ میں ایک قسم کا جزوی تناسب تھا:۔

کیفیت سیر معراج

بعض حضرات نے سیر معراج کی توجیہ سرعت سیر سے کی ہے۔ یہانتک کہ مکان اور زمان ہر دو اپنے استعداد پر باقی تھے۔ اور یہ بات واضح ہے۔ کہ وہ مسافت جس کو حضور علیہ السلام نے معراج کی رات طے فرمایا نہایت دراز تھی۔ حتیٰ کہ حقائق الحقائق میں ہے۔ کہ مکہ شریف سے مقام مَا اَوْحیٰ تک تین لاکھ سال کی مسافت تھی اور بعض نے پچاس ہزار وغیرہ ذالک کا قول کیا ہے۔ اور بعض نے زمان اور مکان بحالہ مانکر مسافت کی طیؔ (سمٹ جانیکا) قول کیا ہے۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے ایسی کرامات بہت بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ معتبر اور ثقہ لوگوں کی حکایات کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ فقہانے بھی اولیاء کرام کی کرامات کے سلسلہ میں، اس کو ذکر کیا ہے۔ اور یہ امر شرعًا ممکن ہے۔ فلاسفہ اسکو طفرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

جس کا معنیٰ یہ ہے ۔ کہ ایک مکان سے دوسرے مکان تک اس حیثیت سے پہنچنا کہ وہ مسافت جو مبدا اور منتہیٰ کے درمیان واقع ہے۔ اس سے محاذات واقع نہ ہو اور بعض حضرات نے مسافت برحال اور زمان کی نشر (پھیل جانے کا) قول کیا ہے ۔ اور اس سے قائل کا قول ہے ۔ کہ ازل سے ابد تک ایک نقطہ ہے ۔ حتیٰ کہ ازل اور ابد دونوں میں اس لحاظ سے اعتباری فرق ہے ۔ کیوں کہ ایک نقطہ میں تجزیہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ وَلَیْسَ یَفْھَمُ ذَالِکَ عِنْدِیْ اِلَّا الْمُتَجَرِّدُوْنَ مِنْ جَلَابِیْبِ اَبْدَانِھِمْ وَقَلِیْلٌ مَّاھُمْ (روح المعانی ج ۵ اصلا) امام محمد آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں کہ اس عبارت اور مطلب کی حقیقت کو اجسام کے لباس سے متجرد حضرات سمجھ سکتے ہیں ۔ اور وہ بہت قلیل لوگ ہیں ۔ خلاصہ یہ ہے ۔ کہ ہم کو کرامات اور معجزات کی حقیقت پر یقین رکھنا چاہیئے اور کیفیت کا معاملہ ہماری سمجھ سے بالا ہے ۔ اس کو باری تعالے جانتا ہے ۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ اور طی مکان، نشر مکان کیطرح نشر زمان اور طی زمان بھی ہیں ۔ تمام تر واقعات کو صوفیاء کرام نے تسلیم کیا ہے ۔ جب کہ معراج کے واقعہ سے یہ تحقیق مناسب تھی ۔ اس لئے ہم نے اس مقام پر مسائل بیان کر دئے ہیں ۔ اھ

اللہ جل شانہٗ ہی ہر کام کی حقیقت اچھی طرح جانتے ہیں۔

سکون نظام عالم

مالک الملک کے عرشی مہمان صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے تو وہی آن باقی تھی حتی کہ بستر مبارک ہنوز گرم تھا۔ وضو کا پانی بہہ رہا تھا۔ اور حجرہ کی زنجیر ہل رہی تھی۔ اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ فی الحقیقت آپ کو معراج میں کتنا عرصہ لگا ہاں ایک مشہور قول ہے۔ کہ اٹھارہ سال کے عرصہ تک نظام عالم سکون میں رہ گیا گو جدید اور قدیم فلسفہ میں منہمک اور نئی روشنی کے خیال کے لوگ اس کو بعید از عقل کہدیں مگر معجزات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا بیکار ہے۔ کیونکہ معجزہ وہ ہے۔ جس کے مقابلہ میں انسان عاجز ہو جائے اور عقل حیران رہ جائے خاص کر معراج کے واقعات اول سے آخر تک انوکھے اور نرالے ہیں۔ جو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کے عجائبات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائے مگر کہنے کو پھر بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اتنی مدت گزرنے پر نظام عالم کس طرح بدستور رہا۔ نہ پودے اپنی مقدار سے بڑھ گئے، نہ درختوں کی جسامت میں اضافہ ہوا، نہ کسی رہرو مسافر کی قطع مسافت میں زیادتی ہوئی، نہ سونے والے اتنے طویل زمانہ بیدار ہوئے

نہ ناخنوں اور بادلوں میں تغیر اور تمادی زمان کے باوجود نہ کسی چیز میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی اگر وہ اس میں غور کرتے تو شبہ نہ رہتا کہ جسطرح گھڑی کئی سال بند پڑی رہے۔ تو اسکی سوئیاں اور پرزے برقرار رہتے ہیں یا کسی کارخانہ کا مالک اپنے دوست کی آمد پر کارخانہ بند کر دیتا ہے۔ اور ملاقات کے بعد کارخانہ کو چالو کر دیتا ہے۔ اسی وقت سب پرزہ جات ملنے شروع ہوتے ہیں۔ ریاض الازہار ص۱۶ پر اسی طرح لکھا ہے۔ کہ اس رات کو رب العٰلمین کا خطاب مستطاب ہوا۔ کہ جبرئیل علیہ السلام تسبیح و تہلیل موقوف کر کے زاویہ طاعت کو چھوڑ دے اور میکائیل علیہ السلام بندوں کی قسمت اور رزق کا پیمانہ ہاتھ سے دھر دے اور اسرافیل علیہ السلام صور اٹھانا موقوف کر دے اور عزرائیل علیہ السلام روحوں کے قبض کرنے سے ہاتھ بند کر دے رضوان جنت کو چاہیئے کہ بہشت کو آراستہ و پیراستہ کرے، دریا بہنے سے، ہوا چلنے سے، افلاک سیر و گردش سے باز رہ جائیں۔ حتیٰ کہ جب قرب تمام جناب خالق انام و حصول کلام و دیدار و دیگر جلیل نعمتوں کے حصول کے بعد حضور علیہ السلام نے مراجعت فرمائی تو ہنوز وضو کا پانی بہہ رہا تھا۔

حجرے کی زنجیر ہل رہی تھی ۔ بستر مبارک بدستور گرم تھا ۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنیئے :۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو　　چمن میں دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو مئے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو　　بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی کی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

تمثیل وقوف قمر

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا ۔ کہ مصر سے جب کنعان واپس جانے کا ارادہ ہو تو چلتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانا کیونکہ ان کی وصیت تھی کہ ان کو آباؤ اجداد کے گورستان میں دفن کیا جائے ۔ اور اس وصیت کو مصری لوگوں نے پورا نہ ہونے دیا ۔ آپ جب تک اس کو ہمراہ نہ لوگے تم کو کنعان کا راستہ نہ ملے گا ۔ اور سارا قافلہ اس میں پریشان ہو جائیگا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ کوئی واقف ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشان دہی کر دے تو اسکو انعام ملے گا ایک بڑھیا حاضر ہو کر کہنے لگی

میری چند شرائط قبول ہوں تو میں قبر کا نشان بتلا دوں گی
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرائط دریافت کیئے تو کہنے
لگی ایک تو میں نابینا ہوں میری بینائی درست ہو جائے
دوسری بات یہ ہے ۔ کہ میں جوان ہو جاؤں تیسری بات
یہ ہے ۔ کہ بہشت میں مجھے اپنی رفاقت میں شامل حال رکھنا
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکی سب شرائط کو قبول فرمالیا
وہ بوڑھی جوان اور بینا ہو گئی دریائے نیل کے کنارے پر
جاکر درمیان دریا کے ایک جگہ کی نشان دہی کی کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کا صندوق یہاں ہے ۔ اور اس کا سبب
یہ ہے ۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جس کنارے دفن کیا جاتا
تھا ۔ وہ کنارہ آباد و شاداب ہو جاتا اور دوسرا کنارہ بالکل
برباد اور خراب ہو جاتا تھا ۔ اس لئے یہ طے ہو گیا کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کو دریا کے درمیان مدفون کیا جائے ۔ تاکہ
دریا کے دونو کنارے آباد ہو سکیں ۔ چنانچہ حضرت یوسف
علیہ السلام تا حال دریا کے درمیان میں مدفون ہیں ۔ بڑھیا
کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کے صندوق کی تلاش
ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی الٰہ العالمین ! چاند

کو اسی جگہ ٹھہرائیے اور غروب ہونے سے روک دیجیئے تا وقتیکہ ہم اس کام سے فارغ ہو لیں کیونکہ بنی اسرائیل سے ہمارا وعدہ ہے۔ کہ چاند غروب ہوتے وقت سب اکٹھے ہو کر مصر سے کنعان کو چل پڑیں گے اگر چاند پہلے غروب ہو گیا تو لوگوں کو چلنے کے وقت میں ایک تشویش لاحق ہو جائیگی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے چاند غروب ہونے سے باز رہ گیا حتیٰ کہ دریائے نیل کے پانی کو ایک طرف کر کے خشکی ظاہر کی گئی پھر کھدائی ہوئی تو ایک ستون برآمد ہوا اس کے ساتھ ایک زنجیر بندھا ہوا نظر آیا پھر اس زنجیر کے بعد ایک آہنی صندوق ظاہر ہوا ایک کے بعد سنگ مرمر کی صندوق نمودار ہوا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود مسعود ودیعت تھا۔ پھر وہ صندوق اٹھا کر چلے تب چاند غروب ہونے لگا

(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۵۰)

(ف) یہ دس محرم کی رات تھی۔ چاند غروب ہونے سے موقوف رہا۔ اتنی ہی مقدار تک بقایا تہائی رات برقرار رہی کیوں کہ دسویں کا چاند دو تہائی رات کے وقت غروب ہوتا ہے صبح دیر سے نمودار ہوئی، سورج اپنی حرکت سے باز

رکھا گیا۔ اہل زمین نیند کے نشہ میں مخمور رہ گئے۔ گویا تمام نظام عالم ہی سکون پذیر تھا۔

تمثیل حبس شمس

حضرت یوشع علیہ السلام میدان اریحا میں عمالقہ سے چھ ماہ جہاد کر رہے ہیں۔ جب فتح کے آثار نمودار ہونے لگے تو وہ جمعہ کا دن تھا۔ اور سورج غروب ہونے کے قریب ہوگیا۔ اس زمانہ کی شریعت کے مطابق ہفتہ کی رات اور ہفتہ کے دن شکار اور جہاد حرام تھا۔ اور پھر سورج غروب ہونے کے بعد جہاد بند کر دیا جاتا تو دشمن کے غلبہ کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضرت یوشع علیہ السلام نے دعا کی اے خداوندا! ہم پر بقایا دن کو زیادہ کر تاکہ ہم جہاد کر کے فتح حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو وہیں روک دیا حتیٰ کہ جہاد ہوتا رہا مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اور بنی اسرائیل کی فوجوں نے اریحاء پر قبضہ جمالیا دشمنوں کو ہلاک کیا اور مال غنیمت حاصل کیا اس کے بعد سورج غروب ہوا (بدائع الزہور صفحہ ۱۵۸)

(ف) جتنی دیر تک سورج غروب ہونے محبوس رہا۔ اتنی دیر بعد مغرب کی سیاہی چھائی، ستاروں کے ظہور میں تاخیر

ہوئی - چاند نے اپنی منازل طے کرنا موقوف کر دیا بلکہ سارا نظام عالم ہی بند تھا۔

تمثیل بحال ماندن غذا

بخت نصر ایک کافر بادشاہ تھا جو بنی اسرائیل پر غالب ہُوا شہر بیت المقدس کو خراب کیا تمام لوگوں کو پکڑ کر بردہ بنالیا تب حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اس شہر پر گزرے دیکھ کر تعجب کیا: کہ یہ شہر پھر کیوں کر آباد ہوگا خدا کے حکم سے اس جگہ اس کی روح قبض ہوئی پھر سو برس کے بعد وہ زندہ ہوئے اسکو اللہ تعالےٰ نے کہا تو کتنی دیر رہا وہ بولا میں ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم عرصہ یہاں ٹھہرا رہا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا بلکہ تو ٹھہرا رہا سو برس تک فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (پ۳ ع ۳) اللہ تعالےٰ نے فرمایا اب دیکھ اپنے کھانے یعنی زیتون کے پھلوں کو اور اپنے پینے کے پانی یعنی انگوروں کے نچوڑ کو کہ نہیں سڑے اور نہیں بدلے جوں کے توں تازہ دھرے ہیں۔ اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھ کو ہم نمونہ بنانا چاہتے ہیں

لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیاں کس طرح جڑتی ہیں۔ پھر ہم ان کو گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس پر یہ سب قصہ ظاہر ہوا کہا میں جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے گدھے پر سوار ہو کر چلے۔ آپ کی عمر چالیس برس کی تھی اور سو سال گزرنے کے باوجود آپ کی عمر وہی رہی جب گھر گئے آپ کا بیٹا جکو دس سال کی عمر کا چھوڑ کر گئے ایک سو دس سال کا بوڑھا ہو گیا اور آپ کی ایک لونڈی جس کو بعمر بیس سال دیکھا بعمر ایک سو بیس سال ہو گئی تھی۔ حالانکہ حضرت عزیر علیہ السلام نے نئے سرے سے شادی کی اور اس بیوی سے بھی اولاد ہوئی۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ (تفسیر خازن ج ا ص)

(ف) سو برس گزرنے کے باوجود انگوروں کا نچوڑ ویسے ہی تازہ دھرا ہے۔ اور زیتون کا پھل بالکل تازہ ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ کائنات پر سو برس گزر گئے مگر زیتون اور انگور کے نچوڑ پر ایک آن بھی نہ گزری۔

تمثیل عبادت بہ طے زمانی

علامہ سبکی رح نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ معراج کا سارا واقعہ ایک لحظہ میں ہونے

میں کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالے اگر چاہیں۔ تو تھوڑے وقت کو بہت کر دیتے ہیں۔ اور اگر چاہیں تو بہت وقت کو تھوڑا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ حقی علیہ الرحمت کے مرشد کامل قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ یہ سچی بات ہے۔ اور ہیں نے بذریعہ کشف بھی اسے درست پایا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت موسٰی سدرانیؒ کے مناقب میں لکھا ہوا ہے " جو کہ حضرت ابی مدینؒ کے اکابر اصحاب میں سے تھے " کہ آپ ہر دن رات میں ستر ہزار مرتبہ قرآن مجید کا از اول تا آخر ختم کر لیتے تھے۔ اگر اسکو اس پر محمول کیا جائے کہ دن کو ۳۵ ہزار ختم اور رات کو ۳۵ ہزار ختم کر لیتے تھے۔ جیسا کہ عادت ہے۔ کہ ایک ختم دن کو اور ایک رات کو کر لیا جائے۔ تو اس حساب سے ایک دن کی مقدار ستانوے سال دو ماہ بیس دن ہوتی ہے۔ گو تلاوت کرنے والے کی تیز لسانی کے لحاظ سے اس سے کم مدت کا بھی احتمال ہے (حاصل کلام روح البیان ج ۲ صفحہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایک رکاب میں قدم رکھتے تھے اور دوسری تک پیر جاتے جاتے قرآن ختم کر دیتے تھے (۔

(شمائم امدادیہ ص۱۳۱)

تمثیل کرامت طے زمانی

حضرت عمادالدین احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے اس راز کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا طے زمانی اور بسط زمانی ایک مخصوص شان ہے ۔ جو بعض اولیاء کرام پر ظاہر ہوتی ہے پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے اس واقعہ کی تصدیق میں یہ قصہ سنایا اور فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت ابن السکینہ کے ایک ڈھلیا مرید تھا انکے ذمہ یہ خدمت تھی کہ جمعہ کے دن مشائخ کرام کے لئے مصلے بچھایا کریں ۔ اور بعد نماز جمعہ کے لپیٹ کر خانقاہ شریف میں واپس لائیں ۔ ایک جمعہ کے موقعہ پر انہوں نے مصلے لپیٹے تاکہ جامع مسجد میں جائیں اور چاہا کہ اوّل دریا دجلہ پر غسل کرے چنانچہ دریائے دجلہ کے کنارے پر پہنچ کر کپڑے اتارے تہ بند باندھا دریا میں اتر کر غوطہ لگایا جب پانی سے باہر آیا دیکھا نہ وہ کنارہ ہے ۔ نہ وہ کپڑے ہیں ۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کونسا شہر ہے ۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ دریائے نیل ہے ۔ اور اس کے قریب شہر مصر ہے ۔ انہیں سخت

تعجب ہوا۔ اور پانی سے باہر نکلے اور وہی تہ بند باندھے ہوئے
شہر میں چلے گئے وہاں ایک ڈھلئے کی دکان ملی اس پر کھڑے
ہو گئے۔ دکاندار نے فراست سے جانا کہ یہ اہل فن ہے۔ انہیں
عزت اور اکرام سے بٹھایا اور گھر لے گیا مختصر یہ کے اپنی لڑکی سے
اس کی شادی کر دی سات سال تک یہاں رہا تین بچے ہو گئے
ایک روز پھر دریائے دجلہ پہ گئے اور غوطہ لگا جب پانی سے باہر
ظاہر ہوئے تو اپنے کو اس جگہ پایا جہاں سات سال قبل غوطہ
لگا چکے تھے۔ اور دیکھا کہ کپڑے بھی اس جگہ پڑے ہیں۔
جہاں اتارے تھے۔ آپ نے کپڑے پہنے اور خانقاہ شریف میں
آئے تو مصلیٰ جیسے لپیٹ گئے تھے ویسے ہی ملے۔ بعض لوگ
کہنے لگے کہ آپ تو دجلہ سے بہت جلدی واپس لوٹ آئے
غرضیکہ یہ مصلے مسجد میں لے گئے۔ اور نماز جمعہ پڑھی پھر
انہیں خانقاہ شریف میں لائے جنکے بعد حیرت و استعجاب
میں جلدی جلدی گھر چلے گئے وہاں بیوی نے کہا جن مہمانوں
کی خاطر مچھلی تلنے کو کہہ گئے تھے۔ میں نے مچھلی تل رکھی ہے
انہوں نے مہمانوں کو بلا کر کھانا کھلایا پھر شیخ طریقت حضرت
ابن السکینہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا

تو شیخ طریقت نے فرمایا کہ تو مصر سے اپنی بیوی اور بچے لے آ چنانچہ یہ وہاں گئے اور تینوں بچے اور بیوی کو لے آئے جب حضرت ابن السکینہ نے دیکھا تو تصدیق فرمائی اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ زَمَانًا لِمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ مَعَ تَقْصِیْرِہٖ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ بیشک اللہ تعالےٰ جب چاہتا ہے۔ بعض بندوں کے لئے بسط زمان فرما دیتا ہے۔ اور بعض کیلئے زمان مقصور رہتا ہے۔ (شرح قصیدہ بردہ شریف ص)

تمثیل اعجوبہ سیمیاوی

سلطان ہمایوں کے زمانہ میں ایک شخص شمس آباد میں فن سیمیا کا ماہر رہتا تھا۔ لوگوں کو بڑے بڑے عجائبات دکھاتا تھا۔ ایک دن شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد استاذ جو اپنے وقت کے مشہور اکابر علماء میں تھے دونوں نے مشورہ کیا۔ اور اس مکان پر تشریف لے گئے۔ اور کہا ہمیں کچھ دکھاؤ اس تنکوں کا گول چھپر بنایا اور شیخ احمد فرملی سے عرض کی کہ آپ اس چھپر کے نیچے سے گزریں آپ نے جوں ہی قدم مبارک رکھا سب کچھ خیال ذہن سے محو ہو گیا۔ اور یہ ذہن میں آگیا۔ کہ اپنے وطن سے گجرات جا رہا ہوں غرضیکہ قطع منازل کرتے

ہوئے اور طے مراحل کے بعد ایک مدت کے بعد گجرات پہنچے
وہاں ایک باغ دیکھا آپ نے وہاں سے کچھ پھل توڑے اچانک
باغبان آگیا اور اس نے پکار کر کہا۔ کہ یہ پھل تو نے کیوں توڑے
ہیں۔ کیونکہ یہ تو سرکاری باغ کے میوہ جات ہیں۔ حتیٰ کہ آپ
کو گرفتار کر لیا۔ اور سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان
نے دیکھا۔ اور فراست سے جانا کہ یہ کوئی شریف آدمی
ہے۔ باغبان کو زجر و توبیخ کی اور نہایت تشنیع کر کے کہا کہ
تو نے ایک شریف آدمی کو ناحق ستایا ہے۔ اور پریشان کر دیا
ہے۔ پھر شیخ سے پوچھا آپ کون ہیں؟ اور یہاں کیوں آئے
ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا نام فریلی ہے۔ اور میرا وطن قنوج
ہے۔ میں تیرے شہر میں ملازمت کے لئے آیا ہوں بادشاہ نے
کہا آپ شوق سے رہ سکتے ہیں۔ میں آپ کو ملازمت دے دیتا
ہوں پھر دو گھوڑے دئے۔ سامان رہائش مکان وغیرہ مل گیا
حتیٰ کہ شیخ فریلی یہاں چند سال رہ گئے شادی کی اولادیں ہوئیں
اور بادشاہ کی ملازمت کرتے رہے یہاں تک کہ پچاس برس
گزر گئے موئے سیاہ کے بجائے سفید بال ہو گئے کہ اچانک
ایک دن سیر و سیاحت کے دوران میں ایک جگہ دہی

جھونپڑا نظر آیا۔ اس کی طرف چند قدم بڑھے تو شیخ احمد استاذ کو دیکھا بڑے تپاک سے آگے آئے اور معانقہ کر کے فرمانے لگے۔ آپ کب گجرات آئے استاذ فرمانے لگے۔ اَیْنَ گُجْرَاتُ اِنَّمَا نَحْنُ فِیْ شَمْسْ آبَادْفِیْ بَیْتِ السِّیْمِیَادِیِّ وَاَنْتَ السَّاعَۃَ دَخَلْتَ الْخُصَّ وَرَجَعْتَ مَا الْآنَ تَذَکَّرْ گجرات کہاں ہم تو شمس آباد میں سیمیادی کے گھر ہیں۔ اور آپ ابھی تنکوں کے جھونپڑے میں داخل ہوئے اور ابھی واپس آگئے۔ لہذا ابھی سوچ سمجھ کر بات کرو تو معاً یہ بات سنتے ہی شیخ احمد فرملی کو یاد آگیا کہ یہ سب کچھ سیمیادی نے اجوبہ دکھایا ہے۔
(شرح قصیدہ بردہ شریف، حضرت مولانا ابوالحسنات صاحبؒ)

تمثیل کرامت طے مکانی

ایک دن ایک شخص ابوالمعانی نام حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی مجلس وعظ میں حاضر تھے۔ چنانچہ اثنائے مجلس میں اسے ایک بڑا تقاضا پیش آیا۔ اور باہر جانے بلکہ کثرت انبوہ خلقت کے باعث ہلنے جلنے کی طاقت نہ رہی مجبور ہو کر استغاثہ کے طور پر حضرت غوث پاک کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت پاکؓ

منبر کے ایک پایہ سے اترے اور پہلے پایہ پر ایک سر مانند ان کے سر مبارک کے ظاہر ہوا جب حضرت صاحب دوسرے پایہ پر اترے وہ نیچے کا سر مبارک بمع ہر دو کندھوں کے ظاہر ہوا اسطرح حضرت صاحب جب اترتے وہ صورت زیادہ ہوتی جاتی یہاں تک وہ صورت بعینہٖ مثل صورت غوث اعظمؒ کے بن گئی اور وعظ کہنا شروع کیا آواز مثل آواز غوث اعظمؒ کے تھا۔ اور کلام اسکی مثل کلام غوث پاک کے تھی۔ اور اس کو اس شخص کے سوا یا جکو اللہ جل شانہٗ نے چاہا کسی شخص نے نہ دیکھا پھر غوث الاعظم اس کے سر پر کھڑے ہوگئے اور اپنی آستین مبارک یا رومال مبارک سے اس شخص کو چھپا لیا۔ اس شخص نے اپنے کو ایک کشادہ جنگل میں پایا۔ وہاں ایک ندی میں پانی بہتا تھا اور ندی کے کنارہ پر درخت تھے۔ ایک درخت پر چابیوں کا دستہ لٹکا دیا اس کے بعد وضو کیا دو رکعت نماز ادا کی اور ہر دو طرف سلام پھیرا کہ ناگاہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے اپنا رومال اٹھایا تو اس نے اپنے کو مجلس وعظ میں دیکھا۔ اور اپنے اندام کو وضو کے پانی سے تر پایا اور حضرت غوث الاعظمؒ

منبر پر وعظ میں مشغول تھے۔ گویا ہرگز نیچے ہی نہیں اترے
وہ شخص خاموش رہ گیا اور کسی کو نہ بتایا۔ چابیوں کا گچھہ تلاش
کیا۔ جیب میں نہ پایا بڑی مدت کے بعد عجم جانیکا قصد کیا سفر کرتے
ہوئے چودہ دن بغداد سے سفر کیا ہوا تھا۔ کہ ایک جنگل میں گذر
ہؤا وہاں ندی کے کنارہ وضو کا ارادہ کیا۔ دیکھا تو اس جنگل کا
نقشہ اس جنگل کی طرح نظر آتا ہے۔ جہاں پہلے آیا تھا۔ اور ندی
بھی وہی ہے۔ جہاں وضو کیا تھا۔ کچھ تھوڑی دور ندی کے
کنارہ پر چلا تو اسکو وہ جگہ نظر آئی جہاں وضو کیا تھا۔ اتنے میں
اس درخت کو دیکھا۔ جس پر چابیوں کا گچھہ لٹکا ہوا تھا
جب بغداد میں واپس آیا اور غوث اعظم قدس سرہ کے
سامنے تذکرہ کیا تو آپ نے بہت آہستہ اس کے کان میں
ارشاد فرمایا۔ "ابوالمعالی! جب تک ہم زندہ ہیں۔ اس راز
کو ظاہر نہ کرنا۔ اور کسی کو نہ بتانا"۔ (نفحات الانس ص ۲۶۵)

معراج کی تاریخ اور سن

معراج کی تاریخ اور سن میں کئی اقوال ہیں۔ ان کو مرتب
طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ (الف) معراج کس سنہ میں ہوئی
اس میں چھ اقوال ہیں۔ ۱۔ اِنَّ الْاِسْرَاءَ کَانَ اَنْ یُّوْحٰی اِلَیْہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ تحقیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی آنے
سے (بعثت سے) پہلے معراج ہوئی (بخاری شریف)
ع۲ ہجرت سے ایک سال پہلے ۱۲ نبوی ۔ ع۳ ہجرت سے
دو سال پہلے ۱۱ نبوی ۔ ع۴ ہجرت سے تین سال پہلے
۱۰ نبوی ۔ (سیرت حلبیہ) ع۵ ہجرت سے پانچ سال پہلے
۸ نبوی (ماثبت بالسنۃ) ع۶ بعثت کے پانچ سال بعد
۵ نبوی میں ہوئی (معارج)
(ب) معراج کس مہینہ میں ہوئی اس میں سات اقوال ہیں ۔
اور سب کے سب سیرت حلبیہ میں مذکور ہیں ۔
ع۱ ۱۷ ربیع الاول ، ع۲ ۲۷ ربیع الاول ع۳ ۲۹ رمضان
ع۴ ۲۷ ربیع الآخر ، ع۵ ۲۷ رجب شریف ع۶ بعض
کا کہنا کہ شوال اور بعض نے کہا ذی الحج میں معراج ہوئی :-
(ج) معراج کس رات کو ہوئی اس میں تین اقوال ہیں :-
ع۱ جمعہ کی رات ، ہفتہ کی رات ، پیر کی رات اور یہ
اقوال بھی سیرت حلبیہ سے نقل کئے ہیں :-
(د) معراج کون سے وقت میں ہوئی ۔ اس میں دو
قول ہیں ۔ بقول عمار بن یاسر تین ساعت رات باقی

تھی اور بقول ع۲ وھب بن منبہ چار ساعت رات باقی تھی
وَفِي زَيْنِ الْقَصَصِ كَانَ زَمَنَ ذَهَابِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَجِيْئِهٖ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ وَقِيْلَ اَرْبَعُ سَاعَاتٍ اَيْ بَقِيَتْ
مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ (سیرت حلبیہ ج ۱ صـ۱۲۰) زین القصص
میں لکھا ہے۔ کہ آپ معراج کو جب گئے اور جب آئے رات
سے تین گھنٹے باقی تھے اور بعض نے کہا چار گھنٹے باقی تھے

تطبیق روایات

اِنَّ اِسْرَاءَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ اَرْبَعًا وَثَلٰثِيْنَ وَاحِدًا
بِجِسْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبَاقِيْ بِرُوْحِهٖ
یواقیت والجواہر ج ۲ صـ۳۵ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو چونتیس دفعہ معراج ہوئی ایک بار جسمانی معراج اور باقی
سب روحانی ہیں۔ اسی طرح مدارج النبوت ج ۱ صـ۱۵۷
پر بھی لکھا ہے۔

سبب مسجد اقصیٰ میں جانیکا

حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام مکہ سے بیت المقدس
گئے اور وہاں سے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس کا کیا
سبب ہے؟ حالانکہ مکہ شریف سے سیدھے آسمان کی طرف چلے

جاتے بیت المقدس میں جانے کی کیا وجہ ہے۔

(الف) مشاہدہ برکات:۔ وَسَبَبُ بِدَايَةِ المعراجِ الذي هَابُ إلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى لِأَنَّ هُنَاكَ الْآيَاتُ الْكُبْرٰى مِنْ بَرَكَةِ أَنْوَارِ تَجَلِّيَتِهِ لِأَرْوَاحِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَشْبَاهِهِمْ وَهُنَاكَ بِقُرْبِهِ طُوْرُ سَيْنَاءَ وَطُوْرُ زَيْتَاءَ وَالْمَصِيْصَةُ وَمَقَامُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى فِي تِلْكَ الْجِبَالِ مَوَاضِعُ كُشُوْفِ الْحَقِّ لِذٰلِكَ قَالَ بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا مِنْ عَلَامَاتِ شَوَاهِدِ مَشَاهِدِنَا حَتّٰى يَتَعَوَّدَ بِرُؤْيَةِ شُهُوْدِنَا فِي الْآيَاتِ وَلِيَقْوٰى بِرُؤْيَتِهَا حَتّٰى يُطِيْقَ بِأَنْ يَرٰى آيَاتِ عِظَامِ الْمَلَكُوْتِ:۔ عرائس البیان ج ۲ ص۲۲۳

مسجد اقصیٰ سے معراج کے شروع ہونے کا یہ سبب ہے کہ وہاں آیات کبریٰ ہیں۔ جو کہ نبیوں اور ان جیسے لوگوں کی روحوں کی تجلی کے انوار کی برکات ہیں۔ اور وہاں مسجد اقصیٰ کے قریب ہی طور سینا ہے۔ اور طور زیتاء ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقام ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام ہے۔ اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کا مقام ہے۔ اور ان پہاڑوں میں ایسے مقام ہیں جہاں حقیقت کا مکاشفہ ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

بٰارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا (پ ۱۵ ع ۱) ہم نے اس کے آس پاس برکتیں رکھی ہوئی ہیں تاکہ ہم اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اپنی قدرت کی بڑی نشانیاں دکھائیں جو ہمارے مشاہدہ پر دلالت کرتی ہیں - حتیٰ کہ قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے بعد ہمارے مشاہدہ کو دیکھنے کے عادی ہوجائیں اور ان قدرت کی نشانیوں کے دیکھنے سے اسکو قوت حاصل ہو جائے حتیٰ کہ ملکوت کی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرماسکیں یہ عادت اللہ کے مطابق ہے - ورنہ اللہ جل شانہٗ کو ہر طرح قدرت ہے - چاہیں تو دفعی طور پر سب کچھ دکھا سکتے ہیں -

(ب) اظہار حق برائے معاند - اِنَّ الْحِکْمَۃَ فِی الْاِسْرَاءِ اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ اِظْھَارُ الْحَقِّ لِلْمُعَانِدِ لِاَنَّہٗ لَوْ عُرِجَ مِنْ مَّکَّۃَ اِلَی السَّمَاءِ لَمْ یَجِدْ لِمُعَانَدَۃِ الْاَعْدَاءِ سَبِیْلًا اِلَی الْبَیَانِ وَ الْاِیْضَاحِ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۲) بیت المقدس تک سیر کرانے میں یہ حکمت تھی کہ معاند کے لئے حق واضح ہو جائے اس لئے کہ اگر مکہ سے آسمان کی طرف آپ کو معراج ہوتی تو دشمن کی ضد ومنع کرنے کے لئے کوئی بیان اور وضاحت کا راستہ نہ ہوتا (جب بیت المقدس سے معراج

ہوئی تو دشمن نے کہا بیت المقدس کی علامات کیا ہیں؟ آپ نے سب کو بتا دیا۔ دشمن نے کہا قافلوں کے حالات کیا ہیں۔ آپ نے سب حالات ارشاد فرمائے تو دشمن لاجواب ہو گیا۔ اگر براہ راست آسمان پر جاتے تو دشمن کو ان سوالوں کا موقعہ نہ مل سکتا جس سے وہ لاجواب ہو جاتا۔

(ج) اجابت دعائے ستون شریف۔ اِنَّ اُسْطُوَانَۃَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ رَبَّنَا حَصَلَ لَنَا مِنْ کُلِّ نَبِیٍّ حَظٌّ وَقَدْ اِشْتَقْنَا اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَارْزُقْنَا لِقَاءَہٗ فَبَدَئَ بِالْاِسْرَاءِ تَعْجِیْلًا لِاِجَابَتِہٖ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۲) بے شک مسجد اقصٰی کے ایک ستون شریف نے کہا اے ہمارے رب! ہم کو ہر نبی کی (سلام ہو ان پر) برکت سے شرف ملا ہے۔ اب ہم کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق ہے۔ پس ہماری یہ دعا قبول فرما کر ان کی زیارت کا شرف عطا فرما۔ اس ستون شریف کی دعا قبول ہوئی اور حضور علیہ السلام کی معراج آسمانی بیت المقدس سے شروع کی گئی۔

(د) برکت اثر قدم شریف۔ لِاَنَّہٗ مُحْشَرُ الْخَلَائِقِ فَیَطُوْءُہٗ بِقَدَمِہِ الشَّرِیْفِ لِیُسَہِّلَ عَلٰی اُمَّتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَقُوْفُہُمْ بِبَرَکَۃِ اَثَرِ

تُکْرِمَةِ الشَّرِیْفِ (تفسیر فتح المنان ج ۵ صـ۲۹۶) بیت المقدس سے اس لئے معراج ہوئی تاکہ آپ کے قدم شریف کے اثر سے برکت آجائے اور اس برکت کے سبب سے قیامت کے دن آپ کی امت کو وہاں آسانی ہو جائے۔ کیونکہ وہاں مخلوق کے جمع ہونے کا مقام ہے۔

(ھ) حصول ثواب دو ہجرت :۔ حُصُوْلُ الْهِجْرَتَيْنِ لِاَنَّ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ كَانَ هِجْرَةَ غَالِبِ الْاَنْبِيَاءِ فَحَصَلَ لَهُ الرَّحِيْلُ فِي الْجُمْلَةِ لِيَجْمَعَ بَيْنَ اَشْتَاتِ الْفَضَائِلِ :۔

(خصائص کبرٰی ج ۱ صـ۱۸۱) بیت المقدس سے معراج کا مقصد آپ کو دونو ہجرتوں سے سرفراز کرنا ہے۔ کیوں کہ بیت المقدس اکثر نبیوں کی (سلام ہو ان پر) ہجرت گاہ ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہاں کا سفر معراج کی رات در پیش ہوا۔ تاکہ آپ اس سفر کے سبب سے مختلف انواع کے فضائل کو جمع کر لیں

(و) محاذات دروازہ آسمانی کہتے ہیں۔ کہ آسمان کا دروازہ بیت المقدس کی محاذات میں واقع ہے۔ اس لئے بیت المقدس سے معراج ہوئی اور واپسی پر وہاں گذر فرمایا۔ چنانچہ امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں :۔ وَقِيْلَ فِيْ ذَالِكَ اَيْضًا اَنَّ بَابَ السَّمَاءِ الَّذِيْ

يُقَالُ لَهُ مصعدُ الْمَلَائِكَةِ يُقَابِلُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَيَحْصِلُ فِي الْعُرُوجِ مُسْتَوِيًا مِنْ غَيْرِ تَعْوِيجٍ (سیرت حلبیہ ج ۱، صفحہ ۱۹۱) اور کہا گیا ہے۔ کہ بیت المقدس سے معراج ہونے میں ایک حکمت یہ بھی ہے۔ کہ آسمان کا دروازہ جہاں سے فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں۔ جس کو مصعد ملائکہ کہتے ہیں۔ وہ بیت المقدس سے سیدھا اوپر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وہاں سے راستہ سیدھا ہے اور ٹیڑھا نہیں ہے۔

سبب معراج آسمانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو زمین پر معراج نہ ہوئی بلکہ آسمان پر معراج ہوئی اس کا سبب یہ ہے۔ کہ جب آپ عنصری وجود کے ساتھ زمین پر جلوہ گر ہوئے تو زمین نے آسمان پر فخر کر کے کہا کہ میری شان تجھ سے زیادہ ہو گئی اس کے بعد آسمان نے دعا کی اے اللہ العٰلمین اپنے محبوب کو میرے پر بلندی دے تاکہ مجھے شرف حاصل ہو تب اللہ تعالےٰ نے دونو کو برابر درجہ دینے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر معراج کرائی یا یوں کہو آسمان پر کروڑوں فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر نہیں آسکتے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم

کی زیارت کے شائق تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول اور حضور علیہ السلام کو آسمانوں پر معراج سے نوازا :-
(وعظ بے نظیر صد ۱۳۳)

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قربان دل شیدا ہے ہمارا
خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

یا آسمان کو حضور علیہ السلام کی زیارت کا اس لئے شوق دامن گیر ہوا کہ یہ ستاروں کی زینت بلکہ آسمان کا وجود ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدولت ہے۔ حضرت شیخ عبد الکریم جیلی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ کُلُّ کَمَالٍ تَشْھَدُہٗ بِالْمَحْسُوْسَاتِ فَھُوَ مِنْ فَیْضِ صُوْرَتِہِ الظَّاھِرَۃِ وَکُلُّ کَمَالٍ تَعْقِلُہٗ مِنَ الْمَعْنَوِیَاتِ فَھُوَ مِنْ فَیْضِ مَعَانِیْہِ الْبَاطِنَۃِ فَھُوَ فِی الْمِثْلِ مَعْدَنُ کَمَالَاتِ الْعَالَمِ تَسْتَمِدُّ مِنْ بَاطِنِھَا وَظَاھِرِھَا مَحْسُوْسَاتُ الْعَالَمِ تَسْتَمِدُّ مِنْ ظَاھِرِہٖ وَمَعْقُوْلَاتُ الْعَالَمِ تَسْتَمِدُّ مِنْ بَاطِنِہٖ فَھُوَ الْھَیُوْلٰی لِلْقَبُوْرَۃِ وَالْمَعَانِی الْوُجُوْدِیَّۃِ فَعَالَمُ الشَّھَادَۃِ فَیْضُ

ظَاهِرِہٖ وَعَالَمُ الْغَیْبِ فَیْضٌ بَاطِنِہٖ وَعَالَمُ الْفَیْضِ عِبَارَۃٌ عَنْ حَقِیْقَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (کمالات الٰہیہ ج ا ص ۲۵۵)

ہر وہ کمال جو محسوسات میں تم دیکھتے ہو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری صورت کے فیضان سے ہے۔ اس طرح وہ باطنی کمال جو عقل سے ادراک ہوتا ہے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باطنی فیضان سے ہے۔ گویا آپ عالم کے کمالات ظاہری اور باطنی معدن ہیں۔ حتیٰ کہ عالم محسوسات آپ کے ظاہر سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور عالم معقولات آپ کی روحانیت سے مدد طلب کرتے ہیں۔ پس ثابت ہُوا کہ آپ صوری اور معنوی وجود کے لحاظ سے آپ ہر شئے کی اصل ہیں۔ پس عالم شہادت آپ کے ظاہری فیض سے اور عالم غیب آپ کے باطنی فیض سے وابستہ ہیں۔ اور عالم الفیض دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت سے عبارت ہے ۔

اے ندائی عشق ومستی از کجا است
ایں شعاع آفتاب مصطفےٰ است
حق تعالےٰ پیکر ما آفرید
وز رسالت در تنِ ما جاں دمید

حرف بے صورت دریں عالم بدیم
وز رسالت مصرع موزوں شدیم
از رسالت در جہاں تکوین ما
وز رسالت دین ما آئین ما

رجب کے فضائل

وَعَنْ مُقَاتِلٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ خَلْفَ جَبَلِ قَافَ اَرْضًا بَيْضَاءَ مَلْسَاءَ كَالْفِضَّةِ قَدْرَ الدُّنْيَا سَبْعَ مَرَّاتٍ مَمْلُوَّةٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مَا لَوْ سَقَطَتْ اِبْرَةٌ سَقَطَتْ عَلَيْهِمْ بِيَدِ كُلِّ وَاحِدٍ لِوَاءٌ مَكْتُوْبٌ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ يَجْتَمِعُوْنَ كُلَّ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَجَبٍ حَوْلَ الْجَبَلِ يَتَضَرَّعُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَدْعُوْنَ بِالسَّلَامَةِ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبَّنَا ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُعَذِّبْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَبْكُوْنَ وَيَتَضَرَّعُوْنَ فَيَقُوْلُ لَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَاذَا تُرِيْدُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ نُرِيْدُ اَنْ تَغْفِرَ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ۔ مصباح الظلام (ج ۱ ص۱۲) اور حضرت مقاتل رضی اللہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا قاف پہاڑ کے پیچھے سفیدی اور ہموار چاندی کی طرح چمکدار زمین ہے۔ جو زمین سے سات گنا زیادہ بڑی ہے۔ اس میں اس قدر بکثرت فرشتے ہیں۔ حتیٰ کہ سوئی وہاں گرے تو سوئی کو زمین پر گرنے کی جگہ نہ ملے گی کیونکہ فرشتوں سے تمام زمین بھری ہوئی ہے۔ ان تمام فرشتوں کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہے۔ جس پر کلمہ طیبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

لکھا ہوا ہے۔ رجب کے مہینے کی ہر رات وہ فرشتے پہاڑ کے اردگرد جمع ہو کر اللہ تعالےٰ کے آگے زاری کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت پر رحم فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو عذاب نہ دے۔ پھر روتے ہیں۔ اور تضرع زاری سے دعا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ تم کیا چاہتے ہو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم چاہتے ہیں۔ کہ آپ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو بخش دیں۔ پھر اللہ تعالےٰ انکو فرماتے ہیں

کہ میں نے انکو بخش دیا ہے۔

شب معراج کی شان

امت کے حق میں معراج کی رات سے لیلۃ القدر کو زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں معراج کی رات لیلۃ القدر سے زیادہ افضل ہے:۔

(مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۲) وَهِيَ سَبْعٌ وَعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ لَيْلَةَ الْاِثْنَيْنِ وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ (روح البیان ج ۲ ص)

معراج کی رات ستائیس رجب کی تاریخ اور سوموار کی رات ہے۔ اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔ اِعْلَمْ اَنَّهُ قَدْ اشْتُهِرَ بِدِيَارِ الْعَرَبِ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ اَنَّ مِعْرَاجَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ وَهُوَ سَمُ الرَّجَبِيَّةِ فِيْهِ مُتَعَارَفٌ بَيْنَهُمْ (ماثبت بالسنہ ص ۱۹۱)

جاننا چاہیے کہ دیار عرب میں لوگوں میں مشہور و معروف ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج شریف ستائیس رجب کو ہوئی اور رجبی کا موسم عرب والوں سے متعارف ہے

ے معراج نبی کے ذکر سے وہ حاصل ہے عروج فکر ہیں
جب چاہیں نظر ہم کو عرش تخیل کا زینہ آ جائے

کیا کہنا تیرے ایمان کا گستاخ رسالت کیا کہنا
وہ دل کب رہتا ہے مومن جس دل میں کینہ آجائے

رات کو معراج ہونیکے وجوہ

معراج کیلئے رات کی تعیین ایک خاص حکمت پر مبنی ہے۔ گو ظاہر نظر میں دن رات سے افضل ہے۔ کہ دن زیادہ روشن ہے۔ جس سے سب حال بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام نظام انسانی اور حصول معشیت زندگانی اسی سے وابستہ ہے۔ مگر شرعی نکتہ نگاہ سے بچند وجوہ رات کو دن پر فوقیت حاصل ہے۔ مثلاً ع۱ ایک رات کی عبادت سے ہزار مہینہ کی عبادت کا ثواب ملنا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ (پ۳۰ ع ۲۲) شب قدر ہزار ماہ سے افضل ہے۔ ع۲ جود و سخا جب نظر اعتبار سے مخفی ہو اور سبب رضامندی الٰہی ہو وہ بھی رات میں دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:-

۱ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِاللَّیْلِ

اور وہ لوگ جو صدقات کو رات میں خرچ کرتے ہیں۔
ع۳ اہل سعادت کو عبادت کے خزائن رات میں حاصل ہوتے

ہیں ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ اللَّيْلِ
اور وہ شخص جو رات کے اوقات میں خشوع و خضوع سے اللہ
تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے ۔ ۴ مقربان شیرین گفتار کو قرائت
کا ذوق رات کو حاصل ہوتا ہے ۔ قرآن مجید میں ہے :-

يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاءَ اللَّيْلِ ہ

وہ لوگ جو قرآن مجید کی آیتوں کو رات کے اوقات میں پڑھتے
ہیں ۔ ۵ زینت ، تحمل اور سکون ، صدق اور توکل کو دوام
و استمرار رات میں ہوتا ہے ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ سَكَنًا ہ

اور ہم نے رات کو سکون کا سبب بنایا ۔ ۶ قرآن مجید
میں چار دفعہ اللہ تعالےٰ کی قسم کی دولت رات کو حاصل ہے
جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ہ وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ہ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى
وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى

۷ رکوع اور سجود کرنے والوں کو بسط اور اطمینان کی
دولت رات کو ملتی ہے ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔
وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ ۔ اور رات کے وقت آپ ، اللہ تعالےٰ

تسبیح بیان کریں۔ ع۸ حقائق واسرار الٰہی کی معرفت حاصل
کرنے والوں کو آیات قدرت میں تفکر وتدبر کا موقعہ رات کو
ملتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمِنْ آيَاتِهٖ مَنَامُكُمْ
بِاللَّيْلِ۔ اور اللہ تعالےٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہاری
رات کی نیند ہے ع۹ بندگان پروردگار جو تہجد گزار ہیں۔
ان کے جبین مبین میں نورانیت کا ظہور رات کی عبادت
کے سبب سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

مَنْ كَثُرَ صَلٰوتُهٗ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ بِالنَّهَارِ

جو شخص رات کو نماز نوافل بہت پڑھیگا دن کو اس کا چہرہ
نور عبادت سے روشن ہوگا۔ ع۱۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو توراۃ عطا کرنیکی میعاد راتوں کی تعداد میں ارشاد
فرمائی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَوَاعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا
ع۱۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح اور نصرت کی بشارت اور
بنی اسرائیل کی خاص رات سے وابستہ ہوئی جیسا کہ اللہ
تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَيْلًا۔ میرے بندوں کو رات

کے وقت سے بچاؤ علا۔ یمن اور برکت سفر سید ابرار و سند اخیار و محمد مختار صلے اللہ علیہ وسلم۔ حریم حرم پروردگار میں بوقت رات کے واقع ہوئی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے :۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ۝

(پ۱۵ ع ۱) پاک اور منزہ ہے ہر نقص و عیب اور کذب وریب سے وہ ذات اعلیٰ صفات جس نے سیر کرائی اپنے اخص الخواص بندہ محبوب ترین و رسول امین صلے اللہ علیہ وسلم کو رات کے قلیل تر حصہ میں (معارج النبوت رکن سوم ص۱۱۶ مختصراً۔

وجہ رتبۂ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کی اِلٰهِیْ جَعَلْتَنِیْ کَلِیْمًا وَجَعَلْتَ مُحَمَّدًا حَبِیْبًا فَمَا الْفَرْقُ بَیْنَ الْکَلِیْمِ وَالْحَبِیْبِ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص۸۷) اے خداوندا مجھے کلیم بنایا اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حبیب بنایا۔ پھر آپ ہی ارشاد فرمائے کہ کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے۔ حق تعالے نے فرمایا کلیم وہ ہے جو ایسا کام کرے جس میں میری رضا ہو اور حبیب وہ ہے۔ جس کو میں خدا دوست رکھوں کلیم وہ ہے جو دن کو روزہ رکھے رات کو نوافل پڑھے چالیس دن اس طرح گزارنے کے بعد

طور سینا پر آئے تا کہ مجھ سے کلام کرے اور حبیب وہ ہے۔ جو اپنے بستر پر اطمینان سے سو رہا ہوا ہو جبرئیل علیہ السلام جائے اور باادب بیدار کر کے براق پر سوار کر کے دربار الہی میں لے آئے تا کہ میں اسکو ایسے مراتب سے نوازدوں کہ کسی کا ادراک اس کی حقیقت نہ پا سکے :۔

اِنَّمَا جَعَلَہٗ لَیْلًا تَمْکِیْنًا لِلتَّخْصِیْصِ بِمَقَامِ الْمُحَبَّۃِ لِاَنَّہٗ تَعَالٰی اِتَّخَذَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَبِیْبًا وَّخَلِیْلًا وَّاللَّیْلُ اَخَصُّ زَمَانِ الْجَمْعِ الْمُحِبِّیْنَ فِیْہِ وَالرَّاحَۃُ فِی الْخَلْقِ مُتَحَقِّقَۃٌ بِاللَّیْلِ :۔

(الحبیب الوردہ صـ۳۹ـلم) رات کو معراج کے لئے اس لئے مخصوص فرمایا کہ رات مقام محبت سے مخصوص ہے۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا حبیب اور خلیل بنایا اور رات دوستوں کو جمع کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور مقام خلوت جو رات کو حاصل ہوتا ہے۔ دنکو حاصل نہیں ہوتا :۔

وجہ ایمان بالغیب

قَالَ بَعْضُ الْفُضَلَاءِ لَعَلَّ تَخْصِیْصَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا بِالْغَیْبِ وَلِیَفْتَتِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زِیَادَۃً عَلٰی

فِتْنَتِهِمْ۔ اِذِ اللَّيْلُ اَخْفٰى حَالًا مِّنَ النَّهَارِ۔ (طیب الوردہ ص۳۹)

بعض فاضل علماء نے فرمایا کہ معراج کا خاص طور پر رات کو مقرر ہونا اس لئے ہے۔ تاکہ ایمان دار لوگوں کے ایمان بالغیب میں زیادتی ہو جائے اور کافروں کے اندر فتنہ کی مرض زیادہ ہو جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کے معاملات دن کے اعتبار سے مخفی ہوتے ہیں۔ اس لئے جو مان لیں گے ان کا ایمان بالغیب زیادہ ہو جائیگا۔ اور جو انکار کرینگے انکا کفر ظاہر ہو جائیگا گویا اس معراج کے قصہ سے صدیق اور زندیق میں امتیاز ہو جاتا ہے:۔

وجہ پاس خاطر شب

وَقِيْلَ اِنَّهٗ اِفْتَخَرَ النَّهَارُ عَلَى اللَّيْلِ بِالشَّمْسِ فَقِيْلَ لَا تَفْتَخِرْ اِنْ كَانَ شَمْسُ الدُّنْيَا تَشْرُقُ فِيْكَ فَسَيَعْرُجُ شَمْسُ الْوُجُوْدِ فِى اللَّيْلِ اِلَى السَّمَاءِ (طیب الوردہ ص۳۹) اور بعض علماء کرام نے کہا ہے۔ کہ ایک مرتبہ دن نے رات کو کہا مجھے آپ پر فضیلت ہے۔ کہ مجھ میں سورج ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے راتکو اطمینان دینے کے لئے دن کو خطاب ہوا کہ تجھے فخر نہ کرنا چاہیئے کہ اگر دنیا کا سورج تیرے اوقات میں طلوع

ہوتا ہے۔ تو کائنات کے وجود اور ظہور کا سورج رات کے وقت آسمان پر جلوہ گر ہوگا

وجہ دلجوئی شب

وَقَالَ بَعْضُ اَہْلِ الْمَعَارِفِ حِكْمَتُهُ اِنَّهُ لَمَّا مَحَى اللّٰهُ اٰيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلَ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً كَانَ اللَّيْلُ مَحْزُوْنًا وَمُنْكَسِرًا فَكَانَ الْاِسْرَاءُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلِ لِعَدَالَتِهٖ (طیب الوردہ ص۳۹) اور بعض اہل عرفان کا قول یہ ہے۔ کہ رات کو معراج ہونے میں یہ حکمت ملحوظ ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے رات کی نشانی مٹادی اور دن کی نشانی کو دیکھنے کے لئے باقی رکھا اس لئے رات مغموم اور پریشان تھی۔ بنابریں اللہ جل شانہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رات کے وقت معراج کرائی تاکہ دن اور رات میں عدالت ہو جائے :۔

(ف) علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے سب سے پہلے سورج اور چاند کو یکساں روشن پیدا فرمایا تھا پھر دن اور رات میں پہچان مشکل ہوگئی تب اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ اس نے چاند پر اپنے پر کے ذریعہ روشنائی زائل کر دی

اور اسی پَر کے اثر سے چاند میں ایک داغ بھی نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ جب چاند کی چاندنی سورج کے مقابلہ میں کمزور ہوگی تب دن رات میں فرق واضح ہوگیا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:— وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً (پ ۱۵ ع ۲) اور ہم نے رات اور دن کو قدرت کی دو نشانیاں بنایا جو کہ صانع کی صنعت، پر دلالت کرتی ہیں پھر رات کی نشانی کو ہم نے کچھ قدر مٹا دیا اور دن کی نشانی کو روشن باقی رہنے دیا۔ اور لغت میں دراصل محو ایسے ازالہ کو کہتے ہیں۔ جس میں کچھ اثبات باقی رہے۔ جیساکہ (روح البیان ج ۲ ص ۳۱۱ پر مرقوم ہے

وجہ تسکین اُمت

اگر معراج دن کو ہوتی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتے لیکر حاضر ہوتے تاکہ براق پر سوار کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کے لئے لے جائیں تو صحابۂ کرام جو آپ کے حُسن وجمال کے پروانہ تھے وہ آپکے بغیر کسی طرح صبر و سکون نہ کر سکتے بلکہ دامن رسالت سے وابستہ ہو کر التجاء کرتے کہ ہم آپکی فرقت برداشت نہیں کر سکتے۔ حضور علیہ السلام

اپنے صحابہ کرام کو اپنے دامن وصال سے دور کرنا گوارا نہ فرماتے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (پ ۱۱ ع ۵) اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم ایمانداروں پر بہت مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔

چند اور وجوہ

بعض علماء کہتے ہیں۔ کہ رات کو معراج ہونیکی وجہ یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام چودھویں کے چاند تھے۔ اور چاند رات کو آسمان پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ بھی رات کو آسمان پر تشریف لے گئے۔ یا یہ کہ رات کی پیدائش بہشت سے ہوئی۔ اور دن کی پیدائش دوزخ سے ہوئی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج رات کو کرائی کیونکہ رات کو بہشت سے بایں معنیٰ مناسبت ہے۔ یا یہ کہ رات کو دن پر قرآن مجید میں مقدم بیان کیا اور فرمایا:۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ (پ ۱۵ ع ۲)

اور قرآن مجید میں رات کو دن پر اس لئے مقدم بیان کیا کہ ہم مسلمانوں کا سال اور ماہ کا حساب قمری طریقہ پر ہے۔ نہ کہ شمسی طریقہ پر ہے۔ یا فرقہ ثنویہ کی تردید مطلوب ہے۔

کہ وہ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ دن بھلائی کو۔ پیدا کرنے والا ہے۔ اور رات برائیوں کو پیدا کرنے والی ہے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو رات میں معراج کی کرامت عطا فرما کر بتلا دیا کہ بھلائی اور برائی دونو اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہیں۔ اور جس رات معراج ہوئی وہ سوموار کی رات تھی۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ سوموار کی رات کی شان جمعہ کے ہم پلہ ہو جائے یہ مضمون دو کتابوں سے چن کر بیان کیا

(روح البیان ج ۲ صـ۱۳ اور ہدیہ ضمیر صـ۳۵)

اسراء اور معراج

علماء کی اصطلاح میں مکہ شریف سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسراء اور وہاں سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیاحت کو معراج کہتے ہیں۔ اور بسا اوقات ان دونو سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ اسراء یا معراج سے تعبیر کر لیتے ہیں۔ اور حضرت خواجہ نظام الاولیاء قدس سرہ اس مبارک معجزہ کو تین قسم اور تین ناموں سے بیان فرماتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک اسراء ہے اور وہاں سے آسمانوں تک معراج ہے۔ اور آسمانوں سے

مقام قاب قوسین تک اعراج ہے۔ فؤاد الفؤاد ج ۴ ص ۳۰۸
حتیٰ کہ کہا گیا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سے اَلَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ تک
اسراء کا تفصیلی بیان ہے۔ اور لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا میں تمام
آسمانی سفر کا اجمالی ذکر ہے۔ اور اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ میں
اللہ تعالیٰ کی کلام سننے اور اس کے دیدار دیکھنے کا بیان ہے
فَالْاِسْرَاءُ وَهُوَ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ
قَطْعِيٌّ اَیْ یَقِیْنِيٌّ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ اَيِ الْقُرْاٰنِ وَیَکْفُرُ مُنْكِرُهٗ
وَالْمِعْرَاجُ مِنَ الْاَرْضِ اِلَى السَّمَاءِ مَشْهُوْرٌ اَیْ ثَبَتَ بِالْحَدِیْثِ
الْمَشْهُوْرِ فَلَا یَکْفُرُ مُنْكِرُهٗ بَلْ یَفْسُقُ وَمِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْجَنَّةِ
اَوِ الْعَرْشِ اَوْ غَیْرِ ذٰلِكَ اٰحَادٌ (نبراس ص ۲۲۲) آیت
کریمہ کی دلالت مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ کے اسراء میں نص قطعی
ہے۔ یعنی کتاب اللہ سے یقینی ثابت ہے۔ حتیٰ کہ اس کا انکار
کرنے والا کافر ہوگا۔ اور زمین سے آسمان تک معراج مشہور
ہے۔ یعنی حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ اس کا انکار کرنے
والا کافر نہ ہوگا۔ بلکہ گنہ گار ہوگا۔ اور آسمان سے بہشت
وعرش وغیرہ تک اُن احادیث سے ثابت ہے جن کو خبر
واحد کہا جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ سفر معراج کے تین حصے

محض اسلئے ہیں - کہ حضور علیہ السلام کی تین صفتیں ہیں - ہر
صفت کی معراج کا مستقل ذکر کیا گیا ہے - چنانچہ تفسیر
عرائس البیان میں مسطور ہے - (کہ حضرت شیخ رکن الدین
علاء الدولۃ سمنانی قدس سرہ کو مواھب الہی سے یہ مسئلہ
الہام ہوا) حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تین صورتیں
ہیں - ایک، صورت بشری جس کو قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ
میں بیان فرمایا ہے - دوسری صورت ملکی جیسا کہ حدیث
شریف میں ہے - اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِ کُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ
یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ میں تمہاری کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں
میں اپنے رب تعالٰے کے پاس رہتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے -
اور پلاتا ہے - تیسری صورت حقی جس طرح حدیث شریف
میں وارد ہے - لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ
وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ میرے لئے اللہ تعالٰے کے ساتھ رابطہ کا ایک
خاص وقت ہے - جس میں مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی
بھی اس مقام میں گنجائش نہیں - اور تیسری صورت کیلئے
اس سے واضح دلیل وہ حدیث شریف ہے - جس میں وارد
ہوا ہے - مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ جس نے مجھے دیکھا

اس نے اللہ جل شانہٗ کو دیکھا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کی ہر سورت کو قرآن مجید میں علیحدہ خطاب سے نوازا ہے۔ حتیٰ کہ صورت بشری میں کلمات مرکبہ مثل قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور صورت ملکی میں حروف مفردہ سے کلام کیا جیسے کٓهٰیٰعٓصٓ اور صورت حقی میں کلام مبہم سے سرفراز فرمایا جس کو

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى

سے تعبیر فرمایا (تفسیر حسینی ج ۲ صـ۲۱)

آغاز بیان معراج

سوموار کی رات ستائیس دیں رجب المرجب (روح البیان ج ۳ صـ۲۹۰)

ہجرت سے ایک سال قبل جب بعثت کا ۱۲ھ تھا اور علامہ ابن حزم اندلسی نے یقین کے ساتھ دعویٰ کیا ہے۔ کہ اس پر اجماع ہے (سیرت حلبیہ ج ۱ صـ۳۵۶) جب کہ آپ کی عمر شریف اکاون برس چار ماہ انیس دن تھی۔ اور سوموار کی رات رجب کے مہینے کی ستائیس اور نبوت کا بارھواں سال تھا۔ جب کہ افق عالم پر دھواں دھار بادل چھایا ہوا تھا۔ بادل گرجتے تھے۔ بجلی چمکتی تھی۔ بارش کے قطرات کا ترشح ہو رہا تھا (اخبار القرآن صـ۲۷۳) اور علماء کا اس

بات پر اتفاق ہے۔ کہ جسمانی معراج جو کہ بیداری میں ہوئی ہے۔ بعثت کے بعد ہوئی ہے۔ اور بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے:-

اِنَّ الْاِسْرَاءَ كَانَ قَبْلَ اَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بے شک معراج بعثت سے پہلی ہوئی ہے۔ تو اس کا مطلب یوں ہے

لِاَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِىْ نَوْمِهٖ بِدَوْحِيهٖ

اس لئے کہ بعثت سے پہلے والی معراج بحالت خواب روحانی طور پر ہوئی ہے۔ حضرت ابن دحیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سوموار کو ہوئی۔ اور ولادت باسعادت سوموار کو، بعثت سوموار کو (یعنی غار حرا میں پہلی وحی بھی سوموار کو ہوئی) ہجرت کے لئے مکہ سے روانہ ہونا سوموار کو، مدینہ منورہ میں پہنچنا سوموار کو اور وفات سوموار کو: سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۰۵

حدائق بخشش میں شب معراج کی شان وارد ہے:-

دو عالم میں سرگوشیاں ہو رہی ہیں
فضاؤں نے چھیڑا سلاموں کا سہرا
زمیں سے جناں تک جناں سے مکاں تک
اُجالا اُجالا سنہرا سنہرا

اُفق تا اُفق چاند تاروں کے بربط
یہ آواز آتی تھی صلِ علےٰ کی
ادائے نظر قدسیوں نے بچھائی
جہت تا جہت چاندنی کا پھریرا

براق کی زین وری

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ جل شانہٗ کا حکم ہوا کہ آج کی رات بہشت سے ایک براق چن کر ستر ہزار فرشتوں کو شامل کر کے میرے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جاؤ اول ادب ملحوظ رکھکے اسے بیدار کر کے لے آؤ تاکہ میں اسے قرب و وصال کی دولت سے مشرف کروں جبرئیل علیہ السلام جب بہشت میں آئے دیکھا کہ چالیس ہزار براق جنت کی چراگاہ میں چر رہے ہیں جنکی پیشانی پر لکھا ہے -

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ان میں ایک براق غمگین صورت میں ایک گوشہ میں سر جھکائے ہوئے رو رہا تھا - جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا تو بتایا کہ میں نے چالیس ہزار سال سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا ہے - اسکی محبت اور اس کے شوق میں زندگی بسر

کرتا ہوں یہانتک کہ کھانا اور پینا موقوف کر دیا ہے۔

ع چہ مے پرسی ز حال من دل غم دیدہ است چوں شد
دلم شد خوں و خوں شد آب و آب از دیدہ بیروں شد

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تمام براقوں سے اس براق کو پسند فرمایا۔ کیونکہ اس کے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت موجزن تھی پھر براق کو زین دار کر کے دولت سرا کا ارادہ کیا (روض الاظہار ص۲۰) شاد عظیم آبادی کا کلام سنئے ع

جاتے ہیں سوئے عرش بریں خاتم رسل
لٹتے ہیں راستہ میں ستاروں کے آج گل
حاضر ہیں انبیا سلف آستاں پہ کل
ہے قدسیوں میں صل علےٰ مصطفےٰ کا غل
مہتاب رخ سوئے دولت کئے ہوئے
استادہ وہ ادب سے مشعل لئے ہوئے
ہر دم فلک پکار رہا ہے زہے عز و شرف
روحانیوں نے آج جمائی ہے آکے صف
خود کہکشاں نے راہ بنا دی اک طرف
زہرہ لئے کھڑی ہے بجانے کو چنگ و دف

رکھا ہے زین روح الامین نے براق پر
جائینگے آپ گنبد نیلی رواق پر

ادب سے بیدار کرنا

آفتاب عالم تاب اپنی روزانہ مسافت طے کر چکا اور وہ اپنی چمکدار شعاعوں کو سمیٹ کر غروب کر چکا تھا کہ آفتاب نبوت کے جلوہ افروز ہونے کا وقت آیا کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ ہلکی اور خفیف نیند میں ہیں۔ جیسے سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:۔ اَنَا بَیْنَ النَّائِمِ وَالْیَقْظَانِ اَتَانِیَ الْمَلَکُ:۔
حتیٰ کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ اس خفیف نیند سے بیدار ہوئے اور بیداری کی حالت میں آپ کو معراج پر لے گئے (فتح الباری ج ۱۳ ص۱۷۰، عمدۃ القاری ج ۲۵ ص۱۲۳) کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام چونکہ بارگاہ ایزدی سے مامور تھے کہ اے روح الامین! میرے ماہ جبیں کو خادمانہ آداب ملحوظ رکھ کے بیدار کرنا اس لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام سوچ رہے تھے۔ کہ آقا کو کس طرح بیدار کریں

تو الہام ہُوا کہ اَے جبرئیل! ٹھہریئے کہ اپنے پیارے دوست کو میں خود بیدار کروں گا جس طرح اسے بیدار کرنا شایاں ہے بس اس الہام ہونے کے بعد دیکھا تو آپ بیدار ہیں۔
نیز حضرت جبرئیل علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے بحکم الٰہی معلوم تھا۔ کہ میرے وجود کی سرشت کافور سے ہے۔ لیکن اس کی حکمت سے بے خبر تھا۔ جو کہ معراج کی رات مجھے معلوم ہوئی اور وہ اس طرح معلوم ہوئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیدار کرتے وقت میں تامل کر رہا تھا کہ آپ کو کس طرح بیدار کروں حتیٰ کہ مجھے الہام ہوا کہ آپ کے پاؤں مبارک کے تلوؤں کو بوسہ دیدو جب میں نے اپنے لب آپ کے پاؤں مبارک کی کف پر رکھے کافور کی برودت آپ کی کف پا کو محسوس ہوئی اور آپ بیدار ہو گئے میں نے اس وقت معلوم کیا کہ کافور سے میری سرشت کا سبب یہ تھا۔ تاکہ معراج کی رات آپ کو نہایت ادب سے بیدار کر سکوں (الف) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرکار میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان الفاظ سے درخواست پیش کی اِنَّ اللّٰہَ جَلَّ جَلَالُہٗ یُقْرِءُ لَکَ السَّلَامَ وَھُوَیَدْعُوْکَ

۵ [illegible]

وَ اَنَا حَامِلُكَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُرِيْدُ اَنْ يُكْرِمَكَ بِكَرَامَةٍ لَمْ يُكْرِمْ بِهَا اَحَدًا قَبْلَكَ وَ لَمْ يُكْرِمْ بِهَا اَحَدًا غَيْرَكَ وَ لَا سَمِعَهُ اَحَدٌ وَ لَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۴۱ و ۱۲۲)

بے شک اللہ تعالیٰ آپ پر سلام پڑھتا ہے۔ اور وہ آپ کو بلاتا ہے۔ اور میں حاضر ہوا ہوں۔ تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاؤں۔ آج کی رات اللہ تعالیٰ آپ کو ایسے اعزاز کا شرف عطا فرمانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جو اعزاز آپ سے پہلے نہ کسی کو حاصل ہوا نہ ہوگا۔ اور آج تک ایسی نرالی شان وعظمت نہ کسی نے سنی ہے۔ اور نہ کسی انسان کے دل میں خیال تک گزرا ہے۔ (ب) "آپ کو کس جگہ سے معراج ہوئی" اس بارہ میں بہت روایات ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے۔ کہ آپ حطیم میں لیٹے ہوئے تھے جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ آپ شعب ابی طالب میں تھے۔ جیسا کہ واقدی کی روایت ہے۔ اور ایک روایت ہے۔ کہ آپ بی بی امہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں آرام فرما رہے تھے۔ جیسا کہ طبرانی نے روایت کی ہے۔ اور ایک روایت ہے۔ کہ آپ اپنے ہی گھر میں تھے۔ اور مکان کی چھت

کھول کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ جیساکہ بخاری شریف میں وارد ہے۔ ان روایات کا تعارض یوں دفع کرنا چاہیئے کہ بی بی امہانی رضی اللہ عنہا کے گھر کو جو کہ شعب ابی طالب کے پاس تھا۔ آپ نے بوجہ سکونت کے اپنا گھر فرمادیا اور وہاں سے آپ مسجد شریف کی حطیم میں گئے۔ اور پھر حطیم سے معراج ہوئی:۔

وضو اور طواف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بیدار ہو کر چاہا کہ وضو کر لوں میں نے ابھی آستین نہیں سکوڑی تھی۔ کہ رضوان جنت نے دو یاقوتی کوڑے جو آب کوثر سے لبریز تھے پیش کئے اور زمرد اخضر کا ایک طشت بھی حاضر کیا جو عجیب تر تھا۔ اس کے چار گوشے تھے۔ اور اسکے ہر گوشے پر ایک چمکدار موتی جڑا ہوا تھا۔ کہ اسکی روشنی اپنے نورانی پرتو سے آسمان کو منور کرتی تھی اس پانی سے وضو اور غسل فرمایا اس کے بعد نورانی لباس زیب تن فرمایا اور نورانی عمامہ سر مبارک پر باندھا۔ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ رضوان جنت نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش

سے سات ہزار برس پہلے وہ دستار مبارک نہایت حفاظت سے لپیٹ کر رکھی ہوئی تھی۔ اور چالیس ہزار فرشتے تعظیم کی نیت سے اس دستار مبارک کے ارد گرد کھڑے ہو کر تسبیح و تہلیل ادا کرتے تھے۔ اور ہر تسبیح کے بعد درود شریف پڑھتے تھے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام وہ دستار مبارک لے آئے چالیس ہزار فرشتے بھی اس کے ہمراہ حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نورانی چادر آپ کے دوش اقدس پر ڈالی زبرجد کی نعلین پاؤں مبارک میں پہنائی اور ایک یاقوتی پٹکا آپ کی کمر پر باندھا زمرد اخضر کا چابک آپ کے ہاتھ میں دیا جو چار سو مروارید ناسفتہ سے جڑا ہوا تھا۔ پھر آپ خانہ کعبہ میں آئے وہاں سات بار طواف کیا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر حطیم میں استراحت فرمائی :۔

معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۱) اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ حسب معمول عادت اپنا لباس اور اپنی پاپوش مبارک جو پہلے پہنا کرتے تھے۔ وہی پہن کر معراج پر تشریف لے گئے۔ اور یہی درست ہے - اور معارج میں جو کچھ لکھا ہے کسی کتاب کی نظر سے نہ گزرا ہے

قدِ رعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن!
سرمگیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون!
وہ عمامہ کی سجاوٹ وہ جبین روشن!
اور مکھڑے کی تجلی وہ بیاضِ گردن
وہ عبائے عربی اور نیچا دامن!
دلربا یانہ رفتار وہ بے ساختہ پن!
مردہ بھی دیکھے تو کرے چاک دامن!
اُٹھ قبر سے بے تاب زبان کو یہ سخن!
مرحبا سیدی مکی مدنی عربی!
دل و جان فدایت چہ عجب خوش لقبی!

شرح صدر مبارک

فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوئی جن کے پاس ایک سنہری طشت زمزم کے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ اور ایک طشت ایمان اور حکمت سے لبریز تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرا سینہ اوپر سے نیچے تک شق کیا گیا (یعنی کھول دیا گیا) اور میرا قلب نکال کر زمزم۔

کر ایک سنہری تھال میں آب زم زم سے دھویا گیا۔ پھر ایک اور تھال آیا جس میں ایمان اور حکمت رکھی ہوئی تھی تب میرے دل کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ اور دل کو پھر اصلی مقام پر رکھ دیا گیا۔ اور اوپر سے درست کر دیا گیا (مسلم شریف ج ۱ صـــ ۹۲ "الف" وجہ استعمال آب زم زم) حضرت ابن ابی جمرہ ایک نکتہ لکھتے ہیں۔ کہ وضو اور غسل کیلئے حوض کوثر کا پانی استعمال فرمایا۔ اور شرح صدر مبارک کے وقت زم زم کا پانی استعمال کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ زم زم کے پانی کی اصل بہشت سے ہے۔ اور اس کا قرار زمین پر ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت بھی زمین پر باقی رہ جائے یہ وجہ ہے کہ زم زم کا پانی حوض کوثر کے پانی سے افضل ہے۔ اس لئے شق صدر میں یہ پانی استعمال کیا گیا (مواہب لدنیہ ج ۲ صـــ ۱۱ ۔ زرقانی شریف ج ۶ صـــ ۳۱) (ب) قلبی آنکھوں کا بیان اور جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کا دل مبارک دھو چکے تو کہا:۔

قَلْبٌ سَدِیْدٌ فِیْہِ عَیْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ

آپ کا دل مبارک عزم اور استقلال والا ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں (شفا شریف ج ۱ صـ۱۰۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُوْتِیْتُ فَانْطَلَقُوْا بِیْ اِلٰی زَمْ زَمَ فَشَرَحَ عَنْ صَدْرِیْ ثُمَّ غَسَلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ (مسلم شریف ج ۱ صـ۹۲) (ج) کیفیت شق صدر شریف :-

شَقُّ صَدْرِہِ الشَّرِیْفِ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیْ اَشَارَ اِلٰی ذَالِكَ فَانْشَقَّ فَلَمْ تَکُنِ الشَّقُّ بِاٰلَۃٍ وَلَمْ یَسِلْ دَمٌ وَلَمْ یَجِدْ لَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلَمًا۔ روح البیان ج۳ صـ۳۹۳

ج ،، وجہ استعمال آب زم زم حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور وہ زم زم کے پاس لے گیا۔ اور میرا شق صدر کیا اور میرے دل کو آب زم زم سے دھویا حضرت محمد بن اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو شق صدر مبارک کا کیا ہے۔ اس کی کیفیت صرف اس قدر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اشارہ کیا آپ کا سینہ مبارک کھل گیا حتیٰ کہ آپ کے سینہ مطہرہ کو کسی ہتھیار سے نہ چیرا اور نہ

کسی قسم کا وہاں خون بہا اور نہ ہی کسی قسم کا درد محسوس ہوا
(د) "عظمت شان رسالت" ایمان اور حکمت اگرچہ ذی
اجسام اور ذی صورت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے
کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے اور ایمان
اور حکمت کا تمثل ایک طشت میں نمودار ہونا حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی عظمت شان پر دلالت کرتا ہے -
علامہ شہاب الدین خفاجیؒ فرماتے ہیں، کہ بعض
لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ شق صدر مبارک حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے منافی ہے - تو یہ ایک
وہم ہے۔ جو غلط ہے - اور خیال ہے جو بالکل ہی باطل ہے

وَكَوْنُهٗ مَخْلُوْقًا مِنَ النُّوْرِ لَا يُنَافِيْهِ

اور آپ کا نور سے مخلوق ہونا اس کے منافی نہیں :-
(نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۳۸)

(ھ) "تعداد شق صدر مبارک" کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپکا
شق صدر طفولیت کے عہد میں ہوا جبکہ آپ بنی سعد کے
ہاں دائی حلیمہ کے پاس رہتے تھے۔ اور دوسری دفعہ
بعثت کے بعد ہوا جس طرح کہ دلائل النبوت میں

ابونعیم اصبہانی نے بیان کیا ہے۔ اور تیسری مرتبہ معراج کے آغاز میں ہوا۔ اور بعض نے چوتھی مرتبہ کا قول بھی کیا ہے۔ جب کہ آپ کی عمر مبارک بیس برس کی تھی۔ اور درمنثور میں ایک روایت ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پانچ دفعہ آپ کا شق صدر ہوا جب کہ آپ کی عمر شریف دس سال کی تھی مگر یہ پانچویں روایت درست نہیں۔ کیونکہ راوی نے غلطی سے بیس کے بجائے دس کا لفظ کہدیا (سیرت حلبیہ ج ۱ صنہ ۱۲۰)

(و) "سونے کے برتن کا استعمال" اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں سونے کے برتن کا استعمال حرام ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ سونے کا استعمال دنیا میں حرام ہے۔ لیکن آخرت میں مومنوں کیلئے خالص استعمال ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

هُوَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ

کہ سونا کافروں کیلئے دنیا میں ہے۔ اور ہمارے لئے آخرت

میں ہوگا۔ اور اسراء کا قصہ دراصل حقیقت عالم آخرت سے ہے۔
(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ سونے کے تھال کا استعمال حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ فرمایا بلکہ فرشتوں نے استعمال
کیا جو شریعت کے احکام کے مکلف نہیں ہیں۔ (۳) تیسرا جواب
یہ ہے۔ کہ احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ یہ واقعہ تحریم سے پہلے
ہوا۔ اور اصل واقعہ بھی اسی طرح ہے۔ کہ سونے چاندی
کے برتنوں کا استعمال مدینہ منورہ میں حرام ہوا۔ اور یہ
تحریم کا حکم واقعہ معراج کے بعد ہے۔ مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۹۴
چوتھا جواب یہ ہے۔ کہ معراج کا سارا قصہ خدا کے حکم سے
ہوا۔ جب اللہ تعالے کے حکم سے زریں طشت کا استعمال ہوا
تو حرمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس طشت
کے لانے میں اور اس کے استعمال میں بحسب عرف و عادت
بھی ایک تکریم کا نوع تھا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
تمام عالم میں مکرم اور معظم ہیں۔

بطحائے مکہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ شریف کے باہر
بطحائے مکہ میں سے لائے وہاں حضرت میکائیل علیہ السلام

اور حضرت اسرافیل علیہ السلام منتظر تھے۔ اور ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرب صف بستہ موجود تھے۔ آپکو دیکھتے ہی تعظیم و تکریم کی اور صلوٰۃ و سلام کے تحفے پیش کئے۔ آپ نے بھی ان کے حالات کے مناسب ان پر کرم فرمایا اس کے بعد فرشتوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رضائے الٰہی اور کرامت ہا غیر متناہی کی خوش خبری سنائی (معارج ۳ ص ۱۲۵)

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

براق کے اوصاف

آپکے سامنے ایک سفید جانور لایا گیا جس کا نام براق ہے۔

جو بجلی کی مانند تیز رفتار اور چمکدار ہے۔ فرشتوں کی طرح تذکیر اور تانیث سے پاک ہے۔ جس کا سینہ مثل یاقوت سرخ کے اور پیٹھ مثل چمکدار سفید موتی کے اور ٹانگیں مثل زمرد سبز کے اور دم اسکی مرجان خالص کی طرح ہے۔ اس کے ماتھے پر :- لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔

کہ اس براق کی خوبی ہے۔ کہ پہاڑ پر چلتے وقت پاؤں لمبے ہو جاتے ہیں۔ اور اترتے وقت ہاتھ لمبے ہو جاتے ہیں تاکہ سوار کو ہر طرح آسانی ہو جائے (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۰۸)

حدیث شریف میں ہے۔ وَهُوَ دَابَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ دُوْنَ الْبَغْلِ يَضَعُ حَافِرَهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۱) اور وہ جانور سفید رنگ کا ہے گدھے سے قدرے بلند ہے اور خچر سے قدرے چھوٹا ہے۔ (یعنی درمیانہ قد رکھتا ہے نہ بہت پست قامت ہے۔ اور نہ بہت لمبا قد آور ہے۔) جہاں اسکی نظر کی انتہا وہاں اسکا قدم پڑتا ہے۔ بیانؔ میرٹھی فرماتے ہیں ؎

آیا براق برق قدم ۔۔۔ لے برق بھی جسکے قدم
ہستی سے تا ملک عدم

اسکی روش کی ایک دم ۔۔۔ تھا نرم رو جوں موج یم
گرمی میں بجلی اس سے کم

تھی شان رب ذوکرم ۔۔۔ اس کی روش اسکا چلن
توسن میں یہ قدرت کہاں

صرصر میں یہ سرعت کہاں آہو میں یہ چھودت کہاں
شہباز میں رفعت کہاں
جن میں یہ طاقت کہاں یہ برق میں صولت کہاں
گھوڑوں کی یہ صورت کہاں پریوں کا منہ ریشم سا تن
لے شاہ کو مرکب یوں اڑا
دل لیکے جیسے دل ربا
اور جوہری جوہر اٹھا پاکر مہوس کیمیا!
لے کو خضر آب بقا
گوہر کو لے کر شب پرا لے کر اڑے باد صبا!
بوئے عبیر و یاسمن!
آقا چلا مولےٰ چلا عالی سوئے اعلیٰ چلا
ماہ جہاں آرا چلا
وہ عرش کا تارا چلا اللہ کا پیارا چلا
پیاری ادا والا چلا
نوری سوئے بالا چلا حوریں تکیں جس کی پھبن
ایک روایت ہے کہ براق کے دائیں اسی ہزار فرشتے
اور براق کے بائیں اسی ہزار فرشتے استادہ تھے :-

ہر ایک کے ہاتھ میں نورانی شمع تھی حتی کہ ان کی چمک سے بطحا کا دالان روشن تھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں تشریف لے گئے آپ کی ذات بابرکات کے نور کے پرتو سے وہ روشنی نمودار ہوئی کہ ان تمام شمعوں کی روشنی پر غالب آئی بلکہ اگر ہزار ہا سورج اور چاند ہوتے تو آپ کے نور کے سامنے ماند پڑ جاتے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اے جبرئیل! میں نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو نور کے ستر ہزار حجاب میں پوشیدہ کیا ہوا ہے۔ اس وقت صرف ایک حجاب اٹھا لیا جو کہ ان تمام شمعوں پر غالب آیا جو عرش بریں سے روشن کر کے لائے تھے۔ معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲ ـ

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند و سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے
وہی تو اب تک جھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے
بچا جو تلوں کا اُن کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

تجلیٔ حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کیواسطے تھے
جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

امت کی یاد

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم براق حاضر ہے۔ آپ اس پر سوار ہو کر تشریف فرما ہوں کیوں کہ ملأ اعلیٰ اور مقربان عالم بالا آپ کے قدوم فیض لزوم کی انتظار میں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوار ہونے میں توقف فرمایا اور سر مبارک کو نیچا کر لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو خطاب ہوا۔ کہ اے جبرئیل! میرے دوست سے اس توقف کا سبب دریافت کیجئے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس توقف کا کیا سبب ہے تب آپ نے فرمایا کہ میں آج کی رات نوازشات الٰہی سے سرفراز ہوا۔ ملائکہ مقربین میرے اعزاز و اکرام کو جمع ہوئے اور براق برق رفتار میری سواری کیلئے ہمراہ لائے اب یہ سوچ رہا ہوں کل قیامت کے دن جب میری امت

کے لوگ اپنی قبروں سے باہر آئیں گے اور پل (صراط) کی پچاس
ہزار سال کی مسافت سواری کے بغیر پیدل کسطرح طے
کرینگے؟ تب اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ مغموم نہ ہوں
کیونکہ آپ کی امت سے جس شخص کو میں اپنی عنایت سے
مخصوص کر دونگا اسکو براق پر سوار کر کے پل (صراط) پر
سلامتی سے گذار کر بہشت میں پہنچا دوں گا (ریاض الازہار صفحہ ۲۰۹
جیساکہ قرآن مجید میں آیا :۔

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا پ ۱۶ ع ۹۔

قیامت کا وہ دن ہے۔ جس دن پرہیز گاروں کو براق پر سوار
کر کے اپنے پاس بلائینگے ۔ جلالین شریف صفحہ ۲۶۰ پر ہے۔

وَفْدًا جمع وَافِدٍ اَیْ رَاکِبٍ

یعنی وفد وافد کی جمع ہے۔ اور اسکا معنیٰ راکب کے ہیں۔
یعنی سوار ہونے کے :۔

براق کی درخواست

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاہا کہ براق پر سوار ہوں۔

تب براق کودنے لگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا
اے براق تو کیوں کودتا ہے۔ حالانکہ تجھ پر ایسا شخص

سوار ہو رہا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب کائنات سے زیادہ مرتبہ والا ہے۔ براق نے کہا آپ نے درست کہا ہے۔ مگر میں حاجت مند ہوں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا تیری کیا حاجت ہے۔ براق نے عرض کیا۔ قیامت کے دن بے شمار براق برق آسا، عالم آلاء، فلک پیما، آپ کے سامنے حاضر ہونگے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دن بھی آپ مجھے سواری کا شرف بخشیں جیسے آج کی رات شرف عنایت فرمایا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے براق کی درخواست کو قبول فرمالیا۔ اور سوار ہوئے (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱) کہتے ہیں کہ براق اس جسارت کے بعد شرمندہ ہو کر لرزہ باندام ہو گیا اور اسے پسینہ آگیا اور اپنے کو اس قدر زمین سے نزدیک کر لیا کہ آپ نہایت آسانی سے براق پر سوار ہو گئے :—

مولانا بلگرامی فرماتے ہیں ؎

بگیرم دامن سید لولاک در محشر
کہ محشر در نتابد تاب حسن نیم تابش را

شبے در خانۂ زیں آں امام انبیا آمد
قضا گیرد عنانش را قدر گیرد رکابش را

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے لگام تھامی اور میکائیل علیہ السلام نے رکاب پکڑی اور اسرافیل علیہ السلام نے زین پوشش اٹھایا کہتے ہیں ۔ کہ سفید گلاب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پسینہ سے پیدا ہوا اور زرد گلاب براق کے پسینہ سے پیدا ہوا - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب مجھے معراج کے لئے بلایا گیا - میرے بعد زمین رونے لگی تو اس کے رونے سے زرد گلاب پیدا ہوا اور جب میں واپس ہوا اور میرا پسینہ زمین پر گرا تو اس سے سرخ گلاب پیدا ہوا - خبردار ؟ جو شخص میری خوشبو سونگھنا چاہے تو وہ سرخ گلاب کو سونگھے (روح البیان م (ج ۲ ص ۳۹۳) (ف) اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس سے پہلے گلاب ہی نہ تھا بلکہ گلاب تھا مگر ان وجوہ مذکورہ سے بھی گلاب پیدا ہو گیا - جیسا کہ حضرت حوا کے آنسو سے لؤلؤ پیدا ہوئے حالانکہ لؤلؤ پہلے بھی موجود تھے - اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بہشت سے کافور لائے وہ زمین پر ڈالا تو نمک ہو گیا اس کا یہ مطلب نہیں

ا

کہ نمک پہلے موجود نہ تھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ
گنہگاروں کا ایک گروہ بندر ہو گئے۔ اس سے لازم نہیں
آتا کہ پہلے بندر موجود نہ تھے۔ اور حدیث شریف میں آتا
ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی کو
لاٹھی دی وہ اس صحابی کے ہاتھ میں تلوار بن گئی اس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ تلوار کا وجود اس سے پہلے نہ تھا۔ بلکہ
مقاصد حسنہ میں امام سخاوی لکھتے ہیں کہ یہ کمالات
نبوی ہیں۔ کہ اللہ تعالٰے نے آپکو بطور معجزہ عطا فرمائے

قدوسی جلوس

کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام
کو لاکھوں سال کی عبادت کے
صلہ میں براق کی زین وری کی سعادت نصیب ہوئی
اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ سے بیت المقدس
تک لگام پکڑنے کی شرافت ملی اور حضرت اسرافیل علیہ السلام
کو زین پوش اٹھانے کا انعام عطا ہوا جب آپکی سواری
روانہ ہوئی بطحا کا میدان آپ کے نور سے روشن ہوگیا
اور بہشت سے خوشبو دار ہوا چلی صلوٰۃ و سلام کی صدا
گونجی ہر طرف سے مرحبا کے نعرے لگے بہشتی حوروں نے نغمے گانے لگے

دونو عالم میں نور علی نور کیوں
کیسی رونق فزا آج کی رات ہے
یہ مسرت ہے کس کی ملاقات کی
عید کا دن ہے یا آج کی رات ہے
طور چوٹی کو اپنی جھکانے لگا
چاندنی چاند ہر سو بچھانے لگا
عرش سے فرش تک جگمگانے لگا
رشک صبح و صفا آج کی رات ہے

چار پکاریں

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی اگر کوئی راستہ میں آواز سنائی دے تو آپ اسکی طرف توجہ نہ فرمائیں۔ حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو داہنی طرف سے پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں مگر میں نے اس آواز کی طرف توجہ تک نہ کی اس کے بعد بائیں طرف سے اسی طرح ایک آواز آئی مگر میں نے اصلاً اس کی طرف التفات نہ کی اس کے بعد سامنے سے

ایک عورت سنگار کیئے ہوئے پکار کر کہنے لگی آپ ٹھہریئے میں نے آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے۔ مگر میں نے اسکی طرف کوئی خیال نہ کیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ پہلا پکارنے والا یہودیت کا داعی تھا۔ اگر آپ اسکی طرف توجہ فرماتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصرانیت کا داعی تھا۔ اگر آپ التفات فرماتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی اور آگے پکارنے والی دنیا تھی اگر آپ اس کی طرف خیال مبذول فرماتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے دیتی۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ پیچھے سے بھی اس طرح آواز سنی مگر آپ نے اسکی پرواہ تک نہ کی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ شرک اور آتش پرستی کا داعی تھا۔ اگر آپ اس سے بات کرتے تو آپ کی امت مشرک اور آتش پرست ہو جاتی۔ کہتے ہیں کہ ان چار پکاروں میں یہ حکمت پوشیدہ تھی۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل مبارک میں خیال گزرتا تھا کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہو گا۔ اس لئے ان چار پکاروں کے نتائج کے بعد گویا آپ کو تسکین دی

کہ حق تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے آپکی امت کو دین اسلام پر ثابت رکھے گا اس طرح نہ ہوگا جس طرح پہلی امتوں کا حال ہوا۔ کہ ایک بھی ان سے اپنے مذہب کا صحیح پیرو کار نہیں رہ گیا (ریاض الازہار صفحہ ۲۱)

مدینہ منورہ آپ کا ایک زمین پر گزر ہوا جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ یہاں اتر کر دوگانہ نفل نماز ادا فرمایئے۔ چنانچہ آپ نے وہاں اتر کر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ جہاں آپ نے نماز پڑھی ہے۔ یہ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہے۔ (زرقانی شرح مواہب ج ۶ صفحہ ۴۹)

چونکہ کعبہ شریف کا دروازہ مشرق کی طرف ہے اس طرح شمالی سمت کعبہ کے بائیں طرف ہوتی ہے۔ اور مدینہ منورہ کا وقوع بھی شمال میں ہے۔ بنابریں اس راز کی حقیقت سمجھنے کے لئے حدائق بخشش کی رباعی پیش کی جاتی ہے۔

کعبہ سے اگر تربت شاہ افضل ہے
کیوں بائیں طرف اس کیلئے منزل ہے

اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان کیا
سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرقد دل ہے

طور سیناء

پھر ایک سفید زمین پر آپکا گزر ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ یہاں اتر کر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے وہاں اتر کر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ طور سیناء ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت موسٰے علیہ السلام کو کلام کا شرف بخشا تھا (مواہب لدنیہ ج ۲ صکلا) سہ

کلیم بر جبل طور اعتبار گرفت
مسیح بر فلک چہارم قرار گرفت
غلام ہمت آنم کہ فوق کون ومکاں
براق عزم دواند دست یار گرفت

بیت اللحم

پھر ایک پہاڑ پر گزر ہوا جس کا رنگ سفید اور چمکیلا تھا اس جگہ فرشتوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ یہاں اتر کر نماز ادا کیجئے۔ حضور علیہ السلام

وہاں اترے اور دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے عرض کی کہ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں حضرت عیسٰی علیہ السّلام پیدا ہوئے تھے۔ اور اس جگہ کا نام بیت اللحم ہے۔ (درمنثور ج ۲ ص ۱۲۷) اللہ تعالٰے نے ایک قبلہ آسمان پر بنایا جس کا نام بیت المعمور ہے۔ اور تین قبلے زمین پر بنائے ایک قبلہ کا نام بیت اللہ ہے۔ جو مکہ معظمہ میں ہے۔ دوسرے قبلہ کا نام بیت المقدس ہے۔ جو ایلیاء میں ہے۔ تیسرے قبلہ کا نام بیت اللحم ہے۔ جو یروشلم کہلاتا ہے۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا:۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ٥ (پ ۲ ع ۲) اے نبی کریم! اگر آپ اہل کتاب کو وہ تمام معجزات دکھائیں جو آپ کے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے لئے رہنمائی کریں پھر بھی یہود اور نصارٰی تیرے قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت نہیں کرینگے۔ اور نہ تو ہی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والا ہے۔ اور اہل کتاب کا آپس میں بھی اختلاف ہے۔ کہ ان کا بعض ایک دوسرے

کے قبلہ کی طرف اتباع نہیں کرتا اس لئے کہ نصارٰی کا قبلہ مشرق میں واقع ہوتا ہے۔ اور اس کے مغرب میں یہود کا قبلہ ہے۔ یہ دونو گروہ ایک دوسرے کے قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت نہیں کرتے ؛۔

بخت دولت عافیت

اس کے بعد تین شخص سامنے ظاہر ہوئے ان میں سے ایک بوڑھا اور ایک ادھیڑ عمر کا اور ایک نوجوان تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جوان کی طرف نگاہ کی اور بوڑھے اور ادھیڑ عمر والے کو نہ دیکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ والسلام آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔ کہ آپ نے عافیت کو پسند فرمایا کیونکہ بوڑھا بخت اور ادھیڑ دولت اور جوان عافیت ہے۔ بخت اور دولت ہر دو ناپائیدار ہیں۔ اور عافیت ہر دو جہاں کی نعمت کا سبب ہے اس لئے آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی امت عافیت سے بہرہ ور رہ جائے گی (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۹)

گویا نووارد مہمان کی میزبانی کے لئے یہ ایک قسم کی

خوش آمدید تھی جسکو عربی میں اَھلاً وَّسَھلاً وَّمَرحَبا کہتے ہیں۔ جو عافیت پر نظر فرمانے سے رونما ہوئی جس کے بعد آپ کو اور آپکی امت کو دین و دنیا کی بہتری کی خوش خبری سنائی گئی۔

حریص آدمی

ایک شخص پر گذر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گھٹہ بنا رکھا ہے۔ اور اس کو سر پر اٹھانا چاہتا ہے۔ مگر جب نہیں اٹھا سکتا تو اس میں دوسری لکڑیاں جمع کر دیتا ہے۔ پھر جب گھٹہ کو نہیں اٹھا سکتا تو اس میں اور لکڑیاں فراہم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیسا شخص ہے۔ جب لکڑیوں کا گھٹہ بھاری ہے۔ تو اس میں سے لکڑیاں کم کرے تاکہ سر پر اٹھا سکے مگر یہ شخص گھٹہ کو اور وزنی بناتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ آپ کی امت سے ایسا شخص ہے۔ کہ بہت لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ ہیں۔ جب ان کے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو زیادہ حقوق اپنے ذمہ میں جمع کرتا ہے۔ اور حرص کرتا ہے۔ لوگوں کے حقوق اور ان کی امانتیں ایک قسم کا وزنی بوجھ ہے۔ جسکو انسان

نہ اٹھا سکے تو اس کے اندر زیادتی نہ کرے (تفسیر ابن جریر ج ۱۵ ص ۶)

بات پر نادم

ایک چھوٹے پتھر پر گذر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے۔ لیکن نہیں جا سکتا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ اس شخص کا حال ہے۔ جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے اور شرمندہ ہو جائے۔ مگر اس کے واپس کرنے پہ قادر نہیں ہے۔ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۵)

ریاکار

ایک شخص کو دیکھا جو کنویں میں ڈول لٹکاتا ہے۔ جب ہی باہر نکالتا ہے۔ اسے پانی سے خالی پاتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ ریاکار ہے۔ جو شخص دکھلاوے کی عبادت کرتا ہے وہ محنت بھی کرتا ہے۔ مگر قیامت کے دن اس کا ثواب نہ پائیگا (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۹)

بہشت کی تمنّا

ایک جگہ پر پاکیزہ اور ٹھنڈی ہوا چلی جس میں سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور ایک آواز سنی تھی۔ حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جنت کی خوشبو ہے۔ اور
اس کی آواز ہے۔ کہ اس نے اللہ تعالےٰ سے درخواست
کی اے میرے رب! میرے بالاخانہ پر استبرق،
حریر، سندس اور عبقری بہت ہو گئے۔ چاندی،
سونے کے گلاس اور برتن اور کوزے زیادہ ہو گئے
شہد، پانی، دودھ اور شراباً طہور بہت کافی
ہو گئے ہیں۔ موتی، مونگے اور مرجان بکثرت ہو گئے
اب اس وعدہ کو پورا کر جو مجھ سے کیا ہے۔ اور وہ لوگ
بھیج جو ان چیزوں کو استعمال کریں اللہ تعالےٰ نے
فرمایا کہ میں نے تیرے لئے نیک لوگوں کو مقرر کیا ہے
اور وہ ایسے لوگ ہیں جو مرد یا عورت ایمان اور
اسلام لائے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور
جو میرا خوف دل میں رکھے میں اسے امن دوں گا
اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو
مجھے قرض دے گا میں اسکو اسکا نیک صلہ دونگا اور
جو مجھ پہ توکل کرے گا۔ میں اسکی کفایت کرونگا۔ اور
میں ایک ہی عبادت کے لائق ہوں میرے سوا کوئی

اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ میں وعدہ خلافی نہیں کرتا بے شک ایمان داروں کو فلاح ہوگی اور اللہ تعالےٰ بہت ہی برکت والا ہے۔ بہشت نے کہا کہ میں رضامند ہوگئی (ابن کثیر ج ۳ ص ۱۸)

دوزخ کو آرزو

ایک وادی پر گزر ہوا جہاں ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے۔ کہ وہ کہتی ہے اے رب! جو مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ مجھ کو عطا فرمائیوں کہ میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ اور عذاب کثرت سے ہوگئے ہیں۔ میری گہرائی بہت وسیع ہوگئی ہے۔ میری گرمی بہت سخت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے ہر شرک کرنے والا مرد اور ہر شرک کرنے والی عورت اور کفر کرنے والا مرد اور کفر کرنے والی عورت اور تکبر و عناد کرنے والے لوگ اور قیامت کا انکار کرنے والے تجویز کئے ہیں دوزخ نے کہا میں راضی ہوگئی (در منثور ج ۴ ص ۱۴۲)

پتھر گرنے کی آواز

ایک وادی میں وحشت ناک آواز سننے میں آئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے جبرئیل! یہ کیا آواز ہے۔ جس سے انسان گھبرا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ ایک پتھر جو عرصہ ایک ہزار سال ہوئے دوزخ میں ڈالا گیا تھا۔ آج وہ پتھر دوزخ کی تہ میں پہنچا ہے۔ اس کے گرنے کی آواز تھی جو سنی گئی ہے۔

اخبار القرآن ص۲۵۷

حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس میرا گذر ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اگر کوئی دریافت کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کس طرح

دیکھا ہے؟ حالانکہ عالمِ برزخ میں عبادت کے وہ مکلف نہیں ہے۔ تو مسند ابویعلیٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ

کہ تمام نبی سلام ہو ان پر اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور وہ اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔

حلیہ الاولیاء میں لکھا ہے۔ کہ ثابت بنانی نے حضرت حمید سے پوچھا کیا آپ نے سنا ہے۔ کہ نبیوں کے سوا کوئی دوسرا شخص اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے۔ تو حضرت حمید نے فرمایا صرف نبیوں کا خاصہ ہے۔ کہ وہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں:۔ وَقَدْ صَحَّتِ الْاَحَادِیْثُ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ یُصَلِّیْ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَۃٍ کَمَا اَخْبَرَ بِذٰلِکَ فِیْ حَقِّ مُوْسٰی وَغَیْرِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ۔ (منح الملۃ صہ ۹۲) صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندگی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور آپ اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

جس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کی (سلام ہو ان پر) خبر دی ہے۔ کہ آپ نے ان کو معراج کی رات نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

براق کا باندھنا

بیت المقدس کے پاس آسمان کے بیشمار فرشتوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا اور عزت و احترام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھے (معارج ج ۳ ص ۱۲۹) وہاں ایک پتھر تھا جس کے ساتھ پہلے نبی (سلام ہو ان پر) اپنے براقوں کو باندھا کرتے تھے۔ لیکن اسوقت کافی عرصہ گزرنے کے باعث اس پتھر کا سوراخ بند ہو گیا تھا۔ جس میں رسی ڈال کر براق کو باندھ دیا جاتا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انگلی سے اشارہ فرمایا وہ سوراخ ظاہر ہو گیا۔ ریشم کی ڈوری سے براق کو وہاں باندھ دیا گیا (زرقانی ج ۶ ص ۵۳) (ف) اس بارہ میں ترمذی شریف کی دو روایتوں میں تعارض نظر آتا ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں جب براق کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیا تھا اسکو باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۴۳) دوسری جگہ یوں لکھا ہے

کہ حضرت بریدہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارہ سے پتھر کا سوراخ ظاہر ہوا جہاں براق کو اس سے باندھا گیا (ترمذی شریف ج ۲ ص۱۶۱) تو ان دو روایتوں میں تطبیق کی یوں صورت ہوگی کہ مثبت حدیث کو نافی پر مقدم مانا جائیگا ویسے بھی حضرت بریدہ کی حدیث مرفوع ہے۔ جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے۔ اور حضرت حذیفہ کی روایت ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ تو ان دونوں اقوال میں تعارض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس میں تطبیق کی ضرورت ہو اس لئے کہ اصول حدیث کے قاعدہ کے لحاظ سے تعارض کے لئے درجہ میں مساوات ضروری ہے

حوروں کا استقبال

تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حور عین دکھلائے آپ نے فرمایا ہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ ان حوروں کے پاس جائے کہ استقبال کے لئے حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں

نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم کس کے لئے ہو انہوں نے کہا کہ ہم نیک ہیں اور خوب صورت ہیں۔ ایسے نیک مردوں کی بیبیاں ہیں جو پاک ہیں اور صاف ہیں۔ اور میلے نہیں ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنت سے جدا نہ ہونگے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہ مرینگے:۔
(سیرت حلبیہ ج ۱ صلاگ) حور عین کا معنی" یاد رہے کہ حُورٌ عِیْنٌ لغت عربی میں اس خوب صورت حور کو کہتے ہیں جو اپنے حسن و جمال کے کمال کے باعث کسی دوسرے کی طرف اٹھا کر نہ دیکھے اور اپنی خوب صورتی پر اس کو ناز ہو:۔

فرشتوں کا استقبال

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب میں بیت المقدس میں پہنچا تو میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا کو میرے استقبال کو آئے ہیں۔ اور مجھے رب العزت کی طرف نہایت اعزاز و احترام کی بشارت سنائی اللہ مجھے یوں سلام کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ یَا اٰخِرُ یَا حَاشِرُ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا ان ناموں کے ساتھ سلام میں کیوں مخصوص کیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ سب سے پہلے

شفاعت کرنے والے ہیں - اور آپ سب سے آخری نبی ہیں - اور قیامت کے دن مخلوقات کا حشر آپ کے قدموں کے نیچے ہوگا :-

(معارج النبوۃ ج ۳ صـ۱۲۹)

تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور ؟
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کیواسطے تھے
جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

مسجد اقصٰی میں نماز

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اور جبرئیل علیہ السلام دونو مسجد میں داخل ہوئے تو انبیا علیہم السلام کو میں نے پہچانا کوئی صاحب قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجدہ میں ہے - پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور پھر اقامت کہی گئی اس وقت ہم صفیں درست کرکے اس انتظار میں کھڑے ہوگئے - کہ کون امامت کرتے ہیں - سو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی :-

بیان میر کٹھی نے کہا ہے ؎

شاہنشہ امی لقب مہ پارۂ کی قصب ؛ وہ سید عالی نسب وہ سرور والا حسب

اشہب سے اترا بے تعب، زینت گہ اقصیٰ میں جب
پیغمبرانِ منتخب، بہر نماز مستحب
استادہ تھے باصد ادب، نور تجلی کے سبب
روشن ہوئے روم و حلب، انجم کو ہے ابتک عجب
وہ روز روشن تھا کہ شب، تھی عرش پر بزم طرب
تھا جلوہ گر حسن طلب، بے پردہ تھے انوار سب
تھا کشف نور محتجب، تحت اشعاع بہر رب
تھا گرد وہ ماہ عرب، کیوں چھپ نہ جاتا بے گہن

تفسیر قرطبی میں ہے۔ کہ تمام نبیوں نے "سلام ہو ان پر" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امام بنانا چاہا کہ ہمارے اندر بھی اسکی اقتداکرنے میں خوبی کا اثر ہوجائے اور محبوبیت کی خوشبو حاصل ہوجائے اسکی وجہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی میں ایک خاص تعلق ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر امام کی نماز مقتدی کی نماز کو مستحل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ امام کی خوبیاں مقتدی میں سرایت کرتی ہیں

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول و آخر ؟
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے

اس مقام پر مسلمانوں کو جس بات کا عقیدہ رکھنا لازمی ہے۔

وہ یہ ہے کہ یہ مقدس اجتماع نبیوں کا "سلام ہو ان پر" محض روحانی نہ تھا بلکہ جسمانی تھا اور سب کے سب مجسم اور اپنی شکل و شباہت میں تھے۔ جو ان کو دنیا میں عطا ہوئی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص روحانی وجود کے ساتھ نماز پڑھے اور اصلی وجود اس میں شامل نہ ہو تو شرعاً نماز نہیں ہوگی۔ چنانچہ ملا علی قاری اپنی کتاب مرقاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۲۳۴ میں فرماتے ہیں:

فَاِنَّ حَقِيْقَةَ الصَّلٰوةِ وَهِيَ الْاِتْيَانُ بِالْاَفْعَالِ الْمُخْتَلِفَةِ اِتِّصَالُ الْاَشْبَاحِ لَا بِالْاَرْوَاحِ :- اس لئے نماز افعال مختلفہ قیام، رکوع، سجود قعدہ کی ادائیگی کا نام ہے۔ اور یہ اجسام سے ہو سکتی ہے۔ — ارواح مجردہ نماز کے ارکان ادا نہیں کر سکتے :—

(الف) حیات انبیاء کا بیان :—

قَالَ الْبَيْهَقِيُّ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا رُدَّتْ اِلَيْهِمْ اَرْوَاحُهُمْ فَهُمْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشُّهَدَاءِ :-

(زرقانی شرح مواہب لدنیہ ج ۵ ص ۳۸۲) امام بیہقیؒ نے فرمایا کہ تمام نبی "سلام ہو ان پر" زندہ ہیں۔ حتیٰ کہ جب ان کی روحیں وفات کے وقت نکالی جاتی ہیں۔ تو پھر وہ روحیں ان سب کے جسموں میں واپس لوٹا دی گئی ہیں۔ پس سب نبی خدا کے

نزدیک زندہ ہیں۔ جیسے کہ شہید زندہ ہیں۔ حدائق بخشش میں ہے،

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی وفات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسم پر نور بھی روحانی ہے
اوروں کی روح ہو کتنی لطیف
ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی
روح ہے پاک ہے نورانی ہے

"ف"، علامہ اقبالؒ کا مکتوب گرامی مطالعہ فرمائیے جو انہوں نے نے خان نیاز الدین احمد کو بمورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء کو تحریر فرمایا۔ میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفید ہو سکتے ہیں۔ جس طرح صحابہ (کرام) ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہو گا

اس لئے خاموش رہتا ہوں "
"ب" دو موتوں کا بیان :- یاد رکھیے انسان پر دو موتیں وارد ہوتی ہیں - عا- ایک وہ موت جو دنیوی حیات کے اختتام پر ہوتی ہے - اور متعارف ہے - عا۲ دوسری وہ موت ہے جو قبر میں جسم کو زندگی ملنے اور سوال و جواب کے سلسلے کے بعد واقع ہوتی ہے - کفار مکہ اس دوسری موت کا انکار کرتے تھے - جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :-
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝ پ۲۵ ع ۱۵ - تحقیق کفار کا گروہ کہتے ہیں - " ہمارا انجام کار صرف پہلی موت ہے - جو دنیا میں آتی ہے اس موت کے بعد ہم زندہ ہونے والے نہیں (اور جب دوسری زندگی نہیں تو دوسری موت بھی نہیں) اس کے بعد یہ سمجھ لینا چاہئے کہ نبی ہوں یا ولی یا شہید ان کے لئے دوسری حیات دائمی اور ابدی ہو جاتی ہے - اور وہ اس طرح قوی حیات ہوتی ہے - کہ دنیوی حیات سے بہت بالاتر ہوتی ہے وہ اس دنیا میں زندہ ہیں مگر ہم اس بات کا شعور نہیں کر سکتے - بخاری ج ۱ ص ۱۶۹

پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے۔ کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے یوں کہا :—
لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ اَمَّا الْمَوْتُ الَّتِيْ كُتِبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا : "اے اللہ تعالےٰ کے نبی! آپ پر اللہ تعالےٰ دو موتیں جمع نہ کریگا مگر وہ موت جو اللہ تعالےٰ نے لکھی تھی "وہ ہو گزری" اس لئے امام ابو منصور بغدادی نے کہا ہے۔ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات کے زندہ ہیں۔ اور آپ امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان میں سے گنہ گاروں کے گناہ سے مغموم ہوتے ہیں اور آپ کی امت سے جو شخص بھی درود شریف پڑھتا ہے۔ وہ آپ تک پہنچ جاتا ہے۔

(ج) "کمالات نبوت کا بیان۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب آپ بیت المقدس میں پہنچے تو وہاں بھی ان کو موجود پایا۔ پھر چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے۔ اسی طرح آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دیکھا پھر پہلے آسمان پر پہنچے تو وہ وہاں بھی موجود تھے۔ تو اس میں کمالات

نبوت کا اظہار ہے۔ کہ نبی کو یہ طاقت حاصل ہے۔ ایک آن میں جہاں چاہیں موجود ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے براق پر وہاں جانے سے بھی خدا کے نبی علیہ سلام ہوان پر" پہلے پہنچ جاتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت کی طاقت براق کی پرواز سے بھی بہت بالاتر ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجاب کبریا کے پاس ایک قدم سے اتنا فاصلہ طے فرمایا جتنا کہ زمین سے حجاب کبریا تک ہے۔ اس لئے علماء کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کے لئے براق کی حاجت نہ تھی لیکن اَلرَّاکِبُ اَعَزُّ مِنَ الْمَاشِیْ سوار پیادہ سے زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ بنابریں آپ براق پر سوار ہو کر معراج کو گئے۔

(د) براق ٹھہرنے کے وجوہ۔ براق نے تمام سفر طے نہ کیا۔ اور راستہ پر رک کر ٹھہر گیا۔ اس بارہ میں چند وجوہ ہیں۔ ۱ براق پر سوار ہونے سے آپ کی نورانی قوت پر شبہ وارد ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے آپ حجاب کبریا سے آگے براق کے سوا گئے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کو معراج میں براق کی احتیاج نہ تھی

بلکہ براق اس شرف پانے میں آپ کی ذات سے حاجت مند تھا۔ ع٢ کریم لوگوں کی عادت ہے۔ کہ جب اپنے پیشوا کے آستانہ پر جاتے ہیں۔ تو اس درگاہ سے کچھ فاصلہ پہلے اتر جاتے ہیں۔ جس سے درگاہ معلّٰی کا احترام مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس لا مکان درگاہ کے قرب میں براق سے اتر گئے اور بلا واسطہ کسی سواری کے مقام ادنیٰ کا شرف پایا ع٣ علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر اعلیٰ مقام اور بلند درجہ پر گئے کہ نہ وہاں کوئی مقرب فرشتہ جا سکتا ہے، نہ کسی کو پرواز کی مجال ہے۔ اس لئے براق ٹھہر گیا کہ اس سے آگے جانے کی اسکو طاقت ہی نہ رہی :-

(ھ) اجساد مثالیہ کی تحقیق۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب نماز پڑھائی تمام نبیوں نے "سلام ہوان پر" اقتدا فرمائی تو اس آن میں وہ سب کے سب نبی "سلام ہوانپر" اپنی قبروں میں بھی موجود تھے۔ پھر جب سب نبیوں کو "سلام ہوان پر" حسب مراتب آسمانوں پر دیکھا تو وہ سب کے سب اس وقت اپنی قبروں میں بھی موجود

تھے۔ بلکہ بیت المقدس میں بھی آپ سے واپس آنے تک
موجود رہے۔ اسکو شریعت میں اجساد مثالیہ کہتے ان اجساد
میں تغائر اور تباین نہیں ہوتا اسکی مثال یوں سن
لیجئے کہ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ قرآن مجید بے مثل کلام
ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اعلان ہے :۔

فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ "پ۱ ع ۳"

اللہ تعالےٰ نے فرمایا جس کو قرآن کے اعجاز میں شک ہے
تو وہ قرآن کی ایک سورت جیسی سورت بنا کر پیش کرے
اب اگر بالفرض آپ کے سامنے کوئی شخص کہدے کہ میں
اسکی مثل پیش کر سکتا ہوں۔ پھر آپ نے سورت کوثر پڑھی
اور کہا اسکی مثل کیسے ہو سکتی ہے۔ تب اس نے آپ
کے سامنے وہی سورت کوثر پڑھ کر یہ دعویٰ کر دیا۔ کہ
میں نے جو کچھ تلاوت کی ہے۔ وہ آپ کی تلاوت کے
بعد ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ بعینہٖ وہی ہے۔ تو ایک
شئی کا اپنی ذات سے تاخر لازم آئیگا اور یہ محال ہے۔
لہذا آپ کو ماننا پڑے گا جو سورت میں نے تلاوت کی
ہے۔ وہ آپ کی پڑھی ہوئی سورت کوثر کے مغائر ہے

القصہ جس طرح یہ معارضہ سراسر دھوکہ ہے۔ غلط بیانی اور ناقابل قبول بات ہے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ قرآن شریف کی سورت بے شمار تلاوتوں میں ظاہر ہونے سے ایک دوسرے کے مبائن نہیں ہوسکتی اسی طرح نبی ہو یا ولی ہو یا شہید یا بیت المقدس یا بیت اللہ ہو۔ سب کے سب اپنے مثالی اجسام میں ظہور فرمانے سے کوئی ایک دوسرے کے مغائر نہیں ہوسکتے بلکہ ایک ذات کے تمام اجساد مطہرہ کو آپس میں اتحاد بالذات ہوتا ہے۔ کسی قسم کا تغائر ان میں نہیں ہوتا

"کامل ترین دیدار الٰہی" حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہے۔ وَلَمَّا کَانَ الْاَمْرُ ھٰکَذَا عَلِمْنَا اَنَّ رُؤْیَۃَ اللّٰہِ فِی الصُّوْرَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ فَھِیَ اَتَمُّ رُؤْیَۃٍ تَکُوْنُ فَمَا زِلْنَا نُحَرِّضُ النَّاسَ عَلَیْھَا مُشَافَھَۃً وَّفِیْ کِتَابِنَا ھٰذَا ؛؛

فتوحات مکیہ ج ۴ صفحہ ۵) جب واقعات اس طرح ہیں۔ جیسے کہ گذر چکے ہیں۔ تو ہم نے جان لیا کہ کامل ترین دیدار الٰہی یہ ہے کہ ہم خدا کی تجلی کو صورت محمدی میں رویت محمدی کے ساتھ دیکھیں اسی لئے ہم نے لوگوں

کو بالمشافہہ اس کی رغبت دلائی اور اپنی اس کتاب میں اس کا اہتمام کیا:-

وعف،،جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر خدا کی تجلی نظر آئی اسی طرح وہ تجلی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اہل نظر کو اس تجلی کا دیکھنا دوسری قسموں سے کامل ترین نظر آتا ہے۔

خطبات رسل

نماز سے فارغ ہو کر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اللہ تعالےٰ کا شکر اور اسکی ثنا بجالائے اور فرمایا خدا تعالےٰ کا احسان ہے۔ جس نے مجھے مٹی سے پیدا فرمایا اور خلیفہ بنایا، فرشتوں نے میرا سجدہ کیا، حوا کو مجھ سے پیدا کر کے میرا جفت بنایا اور بہشت کی بے شمار نعمتوں سے ہم کو بہرہ ور فرمایا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقریر فرمائی کہ تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں۔ جس نے مجھے خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا۔ مجھے صاحب ملت بنایا اور مجھکو مقتداء صاحب قنوت بنایا یہاں تک کہ میری اقتدا کی جاتی ہے۔ اور مجھ کو آتش نمرودی سے

نجات دی اور اس کو میرے لئے سلامتی اور ٹھنڈک بنادیا اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالےٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھے کلام خاص کا شرف عطا فرمایا۔ اور مجھے برگزیدہ بنایا اور مجھ پر تورات نازل فرمائی، میرا دشمن فرعون ہلاک ہوگیا اور میری مددگار بنی اسرائیل کی قوم کو نجات دی، میری قوم کو ایسا گروہ بنایا جو حق کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور اس کے موافق عدل کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ جمیع محامد اللہ تعالےٰ کیلئے ثابت ہیں۔ جس نے مجھکو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھ کو زبور کا علم دیا اور میرے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور پہاڑوں کو میرے لئے مسخر کر دیا جو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور پرندوں کو میرے ساتھ تسبیح خوانی کے لئے مسخر کر دیا اور مجھ کو علم و حکمت اور خوش الحانی عطا فرمائی اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد و ثنا کے بعد یہ تقریر کی کہ تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کیلئے ثابت ہیں۔ جس نے ہوا کو

میرے لئے مسخر کر دیا اور جنات کو میرے تابع بنایا حتیٰ کہ جو چیزیں مثل عمارات عالی شان کے ان سے بنوانا چاہوں وہ بناتے ہیں۔ اور مجھکو پرندوں کی زبان سمجھنے کی قدرت عطا کی اور مجھکو ایسی سلطنت بخشی ہے۔ کہ میرے سوا کسی کو عطا نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد و ثنا کے بعد یہ تقریر فرمائی کہ تمام محامد اللہ تعالےٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھے اپنا مسیح بنایا اور مجھکو حکمت، تورات اور انجیل کا علم دیا اور مجھے وہ طاقت عطا فرمائی حتیٰ کہ مٹی کے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں تو خدا تعالےٰ کے حکم سے اڑتا ہوا پرندہ بن جاتا ہے۔ مادر زاد اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ تعالےٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اس کے بعد حضرت محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جمیع محامد اللہ تعالےٰ کے لئے ثابت ہیں۔ جس نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سب لوگوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور ڈر کی باتیں بتانے والا

بنایا ہے - اور مجھ پر قرآن شریف نازل کیا جس میں ہر شی کا بیان ہے، میری امت کو بہترین امت بنایا، میرے نام کے ذکر کو بلند کیا، مجھے سب سے اول اور سب سے آخر بنایا (یعنی نور میں اول اور ظہور سے آخر بنایا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تقریر کے بعد سب نبیوں نے "سلام ہو ان پر" کہنے لگے کہ اس میں شک باقی نہیں رہا کہ آپ ہم سب نبیوں سے فضیلت پا گئے - مرتبہ اور شان کے لحاظ سے بڑھ گئے ہے (زرقانی ج ۶ صفحہ ۵۸)

ایک آیت کا نزول

بیت المقدس میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی !—

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (پ ۲۵ ع ۱۰)

اے نبی! آپ ان رسولوں سے یہ دریافت کرلیں جن کو ہیں نے آپ کے آنے سے پہلے رسول بنا کر بھیجا ہے - کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے سوا کبھی بتوں کی عبادت کا حکم دیا ہے - (یعنی کبھی یوں حکم نہیں دیا اور آپ ان رسولوں سے پوچھ سکتے ہیں - حتیٰ کہ یہ کام کسی ملت و مذہب میں جائز نہیں رہا)

اس آیت سے توحید پر تمام نبیوں کی (سلام ہو ان پر) گواہی مقصود تھی۔ معالم التنزیل میں ہے۔ کہ آپ نے رسولوں سے ,, (سلام ہو ان پر،، یہ دریافت نہ کیا. صاحب عین المعانی کی روایت ہے. کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام سے کہا کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مسئلہ نبیوں سے پوچھا تھا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کا یقین بہت کامل ہے۔ اور آپ کا ایمان بہت محکم ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کو اس بات کے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی (بھلا حق الیقین والے کو علم الیقین کی کیا حاجت ہے۔ (تفسیر حسینی ج ۲ ص ۳۰۵)

جنت کے مشروبات

ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِیْ جِبْرِیْلُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِخْتَرْتَ الْفِطْرَۃَ (مسلم ج ۱ ص ۹۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب مسجد اقصیٰ سے باہر آیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام دو برتن لائے ایک میں شراب طہور تھی اور ایک میں دودھ لبریز تھا

پھر کہا ان میں سے جونسا آپ پسند فرمائیں نوش فرمائیے تو میں نے دودھ کا برتن اختیار کیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت "دین اسلام" کو پسند فرمایا۔ امام ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس روایت میں اختلاف ہے۔ کہ جو برتن آپ کے سامنے پیش گئے گئے بیت المقدس میں معراج کے شروع ہونے سے پہلے تھے یا سدرۃ المنتہٰی کے پاس پہنچنے کے بعد تھے۔ پھر برتنوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں دو برتن مذکور ہیں۔ ایک شراب طہور اور ایک دودھ خالص کا اور بعض روایات میں شہد سے بھرے ہوئے برتن کا بیان بھی ہے۔ اور بعض روایات میں پانی کے برتن کا اضافہ ہے۔ "جیسا کہ تفسیر ابن کثیر کی روایت میں چار برتنوں کا ذکر ہے" امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے۔ کہ دو دفعہ برتن پیش کئے گئے۔ ایک دفعہ بیت المقدس میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور ایک مرتبہ سدرۃ المنتہی کے پاس جب کہ آپ نے چار نہروں کا مشاہدہ فرمایا اور برتنوں کے عدد میں یہ تطبیق

ہے ۔ کہ بعض راویوں نے ان برتنوں کا ذکر کر دیا جو دوسرے نے ترک کر دیا اور دراصل چار برتن تھے اور ان چار برتنوں میں بہشت کی چار نہروں کے مشروبات تھے ایک پانی دوسرا دودھ تیسرا شراب طہور اور چوتھا شہد خالص کا برتن تھا (فتح الباری)

پتھر ہوا میں

جب آپ نے براق پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا تو آپ کا قدم اس صخرہ شریف (پتھر) پر پڑا جو بہشت کے پتھروں سے ایک پتھر ہے ۔ اور وہ پتھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے ۔ اس لئے کہ وہ پتھر اس وقت تک مسجد اقصیٰ کے صحن میں زمین اور آسمان کے درمیان لٹکا ہوا ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو ہوا میں بغیر ستون کے محفوظ رکھا ہے جس طرح آسمان ستون کے سوا موجود ہے ۔ اور اس پتھر کے جنوبی حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک کا نقش ہے ۔ جو براق پر سوار ہوتے وقت ظاہر ہوا تھا ۔ اب وہ پتھر بوجہ ادب نقش پا شریف کے اس طرف جھکا ہوا ہے ۔ (شرح شفا شریف ج ۱ صفحہ ۳۹۰)

کہتے ہیں کہ جہاں دنیا میں جہاں ہی پانی میٹھا ہے۔ اس پانی کا مخزن اور منبع اس صخرہ شریف کے نیچے ہے اور بنی امیہ کی سلطنت کے دوران اس صخرہ شریف پر گنبد بنا دیا گیا ہے۔

(الف) تحقیق ردیف شدن بر براق بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی براق پر سوار ہو گئے۔ چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے۔ کہ بیت المقدس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو براق پر ردیف بنا لیا، مستدرک میں حدیث ہے۔ اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ فَرَكِبْتُ خَلْفَ جِبْرِيْلَ :۔ میں جب براق کے پاس آیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پیچھے سوار ہو گیا "صحیح ابن حبان میں لکھا ہے"

وَحَمَلَهٗ جِبْرِيْلُ عَلَى الْبُرَاقِ رَدِيْفًا لَهٗ :۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے براق پر ردیف بنا لیا شفا شریف میں ہے۔

"مَا زَايَلَا ظَهْرَ الْبُرَاقِ حَتّٰى رَجَعَا"

دونو براق پر سوار رہے۔ حتی کہ معراج سے واپس آ گئے

(ب) "مخصوص بودن براق" تحقیق یہ ہے۔ کہ براق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخصوص سواری تھی

" وَذُيِّفَ بِاَنَّ اَبَا حَمْزَةَ مَيْمُوْنَ الْاَعْوَرَ تَفَرَّدَ بِهٖ

"نبراس صفحہ ۲۲۶" اور یہ روایت "جس میں براق پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سوار ہونا مذکور ہے" ضعیف ہے کیونکہ کہ ابو حمزہ میمون اعور نے تمام ثقہ راویوں سے تفرد کیا ہے اور حیاۃ الحیوان میں ہے :- اِنَّ الظَّاهِرَ عِنْدِيْ اَنَّ جِبْرِيْلَ لَمْ يَرْكَبْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُرَاقَ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ

لِاَنَّهُ الْمَخْصُوْصُ بِشَرَفِ الْاِسْرَاءِ

امام دمیری فرماتے ہیں۔ کہ بیشک میرے نزدیک ظاہر یہی ہے کہ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو براق پر سوار نہیں کیا۔ اس لئے کہ براق پر سوار ہونا معراج کا شرف تھا۔ جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت تھی۔ ے

نے ترا ممکن تواں گفتن نہ واجب لیک حق
بعد ذات خویشتن ذات ترا کرد انتخاب

چوں برآئی بر براق برق پیما جبرئیل :. گیرداں دستے عناں وزدگر دستے رکاب

سیڑھی کا ظہور

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہاں ایک سیڑھی ظاہر ہوئی جو خوبصورتی میں اپنی مثل اور نظیر نہ رکھتی تھی اس سیڑھی کے دو بازو تھے - ایک یاقوت سرخ کا اور ایک زمرد اخضر کا اور اس کے درمیان بہت ڈنڈے تھے - جن میں ایک ڈنڈا سونے کا اور ایک چاندی کا تھا - اور اس سیڑھی کے پچاس مقام تھے - ہر مقام ستر برس کی راہ تھا - اور ہر مقام میں ایک فرشتہ متعین تھا - جس کے پاس پچاس ہزار فرشتے خادم تھے - اور جب فرشتے آسمان سے زمین پر آتے جاتے ہیں تو اس سیڑھی کے ذریعہ آتے جاتے ہیں - حضور علیہ السلام نے فرمایا - جب میں براق پر سوار ہو کر اس سیڑھی سے گذرا تو وہاں ایک فرشتے نے مجھے سلام کر کے کہا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار برس پہلے یہاں مقرر ہوں تاکہ آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھتا رہوں - مدت سے آپ کی انتظار میں بیقرار تھا - اور آپ کی محبت میرے دل میں جاگزیں ہے - سو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوئی - کہ آپ کی زیارت سے شرف پایا - (ریاض الازہار صفحہ ۲۱۱)

(الف) بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ آپ کو سیڑھی کے ذریعہ معراج ہوئی اور بعض روایات میں ہے۔ کہ آپ کو بذریعہ براق معراج ہوئی۔ صحیح یہ ہے۔ کہ آپ براق پر سوار تھے۔ اور سیڑھی کے ذریعہ آسمان پر چڑھے۔ اور بعض روایات میں ہر آسمان کیلئے حتیٰ کہ عرش اور کرسی کے لئے بھی سیڑھی تھی۔ یعنی کل نو سیڑھیاں تھیں۔ اور ہر جگہ آپ کے استقبال کو فرشتے موجود تھے ؎

الہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں؛
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخواب بصارت کا
نہ ہو آقا کو سجدہ آدم و یوسف کو سجدہ ہے
مگر سد ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

(ب) لغت عرب میں معراج سیڑھی کو کہتے ہیں۔ ایک نورانی سیڑھی جس کی حقیقت کو اللہ تعالےٰ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے لئے اس سفر میں زمین اور آسمان کے درمیان نصب کی گئی۔ جسکی وجہ سے اس سارے سفر کا نام ہی معراج ہو گیا ہے۔ جیسا کہ کسی سورت میں دعوٰں کا ذکر ہے۔ تو اس سورت

کا نام دخان ہے - اور اگر گائے کا ذکر ہے - تو اس سورت
کا نام بقرہ ہے - اور کہتے ہیں کہ سکرات کے وقت انسان
کو وہ سیڑھی نظر آتی ہے - اور اس سے آسمان کے فرشتے
چڑھتے دکھائی دیتے ہیں - اس لئے اس وقت انسان
کی آنکھیں اس طرح کھل جاتی ہیں - جیسے کسی چیز کو تک
رہی ہوں - بعض بزرگوں نے یہاں ایک نکتہ لکھا ہے -
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیت المقدس سے اس لئے
معراج ہوئی کہ زمین سے آسمان پر جانیکا راستہ ہی خدا
تعالیٰ کے نزدیک اسی سیڑھی سے مقرر ہے - جس سیڑھی
سے آپ نے براق پر سوار ہو کر صعود و ہبوط فرمایا :-

ہوائی اور ناری کرّے

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہوائی کرّہ سے
گزر ہوا ہے - اور وہ ہوا کا ایک خزانہ ہے - جس کو ستّر ہزار
زنجیروں سے باندھا گیا ہے - اور ہر زنجیر اسکی ایک ایک
فرشتے کے پردہ پر ہے - تاکہ اس کی نگاہ رکھے :-
(معارج النبوۃ ج ۳ صـ ۱۳۲) اس کے بعد آپ نے کرۂ
ناری سے گزر فرمایا (روح البیان ج ۲ صـ ۳۹۷)

کہتے ہیں کہ جب قوم عاد پر عذاب آیا تو صرف انگوٹھی کے سوراخ کے برابر اس ہوا کا راستہ کھولا گیا۔ جس کی وجہ سے قوم عاد کا نام ہو گیا۔ اور ان کے درخت اور عمارتیں سب نیست و نابود اور تباہ و برباد ہو گئیں

دریائے قاصیہ

ایک دریا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ہوا۔ کہ اس کا نام دریائے قاصیہ ہے ۔ اسکی موٹائی دو سو سال کی مسافت کے برابر ہے ۔ اس دریا کا رنگ نیلا ہے آسمان کی نیل گونی جو نظر آتی ہے ۔ دراصل یہ دریا کا رنگ ہے ۔ اس دریا میں سمندروں اور جنگلات کے جانوروں کے مثل سب طرح کے جانور موجود ہیں ۔ (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۳۲)

دوف ،، مامون رشید خلیفہ عباسی کا باز شکار گاہ میں اڑتا ہوا غائب ہو گیا ۔ ایک ساعت کے بعد ایک مچھلی منہ میں لے کر واپس آ گیا ۔ مامون رشید کو مچھلی لانے سے حیرانی ہوئی کہ مچھلی دریا میں ہوتی ہے ۔ نہ ہوا میں ۔ جب شکار سے واپس ہوا تو اس راستہ سے گزر ہوا جہاں حضرت امام تقی علیہ السلام اس مقام پر موجود تھے ۔ مامون نے ان

کی خدمت میں حاضر ہوکر ماجرا سنایا اور اس بات کا راز دریافت کیا۔ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حیرانی اور تعجب کی بات نہیں کیونکہ اللہ کا دریا ہے۔ جو کہ آسمان کے درے جوّ (ہوا) میں موجود ہے۔ یہ مچھلی اس دریا کی ہے۔ مامون آپ کے بدیہی جواب اور وسعت علم سے متعجب ہوا اور نہایت نیاز کر کے رخصت ہو گیا:۔ (ملفوظات طیبہ صنہ ۶) از قبلہ عالم گولڑوی رضی اللہ عنہ

پہلا آسمان

جب آسمان تک پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانے کیلئے آواز دی اس دوازہ کا نام باب الحفظ ہے۔ جو یاقوت سرخ سے ہے۔ اور اسکا قفل موتی کا ہے۔ اس کے دربان کا نام اسمٰعیل ہے۔ جس نے آواز سن کر کہا مَرْحَبًا آپ کا آنا بہت اچھا آیئے اور دروازہ کھول دیا آپ اس دروازہ سے آسمان پر چلے گئے۔ اس آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی مسافت تھی۔ اور اس دربان کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے۔ جو سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْاَعْلٰی سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی سُبْحَانَ مَنْ لَّیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کی تسبیح پڑھتے تھے :۔

(ریاض الازہار صـ۲۱۲) ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَی السَّمَاءِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِیْلُ فَقِیْلَ مَنْ اَنْتَ قَالَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَیْہِ قَالَ قَدْ بُعِثَ اِلَیْہِ فَفُتِحَ لَنَا (متفق علیہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ہم کو آسمان دنیا تک لے گئے پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوانے کو کہا۔ دربان فرشتوں کی طرف سے پوچھا گیا۔ آپ کون ہیں کہا میں جبرئیل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں کہا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس آسمانوں پر بلائے جانے کا پیغام بھیجا گیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں بلائے گئے ہیں (بخاری اور مسلم)

تعجب کے صیغے

اب اس مقام پر اہل علم حضرات کیلئے ایک علمی تحقیق درج کی جاتی ہے۔

وہ یہ ہے کہ حدیث شریف کی عبارت سے آپ کو واضح ہو گیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ آسمانوں پر پہنچے تو ہر آسمان پر فرشتوں

نے کہا۔ مَنْ اَنْتَ آپ کون ہیں جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں جبرئیل ہوں پھر فرشتوں نے کہا مَنْ مَّعَکَ آپ کے ساتھ کون ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پھر فرشتوں نے کہا وَقَدْ بُعِثَ اِلَیْہِ اور کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں ان تمام سوالات اور جوابات کی نوعیت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے سے پہلے فرشتوں کو کچھ علم ہی نہ تھا۔ کیونکہ حدیث شریف میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ فَیَسْتَبْشِرُ بِہٖ اَھْلُ السَّمَاءِ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوش خبری آسمان والے سنتے تھے (بخاری ص۱۱۲۰) پھر امام ابن حجر عسقلانی ارقام فرماتے ہیں۔ کَاَنَّھُمْ کَانُوْا عَلِمُوْا اَنَّہٗ سَیُعْرَجُ بِہٖ فَکَانُوْا مُتَرَقِّبِیْنَ گویا فرشتوں کو بتا دیا گیا تھا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عنقریب معراج کرائی جائیگی تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تشریف آوری کی انتظار میں (فتح الباری ج ۷ ص۱۷۲) علامہ احمد بن محمد بن محمد شمنی تحریر فرماتے ہیں۔

وَکَانَ سُؤَالُھُمْ لِلْاِسْتِعْجَابِ بِمَا اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْہِ اَوِالْاِسْتِبْشَارِ بِعُرُوْجِہٖ

(مزیل الخفاء عن الفاظ الشفاء ج ۱ ص ۱۷۸) فرشتوں کا یہ سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعمتوں سے یا آپ کی معراج کی خوشی میں تعجب کے باعث تھا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ وَقِيْلَ سَأَلُوْا تَعَجُّبًا مِنْ نِعْمَةِ اللهِ عَلَيْهِ بِذَالِكَ اَوِ اسْتِبْشَارًا بِهٖ وَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الْبَشَرَ لَا يَتَرَقّٰى هٰذَا التَّرَقِّيَ اِلَّا بِاِذْنِ اللهِ تَعَالٰى وَاَنَّ جِبْرِيْلَ لَا يَصْعَدُ بِمَنْ لَمْ يُرْسَلْ اِلَيْهِ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۱۸) اور کہا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اللہ کی نعمت معراج کے سبب نازل ہوئی یا فرشتوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سے خوشی ہوئی تو تعجب کے مقام یہ سوال کئے اور تحقیق فرشتوں کو اس بات کا علم ہے۔ کہ بشر اس ترقی کے مقام پر اللہ تعالےٰ کے اذن کے سوا نہیں پہنچ سکتا اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو بلایا نہ جائے اسکو حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان پر نہیں لے جاتے۔ جناب منشی حسن دہلوی کے کلام سے تعجب کا محاورہ سنیئے ؎

اے تو بحسن بادشاہ بندہ نواز کیستی ؛ پردۂ ما ہمہ دری محرم راز کیستی

دُرِ بدرج قیمتی تاج سر شاہنشہی
سروِ بلند قامتی عمر دراز کیستی
بندہ حسن بصد زباں گفت کہ من بندہ توام
تو بزبانِ خود بگو بندہ نواز کیستی

فرشتے قیام میں

جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس آسمان پر فرشتوں کی جماعت دیکھی جو صف بستہ قیام کی حالت میں یہ تسبیح پڑھ رہے تھے۔

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ

میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ ان فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جب آسمان پیدا ہوا اس دن سے ان کی یہی عبادت ہے، اور قیامت تک اسی عبادت میں مشغول رہیں گے آپ حق تعالیٰ سے درخواست کریں۔ کہ اپنے فضل وکمال سے اس عبادت کا ثواب آپ کی امت کو عطا فرمائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نماز میں قیام آپ کی امت پر فرض کیا ہے۔ اس لئے ان

کو لازم ہے کہ اسے اچھی طرح بجالائیں میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ ان فرشتوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ اس نے کہا کہ ان کی تعداد کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ پ ۲۹ تیرے رب کے لشکروں کی تعداد خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۳۳)

حضرت آدم علیہ السلام

آپ نے فرمایا کہ میں وہاں گیا تو دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں۔ حضرت ابوہریرہ سے مسند بزار میں روایت ہے۔ کہ ان کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے۔ کہ اس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے۔ اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے۔ کہ اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے۔ جب داہنی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں مغموم ہوتے ہیں۔ اور بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے۔ کہ آسمان دنیا میں ایک کو بیٹھا دیکھا جن کی داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں۔ اور کچھ صورتیں بائیں طرف ہیں۔ جب وہ داہنی

طرف دیکھتے ہیں۔ ہنستے ہیں۔ اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں روتے ہیں۔ بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجئے میں نے انکو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مَرحَبًا فرزند صالح اور نبی صالح کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ صورتیں داہنی اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ سو داہنی طرف جنتی ہیں۔ اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں۔ اسں داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں۔ اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

(ف) حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں جو صورتیں نظر آتی تھیں وہ روحیں اسوقت آسمان پر مستقر نہ تھیں۔ بلکہ اپنے اپنے ٹھکانے پر تھیں۔ حتیٰ کہ مومنوں کی روحیں بہشت میں اور کافروں کی روحیں دوزخ میں تھیں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش ہونے کا موقع اسں طرح وقوع میں آیا کہ روحیں گاہے گاہے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے لائی جاتی ہیں۔ جیساکہ کافروں کی روحیں دن اور رات کے خاص اوقات میں دوزخ

ہیں پیش کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :۔
اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا (پ۲۴ ع ۱۰)
اور دوزخ میں کافروں کی روحیں صبح اور شام پیش کی جاتی ہیں۔ اور جاننا چاہیئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سب روحیں آسمان پر چڑھ جاتی ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ باہر سے پیش کی جاتی ہوں اور آسمان چونکہ شیشہ کی طرح صاف ہے۔ اس سے نظر آتی ہوں کیونکہ کفار کے بارہ میں قرآن مجید میں ہے۔ کہ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (پ۸ ع ۱۲) اور کافروں کے لئے آسمان پر جانے کے لئے دروازے نہیں کھولے جاتے اور یہی جواب علامہ زرقانی نے ارقام فرمایا ہے (زرقانی شرح مواہب ج ۶ ص۴۷)

صدقہ دینے والے

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا جو کھیتی کا کام کر رہے تھے۔ مگر اس طرح پر کہ فصل کاشت کیا اسی وقت فصل پک گئی پھر اسکو کاٹ کر فصل برداشت کر لیا اور فائدہ بھی اتنا کہ ایک دانے کے عوض میں سات سو گنا اناج حاصل کرتے ہیں

اور جب وہ کاٹ لیتے ہیں۔ پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کاٹنے سے پہلے تھا۔ آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ کہ ان کی نیکی سات سو گنا تک بڑھتی ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اچھا عوض عطا فرماتا ہے۔ اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (پ ۳۔ ع ۴)

مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ایسی ہے جیسے ایک دانے سے سات سو خوشے اگیں اور ہر خوشے میں سو سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جسکے لئے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہایت ہی وسعت والا اور سب کچھ حالات کے جاننے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

نماز میں سست پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن کے

سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں - اور جب وہ کچلے جا چکتے ہیں - تو پھر حالت سابقہ پر ہو جاتے ہیں - اور انکا یہ سلسلہ ذرہ بھر دیر کے لئے بھی بند نہیں ہوتا - آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں - حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں - جو فرض نماز میں سستی کرتے ہیں - اور اس کو اپنے اوقات میں ادا نہیں کرتے اور رکوع و سجود بھی پورا نہیں کرتے - جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا -

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ :-

(پ۳۰ ع ۳۲) پھر دوزخ میں خرابی کا گڑھا ان نمازیوں کیلئے تیار کیا گیا ہے جو اپنی نمازوں میں بے پرواہی کرتے ہیں - "درمنثور ج ۶ ص ۱۲"، مکتوبات شریف میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اس شخص کی خبر نہ دوں جو نماز میں چوری کرتا ہے - صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں - ارشاد فرمایا جو شخص نماز کے ارکان کو پوری طرح ادا نہیں کرتا -

زکوٰۃ کے تارک

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ انکی شرم گاہ کے آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں - اور وہ مویشی کی طرح چر رہے ہیں - اور زقوم (تھوہر) اور دوزخ کے پتھر کھا رہے ہیں - آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں - حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں - جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے - اور فقیروں اور مسکینوں پر رحم

نہیں کرتے تھے - اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پ۱۰ ع ۱۱)

اور جو لوگ سونا اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں - اور اسکو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ انکو عذاب درد ناک کی خوشخبری سنا دیجئے - تفسیر ابن جریر ج ۱۵ ص۱۷

(الف) "کشفی واقعات کی تشریح" یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ اسوقت نماز اور زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوئی تھی تو پھر اسکی کوتاہی پر عذاب کیسے ہو سکتا ہے - تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاید یہ پہلی امتوں کے لوگ ہوں یا آپ کی امت کے لوگ ہوں لیکن آپ کو آنے والے حالات کا انکشاف ہو گیا ہو یا ہر دو طرح کے لوگ ہوں اور کسی امت کی تخصیص نہ ہو بلکہ علاوہ ازیں دیگر کشفی واقعات میں بھی یہی احتمالات ہونگے

(ب) "نگاہ نبوت کی شان" - جس طرح ہمارے جیتی مشاہدہ کے سامنے کثیف چیزیں مثل دیوار وغیرہ کے حجاب ہو جاتے ہیں - اسی طرح زمانہ ماضی اور استقبال کے واقعات دیکھنے کیلئے زمانہ حال آڑ اور حائل ہو جاتا ہے - حتیٰ کہ ہماری نگاہ ان واقعات

کو نہیں دیکھ سکتی مگر جب اللہ تعالے کسی نبی کی نگاہ کو یہ طاقت
بخشے کہ زمانہ حال اس کے آگے آڑ نہ بنے تو یہ محال نہیں۔
بلکہ قدرت الہی کے لئے یہ امر ممکن ہے۔ اور ایسی بات
جس کا خرق عادت کے طور پر شہود ہو جاتے اس کو کشف
یا مکاشفہ کہتے ہیں۔ اور خدا کی توفیق سے ولی کو بھی یہ کشف
حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ اسکی کرامت ہے۔ جس طرح نبی
کے لئے یہ کشف معجزہ ہوتا ہے:۔

زانی مرد اور عورتیں

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن
کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا
ہوا گوشت رکھا ہے۔ اور ایک ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا
گوشت رکھا ہے۔ وہ لوگ اس سڑے ہوئے کچے گوشت
کو کھا رہے ہیں۔ اور پکا گوشت نہیں کھاتے آپ نے پوچھا
یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ
کی امت سے وہ مرد ہے۔ جس کے پاس حلال اور پاکیزہ بیوی
ہو۔ اور پھر غیر عورت کے پاس جاوے اور شب باشی
کرے اسی طرح وہ عورت ہے۔ جو اپنے حلال اور پاکیزہ
خاوند کے ہوتے ہوئے کسی غیر مرد کے پاس جاوے ۔ اور

اس کے ساتھ بُرا کرے ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰیٓ اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَآءَ سَبِیْلًا ۝

اور تم لوگ زنا کے قریب مت جاؤ کیوں کہ یہ بہت بے حیائی کا کام ہے ۔ اور بُرا راستہ ہے ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۲)

یتامیٰ کے حق خور

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا ۔ جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح ہیں ۔ اور وہ آگ کی چنگاریاں کھا رہے ہیں ۔ اور وہ چنگاریاں ان کے پیٹ کو جلاتی ہوئی نیچے نکل جاتی ہیں ۔ اور اسی طرح سلسلہ جاری ہے ۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں ۔ جو یتیمی کے مال ناحق کھاتے ہیں ۔ باری تعالےٰ کا ارشاد ہوتا ہے ۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا وَّسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (پ ع ۱۲)

اور جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں ۔ وہ لوگ آگ کی چنگاریاں کھا کر اپنا پیٹ بھر رہے ہیں ۔ اور یہ لوگ اس کے بعد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے

تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۲)

راہ کے موذی

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا۔ جو شارع عام راستہ پر سولیوں پر لٹکائے جا رہے ہیں۔ اور سولیاں ایسے کانٹے رکھتی ہیں کہ راہ جانے والے کے جسم اور لباس کو نوچ لیتی ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو راستہ پر بیٹھ کر راہ جانے والوں کو تکلیف دیتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پ ع ۱۸) اے لوگو راستہ پر اس طرح مت بیٹھو کہ تم لوگوں کو ڈراؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکو (در منثور ج ۴ ص۲۴۳)

خیانتی

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا۔ کہ بہت سا بوجھ انہوں نے اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا ہے۔ حتیٰ کہ بوجھ کے مارے وہ لوگ جنبش اور ہلنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر وہ پھر بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ ہاں اور بوجھ رکھدو چنانچہ ان لوگوں کے کہنے پر اور بوجھ لادا جا رہا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ ان لوگوں

اس کے ساتھ بُرا کرے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ٥

اور تم لوگ زنا کے قریب مت جاؤ کیوں کہ یہ بہت بے حیائی کا کام ہے۔ اور بُرا راستہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۲)

یتامیٰ کے حق خور

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا۔ جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح ہیں۔

اور وہ آگ کی چنگاریاں کھا رہے ہیں۔ اور وہ چنگاریاں ان کے پیٹ کو جلاتی ہوئی نیچے نکل جاتی ہیں۔ اور اسی طرح سلسلہ جاری ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو یتیمی کے مال ناحق کھاتے ہیں۔ باری تعالےٰ کا ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (پ ۴ ع ۱۲)

اور جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ وہ لوگ آگ کی چنگاریاں کھا کر اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔ اور یہ لوگ اس کے بعد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے

تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۲)

راہ کے موذی

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا۔ جو شارع عام راستہ پر سولیوں پر لٹکائے جا رہے ہیں۔ اور سولیاں ایسے کانٹے رکھتی ہیں کہ راہ جانے والے کے جسم اور لباس کو نوچ لیتی ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو راستہ پر بیٹھ کر راہ جانے والوں کو تکلیف دیتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پ۸ ع ۱۸) اے لوگو راستہ پر اس طرح مت بیٹھو کہ تم لوگوں کو ڈراؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکو (در منثور ج ۳ صـ۲۴۲)

خیانتی

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا۔ کہ بہت سا بوجھ انہوں نے اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا ہے۔ حتیٰ کہ بوجھ کے مارے وہ لوگ جنبش اور ہلنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر وہ پھر بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ ہاں اور بوجھ رکھدو چنانچہ ان لوگوں کے کہنے پر اور بوجھ لادا جا رہا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ ان لوگوں

کی صورت مثالی ہیں - جو امانت میں خیانت کرتے ہیں - اور باوجودیکہ اس قدر لوگوں کے حقوق ان کی گردن میں ہیں - لیکن وہ حقوق زیادہ اپنے ذمہ میں لیتے ہیں :- جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :- یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پ۹ ع ۱۷) اے وہ لوگ جو ایمان لاتے ہو خدا اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو اور تم جانتے ہو (معارج النبوۃ ج ۳ صفحہ ۱۳۴)

خوشامدی

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا - کہ ان کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی مقراضوں سے کاٹی جاتی ہیں - جب وہ اصلی حالت پر آجاتی ہیں - فرشتے پھر کاٹ لیتے ہیں - اور ایک ساعت کی مہلت نہیں دیتے - آپ نے ان کے بارہ میں پوچھا - حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں - جو بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں - اور ان کی خوشامد کرتے ہیں - اور ان کے جھوٹ اور صاف بری باتوں پر ہاں سے ہاں ملاتے ہیں - اور ان کو ظلم، فسق و فجور سے نہیں روکتے - اور

انصاف و احسان کا فرمان نہیں سناتے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَلَا تَرْكَنُوٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (پ ۱۲ ع ۱۰)
ایسے لوگوں کی طرف میلان نہ کرو جن لوگوں نے ظلم کر رکھا ہے ۔ پھر تم کو بھی آگ کی سزا ملے گی ۔ (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۳۴)

غیبت کرنے والے

ایسے لوگوں پر گذر ہوا ۔ جن کو مردار جانور کے گوشت کا ٹکڑا کھلایا جاتا ہے ۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں ۔ جو چغل خوری کرتے تھے ۔ اور دوسرے بھائی کا گلہ کرتے تھے ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا :- وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ پ ۲۶ ع ۱۴
ایک دوسرے کے عیب نہ ڈھونڈو اور تمہارا بعض بعض لوگوں کا گلہ نہ کرے کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند آتی ہے ۔ کہ وہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے جب کہ وہ مردہ ہو ۔ بلکہ تمہیں نفرت آئیگی اور اس کے کھانے کو برا جانوگے اسی طرح چاہیئے کہ غیبت سے تم کو نفرت آئے اور اسکو برا جانو (اخبار القرآن ص ۲۶۲)

شراب نوش

ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی تھیں۔ ان کا نچلا ہونٹ پاؤں پر لٹکتا تھا۔ اور اوپر کا ہونٹ سر کے اوپر جاتا تھا۔ دوزخ کی آگ کا زرد پانی آگ کے پیالوں میں پلائے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ پیپ اور خون انکے منہ سے ٹپکتا تھا۔ اور گدھے کی طرح ہینچتے اور چلاتے تھے۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو زندگی میں شراب پیتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے
یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ
اَئے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو۔ بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطانی کام ہیں۔ ایسے کاموں سے بچ کر رہا کرو تاکہ تم ان سے بچنے کے بہ سبب عذاب اخروی سے نجات پاؤ (اخبار القرآن ص ۲۶۲)

جھوٹے گواہ

ایسے لوگوں پر گذر ہوا کہ ان کی زبانیں گدی سے نکالی گئی ہیں۔ اور ان کی شکلیں مسخ ہو کر سور جیسی شکلیں بن گئی ہیں۔ سر سے پاؤں تک عذاب میں

گرفتار ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو جھوٹی گواہی دیتے تھے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (پ ۱۷ ع ۱۱) پس تم لوگ بتوں کی پلیدی سے بچتے رہو اور جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات کہنے سے بھی بچتے رہو (ریاض الازہار ص ۲۱۴)

سود خوار

ایسے لوگوں پر گذر ہوا۔ جن کے پیٹ سوج کر کوٹھے کی طرح ہو گئے تھے۔ اور انکے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ طوق ان کی گردنوں میں اور زنجیر ان کے ہاتھوں میں اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں جب چاہتے تھے۔ کہ اٹھ کھڑے ہوں تو پیٹ کے پھولنے کے سبب گر جاتے تھے۔ اوپر اور نیچے عذاب میں مبتلا تھے۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو سود کھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (پ ۳ ع ۶) اور وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں۔ قیامت کے دن اس

طرح اٹھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے۔ جس کو شیطان نے چھو کر اسے بدحواس بنا دیا ہو (در منثور ص ۱۴۲ ج ۲)

قاتل ناحق

ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن کو فرشتے آگ کی چھریوں سے ذبح کر رہے تھے۔ اور ان کے گلے سے کالا خون بہتا تا۔ وہ پھر زندہ ہو جاتے تھے۔ تو پھر ذبح کئے جاتے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق قتل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (پ ۵ ع ۱۳) جو شخص کسی ایمان دار کو عمدًا اور قصدًا قتل کرتا ہے۔ جب کہ اس قتل کرنے کو حلال بھی جانتا ہو۔ تو اسکی سزا دوزخ مقرر ہے۔ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اور اس پر اللہ تعالےٰ کا غضب ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور اس گناہ کے ارتکاب کے باعث وہ ایسے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مجرم کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

:- ریاض الازہار ص ۱۴۱ ج ۳ :-

نافرمان بیویاں

عورتوں کے ایک گروہ پر گزر ہُوا کہ ان کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہیں ۔ آگ سے کپڑے پہنے ہوئے ہیں ۔ فرشتے ان کو آگ کے گرز مارتے ہیں ۔ اور وہ گدھوں اور کتوں کی طرح چلاتی ہیں ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کی نافرمان ہیں ۔ قرآن مجید میں ہے ۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (پ۵ ع ۳)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں ۔ (اور حاکم کی نافرمانی اچھی نہیں ہے)

(تفسیر ابن جریر ج ۵ ص۱۱)

ماں باپ کے عاق

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو آگ کے جنگل میں قید تھے ۔ آگ ان کو جلاتی تھی ۔ پھر وہ درست ہو جاتے تھے ۔ اسی وقت پھر ان کو آگ جلا دیتی تھی ۔ اور یوں ہی سلسلہ جاری تھا ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں ۔ جو ماں باپ کے عاق یعنی نافرمان تھے اللہ تعالٰے نے فرمایا :- وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ

أَحَدُهُمَا أَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (پ ۱۵ ع ۳) اور پروردگار کا حکم ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے یا دونوہی بڑھاپے کی حد میں پہنچ جائیں تو ان کو اُف نہ کہو اور نہ ہی ان کو عتاب کرو اور ان کے ساتھ بھلائی کی بات کرو:—

دغاباز اور منافق

ایسے لوگوں پر گذر ہوا۔ جو ہوا میں لٹکے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھ، کان، ناک سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک پر دو دو فرشتے مقرر تھے۔ جن کے ہاتھوں میں آگ کے گرز تھے۔ اتنے بڑے گرز تھے کہ ہر گرز کی ستر شاخ تھی۔ اگر ایک شاخ ابو قبیس پہاڑ پر پڑے تو تاب نہ لا کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ دو تو فرشتے اس گرز سے اس کو سزا دے تھے۔ اور یہ تسبیح پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَ الْقَادِرِ الْمُقْتَدِرِ سُبْحَانَ الْمُنْتَقِمِ عَنْ أَعْدَاءِهٖ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْعَظِيْمِ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ دغاباز اور منافق لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (پ ۵ ع ۱۸)
بے شک وہ لوگ جو خدا اور رسول سے منافقت کرتے ہیں دوزخ کی تہ میں سب سے نچلے طبقہ میں ان کا ٹھکانہ ہوگا اور دوسری آیت ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (پ ۵ ع ۱۵) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام سے دھوکہ کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو دھوکہ کی سزا دے گا
(معارج النبوۃ ج ۳ صہ ۱۳۵)

ف۔ آیت کی تفسیر میں

(ف) یاد رہے کہ جلالین میں لکھا ہے۔ حذف محذوف کے قاعدہ کے موافق لفظ اللہ سے رسول اللہ مراد ہیں - کیونکہ اللہ تعالیٰ غائب الغائب ہے - اس سے دھوکہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس لئے لکھا ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ (جلالین)

بیہودہ گانے والے

پھر ایک گروہ پر گذر ہوا۔ کہ آگ کے طبق ان کے سینوں پر رکھے ہوئے ہیں - ان کے منہ کالے ہیں - آنکھیں نیلی ہیں - اور قطراں (رمک) کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں - فرشتے ان کو آتشی گرز مارتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ مُطرِب اور بے ہودہ گانے والے لوگ ہیں - اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (پ ۲۱ ع ۷) بعض ایسے لوگ ہیں۔ جو کھیلنے کی باتوں کو خرید کرتے ہیں۔ تاکہ خدا کے راستہ سے لوگوں کو گمراہ کریں۔ بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے اور خدا کی آیات کا استہزاء کریں وہ ایسے لوگ ہیں۔ جن کے لئے اہانت کرنے والا عذاب تیار کیا گیا ہے (معارج النبوۃ ج ۳)

رعد فرشتہ

پھر ایک فرشتہ کو دیکھا جو آدمی کی صورت رکھتا تھا۔ جس کا اوپر والا جسم کا حصہ آگ کا تھا۔ اور نیچے والا نصف حصہ برف کا تھا۔ آگ برف کو نہیں پگھلاتی تھی۔ اور برف آگ کو نہیں بجھاتی تھی۔ اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی۔ سُبْحَانَ الَّذِيْ اَلَّفَ بَيْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ اَلِّفْ بَيْنَ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ: آپ نے پوچھا یہ کون ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اس فرشتہ کو اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا ہے۔ اور یہ فرشتہ بادلوں پر مؤکل ہے۔ حتیٰ کہ جس جگہ اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہوتا ہے۔ یہ فرشتہ بادلوں کو وہاں لے جاتا ہے۔ اس فرشتہ کا نام رعد ہے

اس لئے کہ رعد کا معنیٰ گرجنے کے ہیں۔ اور یہ فرشتہ بھی جب بادلوں کو چلاتا ہے۔ اور ان کو ہانکتا ہے۔ اس ہانکنے سے جو گرج پیدا ہوتی ہے۔ اس کو بھی رعد کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے، يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ (پ۱۳ ع ۸) اور رعد فرشتہ (جب بادلوں کو چلاتے وقت گرجتا ہے) وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ اور تعریف بیان کرتا ہے۔

(الف) فرشتہ کی تعریف۔ یا بالفاظ دیگر فرشتہ کسے کہتے ہیں۔ تو عربی کی کتابوں میں لکھا ہے۔ اَلْمَلَکُ جِسْمٌ نُوْرِیٌّ یَتَشَکَّلُ بِاَشْکَالٍ مُخْتَلِفَۃٍ لَا یُذَکَّرُ وَلَا یُؤَنَّثُ: ۔ فرشتہ ایک نوری جسم ہوتا ہے۔ جو مختلف شکلوں اور صورتوں میں اپنی شکل بنا سکتا ہے۔ وہ مذکر اور مونث نہیں ہوتا۔

(ف) اس تعریف کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کہ رعد فرشتہ آگ اور برف سے کیسے بنا ہوا ہے۔

(ب) فرشتوں کی شکلیں حدیث کی روشنی میں :۔

(۱) حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ ایک آدمی اس مجلس میں آگیا جس کے کپڑے بہت

سفید تھے۔ اور اس کے بال بہت سیاہ تھے (ابن حبان
کی روایت میں ہے۔ کہ اس کی داڑھی بہت سیاہ تھی)
اور اس پر کوئی سفر کا اثر معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور ہم میں سے
اسکو کوئی بھی نہ پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اور اپنے دونو
ہاتھوں کو اپنے دونو گھٹنوں پر رکھا۔ پھر اس نے حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چند مسئلے پوچھے (جن کا ذکر حدیث
میں مفصل آتا ہے)
اور پھر چلا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس آدمی
کو میرے پاس واپس لاؤ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
اسکو واپس لانے کے لئے گئے۔ مگر کچھ نشان نہ پایا۔ پھر حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔
(مسلم شریف ج ۱) (۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے۔ کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے پاس بھیجا گیا۔ پھر جب وہ ان کے پاس آئے تو حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے اسکو طمانچہ مارا پس وہ اپنے رب
کی طرف واپس گیا اور کہا کہ تونے مجھے ایسے شخص کے پاس بھیجا

ہے۔ جو موت نہیں چاہتے۔ (فتح الباری میں ہے۔ کہ ہمام کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے) اور اس نے میری آنکھ نکال دی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اس کو آنکھ دوبارہ عطا فرمائی اور فرمایا کہ تو اسکو یوں کہہ کہ آپ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھو۔ جس قدر بال آپ کے ہاتھ کے نیچے ہو جائیں۔ اتنے ہی سال آپ کی عمر زیادہ ہو گی۔ جب فرشتے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح کہا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے بعد کیا ہو گا فرشتے نے کہا موت۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو پھر ابھی موت ہونی چاہیئے (بخاری شریف بمع حاشیہ ۱ ص ۱۸۴)

بحر الحیوان

اس کے بعد آپ ایک دریا پر پہنچے کہ اس دریا کے عجائب و غرائب گنتی سے زیادہ ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اسکی موجیں پہاڑوں سے زیادہ اونچی تھیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی ✤ یارسول اللہ ✤ اس دریا کو بحر الحیوان کہتے ہیں۔ جب قیامت کے دن لوگوں کا حشر ہو گا۔ تو اس دریا سے زمین پر بارش ہو گی جس کے اثر سے بوسیدہ ہڈیاں

اور ریزہ شدہ اجزاء باہم جمع ہو جائیں گے۔ اور انسان کا جسم بحکم خدا دندی زندگی حاصل کریگا۔ قرآن مجید میں ہے
اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ
(پ ۲۱ ع ۷) اللہ تعالے وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو مارے گا۔ پھر تم کو زندہ کرے گا (معارج النبوۃ ج ۳)

(ف) اس آیت کریمہ سے نشاۃ ثانیہ کا ثبوت مقصود ہے بحرالحیوان کا ثبوت مطلوب نہیں ۔

دوسرا آسمان

پھر آپ دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ تو وہ آسمان نہایت ہی نورانی تھا اس کا نام قیدوم تھا اس کا دروازہ موتی کا اور قفل نور کا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آگے بڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے کہا کہ آپ کون ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں جبرئیل ہوں ۔ دربان نے کہا آپ کے ساتھ کون ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر دربان نے پوچھا کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں بلائے گئے ہیں۔ دربان نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ آپ تشریف لائے ہیں۔ اور دروازہ کھول دیا اس دربان کا نام اسرافیل ہے۔ اور اس کے تابع دو لاکھ فرشتے خادم مقرر ہیں۔ ان کو آپ نے سلام کہا تمام نے نہایت عظمت کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔ ان کی تسبیح یہ تھی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ کُلَّمَا سَبَّحَ اللّٰہَ مُسَبِّحٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کُلَّمَا حَمِدَ اللّٰہَ حَامِدٌ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کُلَّمَا ھَلَّلَ اللّٰہَ مُھَلِّلٌ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کُلَّمَا کَبَّرَ اللّٰہَ مُکَبِّرٌ

(ریاض الازہار ص۲۱۵)

فرشتے رکوع میں

آپ نے اس آسمان پر فرشتوں کو دیکھا کہ سب صف بستہ حالت رکوع میں یہ تسبیح کہہ رہے تھے۔ سُبْحَانَ الْوَارِثِ الْوَاسِعِ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ سُبْحَانَ الْعَظِیْمِ الْعَلِیْمِ: اور یہ فرشتے جب سے پیدا ہوئے رکوع میں ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا کہ دوسرے آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔ اس نے کہا ہاں یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے آپ بھی خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو

اس عبادت کا ثواب عطا فرمائے۔ چنانچہ آپنے اسوقت دعا کی آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے نماز میں رکوع کو فرض کر دیا۔ (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۳۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت یحییٰ علیہ السلام

جب آپ فرشتوں کے گروہ سے گزرے تو آپ نے دو نوجوان دیکھے جو ہمشکل ہیں اور آمنے سامنے دو نو سونے کی دو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام سے ان کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ یہ دو جوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام ہیں۔ جو کہ آپس میں رشتہ کے لحاظ سے خالہ زاد بھائی ہیں۔ (یاد رہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کی خالہ ہیں۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مجازی طور پر خلیر بھی کہہ سکتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ ان کو سلام کیجئے چنانچہ آپنے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا مرحبا بھائی نیک اور نبی نیک کو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کو بہت سی خوش خبری سنائی اور ان

خصوصیات کا ذکر کیا۔ جو خداوند تعالیٰ کی عنایت سے آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور آپکی تسبیح یہ تھی۔
سُبْحَانَ الْحَنَّانِ الْمَنَّانِ سُبْحَانَ الْمُبْدِئِ الْمُعِیْن (معارج النبوۃ ج ۳ صہ ۱۳۷)

رزق تقسیم کرنے والا

پھر آپ ایسے فرشتے پر گزرے جس کے ستر سر تھے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ ستر ہزار سر تھے۔ اور ہر سر میں ستر ہزار منہ تھے۔ اور ہر منہ میں ستر ہزار زبان تھی اور ہر زبان کی ستر ہزار بولی تھی۔ اور ہر بولی دوسری بولی سے نہ ملتی تھی۔ اس کی تسبیح یہ تھی:۔ سُبْحَانَ الْخَالِقِ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ:۔
حضور علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس فرشتہ کا کیا حال ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ فرشتہ آدمیوں کی روزی پہنچانے پر مامور ہے۔ ہر شخص کا جو رزق مقسوم میں ہے۔ ہر روز اسکو پہنچاتا ہے۔ اس فرشتے کا نام قاسم ہے۔ (معارج النبوۃ ج ۳ صہ ۱۳۷)

تیسرا آسمان

جب تیسرا آسمان آیا تو دیکھا کہ سفید موتی سے زیادہ روشن اور چمکدار نورانی قندیلیں رکھی ہوئی ہیں۔ اس آسمان کا نام زیلون تھا۔ اس کے

دربان کا نام کائیل ہے۔ تین لاکھ فرشتے اس کے ماتحت ہیں۔ جنکی تسبیح یہ ہے۔ سُبْحَانَ الْمُعْطِیْ الْوَهَّابِ الْفَتَّاحِ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ الْمَجِیْدِ لِمَنْ دَعَاهُ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا حسب دستور دربان نے دروازہ کھولا :۔
(ریاض الازہار صـ۲۱۶)

فرشتے سجدہ میں

وہاں آپنے بہت سے فرشتے دیکھے جو صف بستہ سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے انکو سلام کہا انہوں نے سر اٹھایا اور آپ کے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ میں چلے گئے۔ اور سجدہ میں وہ یہ تسبیح کہتے تھے :۔ سُبْحَانَ الْخَالِقِ الْعَلِیْمِ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا مَفَرَّ وَلَا مَلْجَأَ اِلَّا اِلَیْهِ سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی آپنے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ بھی حق تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ آپ کی امت کو بھی اس طرح عبادت عطا فرمائے۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری امت کو بھی اس عبادت سے حصہ عطا فرمائے۔ اس وقت اللہ جل شانہٗ نے آپ کی امت پر

ہر رکعت میں دو سجدے فرض کئے۔ اس واسطے کہ ان فرشتوں نے سلام کا جواب دینے کے لئے سجدے سے سر اٹھایا اور پھر دوبارہ سجدے میں چلے گئے (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۸)

حضرت یوسف علیہ السلام

پھر آپ نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا کہ وہاں عبادت میں مشغول ہیں۔ حضرت جبرئیل نے آپ کو کہا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے آپ نے سلام کہا انہوں نے سلام کا جواب دے کر معانقہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی خوشخبری سنائی حضرت یوسف علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی سُبْحَانَ الْکَرِیْمِ الْاَکْرَمِ سُبْحَانَ الْجَلِیْلِ الْاَجَلِّ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الْوِتْرِ سُبْحَانَ الْاَبَدِ الْاَبَدِ (ریاض الازہار ص ۲۱۷)

آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اور سب لوگوں پر حسن میں ایسے فضیلت رکھتا ہے۔ جیسے چودھویں رات کا چاند ستاروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ اس سے ظاہر متبادر معلوم ہوتا ہے:۔

کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے ۔ لیکن ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الْوَجْہِ حَسَنَ الصَّوْتِ، وَکَانَ نَبِیُّکُمْ اَحْسَنَھُمْ وَجْھًا وَّاَحْسَنَھُمْ صَوْتًا :۔ اللہ تعالے نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر وہ خوبصورت اور خوش آواز ہوتا ہے ۔ اور تمہارے نبی ان سب نبیوں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ خوش آواز ہیں ۔ (فتح الملہم ج ا ۳۱۹)

تکبر کرنے والے

جب آپ سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک فرشتہ کرسی پر بیٹھا ہوا ہے ۔ اس کے ستر ہزار پر ہیں ۔ اگر وہ ایک پر کو پھیلائے تو مشرق سے مغرب تک تمام جہان کو گھیر لے گا ۔ اس فرشتہ کے اردگرد بھی بڑی جسامت والے اور قد آور فرشتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے ایک کا طول وقامت بارہ سو برس کی راہ تھا ۔ وہ فرشتے لوگوں کے ایک گروہ کو آتشی گرزوں سے اس طرح عذاب دے رہے ہیں ۔ کہ جب وہ ان کو گرز مارتے ہیں ۔ تو ان سب کے اجسام ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں ۔ پھر اصل حالت پر ہو جاتے ہیں ۔ پھر دوبارہ ان کو مار کر ریزہ ریزہ کیا جاتا ہے ۔

آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام اور ان لوگوں کے عذاب کا سبب دریافت کیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس فرشتہ کا نام ضوصائیل ہے اور یہ لوگ وہ ہیں۔ جو جبر اور تکبر کرتے تھے۔ کہ اپنے کئے کی سزا بھگت رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو مع تمام اس کے خادموں کے مقرر کر دیا تاکہ اس طور پر قیامت تک ان کو عذاب دیتے رہیں۔ اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی سُبْحَانَ مَنْ هُوَ فَوْقَ الْجَبَّارِیْنَ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ فَوْقَ الْمُتَسَلِّطِیْنَ لِمَنْ عَصَاهُ (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۳۹)

چوتھا آسمان

چوتھا آسمان مثل مروارید سفید کے چمکتا تھا۔ اس آسمان کا نام زاہرہ ہے۔ اس کا دروازہ نور کا ہے۔ اور قفل بھی نور کا لگا ہوا ہے۔ اس قفل پر نور سے لکھا ہوا ہے۔ ٭ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کے دربان کا نام موضائیل ہے۔ چار لاکھ فرشتے اس کے تابع ہیں۔ جن کی تسبیح یہ ہے۔ سُبْحَانَ خَالِقِ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ سُبْحَانَ خَالِقِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِیْرِ سُبْحَانَ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانے کو کہا۔ اور

دربان نے حسب دستور سابق کے دروازہ کھول دیا

فرشتے قعدہ میں

اس آسمان پر فرشتے دوزانو بیٹھے ہوئے یہ تسبیح پڑھ رہے تھے

سُبْحَانَ الرَّءُوْفِ الرَّحِیْمِ سُبْحَانَ النُّوْرِ الْمُبِیْنِ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ سُبْحَانَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ آپ نے فرمایا اے جبرئیل یہ بتلائیے کہ چوتھے آسمان پر رہنے والوں کی عبادت یہی ہے۔ اس نے کہا! آپ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ اس طرح کی عبادت کا حصہ ان کو عطا ہو۔ اس کے بعد آپ نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالےٰ نے آخری قعدہ نماز میں فرض کر دیا۔ (معارج ص۱۳۹)

حضرت ادریس علیہ السلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب میں وہاں پہنچا

تو حضرت ادریس علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ صاحب حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا اے بھائی صالح اور نبی صالح اس کے بعد اس نے میرے حق میں بھلائی کی دعا کی

بخاری شریف ج ۱ صفحہ ۵۴۹ مسلم شریف ج ا صفحہ ۹۱)

حضرت عزرائیل علیہ السلام

اس کے بعد ایک فرشتہ دیکھا جو نہایت غمگین صورت میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کی آنکھ سے انوار چمک رہے تھے۔ اس کرسی کے چار گوشے تھے۔ اور ہر گوشہ میں سات لاکھ پائے تھے۔ اس کرسی کے آس پاس بہت فرشتے کھڑے تھے۔ جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا دائیں طرف ایسے فرشتے کھڑے تھے۔ جو نورانی چہرے والے سبز پوش اور عنبر کی خوشبو والے تھے۔ نرمی سے بات کرنے والے اور بہت ہی خوب صورت اور نیک خصلت تھے جن کو دیکھ کر جی خوش ہو جائے۔ بائیں طرف ایسے فرشتے کھڑے تھے۔ جن کے چہرے سیاہ تھے۔ بہت ہی تند خو تھے۔ تسبیح کے وقت ان کے منہ سے آگ کے شعلے اس قدر نکلتے تھے۔ کہ کسی کو ان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھنے کی طاقت نہ تھی۔ اس بڑے فرشتے کے سامنے ایک تختہ تھا جسے ہر وقت دیکھتا رہتا ہے۔ اور اس سے نظر نہیں اٹھاتا اور سبز پتوں کا ایک بہت بڑا درخت ہے۔ جس کے اتنے

پتے ہیں۔ کہ ان کی گنتی سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور ہر ایک پتہ پر ایک آدمی کا نام لکھا ہوا ہے۔ اور اس فرشتہ کے سامنے ایک تھال بھی رکھا ہوا ہے۔ اور وہ فرشتہ ہر ساعت میں ہاتھ کو بڑھاتا ہے۔ اور ہاتھ میں کچھ چیز لے کر کبھی داہنی طرف والے فرشتوں کو دیدیتا ہے۔ اور کبھی بائیں طرف والے فرشتوں کو دیدیتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ اس فرشتے کا نام عزرائیل علیہ السلام ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آگے جاکر اسکو مطلع کیا کہ اَئے عزرائیل! یہ نبی آخرالزمان صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تب اس نے سر اٹھایا اور حضور علیہ السلام کی طرف دیکھ کر تبسم کیا اور تعظیم کیلئے کھڑا ہوگیا۔ اور کہا خوش آمدید ہو۔ اللہ تعالےٰ نے آپ سے زیادہ پیارہ پیدا نہیں کیا۔ اور کوئی امت آپ کی امت سے زیادہ فضیلت والی نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا۔ ارشاد فرمائیے کیا فرمان ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ آپ غمگین صورت میں کیوں نظر آتے ہیں۔ اس نے عرض

کیا کہ میرے ذمہ روحوں کے قبض کرنے کا کام سپرد ہے۔ اور میں ہر وقت ڈر کے مارے غمگین صورت رہتا ہوں۔ کہ خدا کرے میری خدمت قبول ہو جائے۔ اور اس میں قصور سرزد نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارے سامنے یہ تھال کیسا ہے؟ اور یہ تختہ کیسا ہے۔ اور اس درخت کا کیا مقصد ہے۔ اس نے کہا کہ یہ تھال مثال تمام دنیا کی ہے۔ کہ قاف سے قاف تک تمام جہان میری قدرت میں ایسے ہے۔ جیسے یہ تھال میرے سامنے ہے۔ اور یہ تختہ زندگی کی میعاد اور موت کا وقت بتلاتا ہے۔ اور اس درخت کے ہر پتہ پر نیک یا گناہ گار لکھا ہوا ہے۔ جب وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ تو وہ پتہ جس پر اس کا نام درج ہے۔ زرد ہو جاتا ہے۔ اور جسوقت اس کی موت آجاتی ہے۔ وہ پتہ خشک ہو کر اس تختہ پر گر جاتا ہے۔ میں اسکا نام تختہ سے کاٹ کر ہاتھ دراز کرتا ہوں اور اس بندہ کی روح قبض کر لیتا ہوں۔ خواہ مشرق میں یا مغرب میں۔ پھر آپ نے پوچھا یہ فرشتے دائیں بائیں کس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا دائیں طرف والے رحمت کے فرشتے ہیں۔ جب کسی نیک آدمی کی روح قبض کرتا

ہوں تو ان کے حوالے کر دیتا ہوں اور جب کسی برے انسان
کی روح قبض کرتا ہوں تو بائیں طرف والے فرشتوں کے
سپرد کر دیتا ہوں - آپ نے فرمایا کہ یہ فرشتے کس قدر
ہوں گے - وہ کہنے لگا کہ ان کی گنتی کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس
ہے - لیکن روح کی قبض کا وقت ہوتا ہے - تو چھ لاکھ رحمت
کے فرشتے اور چھ لاکھ عذاب کے فرشتے آجاتے ہیں - پھر
میں نیک کی روح کو رحمت کے فرشتوں کے حوالے کرتا ہوں
اور برے کی روح کو عذاب کے فرشتوں کے حوالے کر دیتا
ہوں پھر قیامت تک ان کو دوبارہ حاضر ہونے اور روح
کو لینے کی نوبت نہیں آئیگی - اس کے بعد آپنے دریافت فرمایا
کہ ہر جاندار کی روح قبض کرنے کو تو خود جاتا ہے - یا کسی
دوسرے فرشتے کو بھیج دیتا ہے - اس نے کہا جس دن سے
میں یہاں آکر ٹھہرا ہوں میں کبھی اس جگہ سے نہیں ہلا لیکن
ستر ہزار فرشتے میرے ماتحت ہیں - اور پھر ہر فرشتے کے
تابع ستر ہزار فرشتے اور ہیں - جب کسی بندہ کی روح قبض
کرنے کا وقت آتا ہے - تو میں ان کو بھیج دیتا ہوں - تاکہ وہ
اس بندہ کی روح کو قبض کر کے اس کے حلق تک لے آئیں

اس کے بعد میں خود ہاتھ بڑھا کر کام پورا کر لیتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے مقرب فرشتے میں تجھ سے ایک درخواست کرتا ہوں اگر قبول کرے تو کہوں!

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا آپ فرمایئے میں بدل و جان اس بات کو قبول کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت کے ساتھ سہولیت اور آسانی کا معاملہ کیا کرو۔

عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کے جلال کی قسم ہے۔ کہ اللہ تعالے مجھے ہر رات دن میں ستّر ہزار مرتبہ حکم فرماتا ہے۔ کہ اے عزرائیل! میرے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی امت پر سختی نہ کرنا اور بہت نرمی کرنا۔ بنابریں عرض ہے۔ کہ میں ان پر بہت مہربان ہوں۔

(ریاض الازہار ص۳۱۹)

سورج

پھر آپ نے سورج کو ملاحظہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ کہ سورج کا طول و عرض اسّی ہزار برس کی راہ ہے۔ ہر روز تین لاکھ ساٹھ ہزار فرشتے اسکو مشرق سے مغرب میں لاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے

دن اور فرشتے اسقدر آجاتے ہیں - اور یہی کام کرتے ہیں اور قیامت تک ان کی نوبت نہیں آتی - جب رات کا وقت ہوتا ہے - تو سورج کو عرش کے نیچے لے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہاں سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے - اور وہیں رہتا ہے - تا آنکہ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو جانب مشرق میں لاتے ہیں - اور اسی طرح یہ کام رہتا ہے - حتیٰ کہ قرب قیامت کے وقت اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو سورج کو فرشتے مغرب کی طرف سے لائیں گے اور ادھر ہی سے طلوع کریگا - اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ (پ ۲۳ ع ۱) اور سورج اپنی جائے قرار (یعنی عرش کے نیچے سجدہ کیلئے) چلتا رہتا ہے - اور یہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے - جو کہ سب پر غالب اور ہر بات کے جاننے والا ہے - حدیث شریف میں آیا ہے عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمًا اَتَدْرُوْنَ اَیْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ هٰذِهٖ تَجْرِیْ حَتّٰی تَنْتَهِیَ اِلٰی

إِلَىٰ مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ
كَذَالِكَ حَتَّىٰ يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ
فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلَعِهَا ثُمَّ تَجْرِي حَتَّىٰ تَنْتَهِي
إِلَىٰ مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ
كَذَالِكَ حَتَّىٰ يُقَالُ لَهَا ارْتَفِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ
فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلَعِهَا ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ
النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتَّىٰ انْتَهَى إِلَىٰ مُسْتَقَرِّهَا ذَالِكَ
تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ لَهَا ارْتَفِعِي اصْبِحِي طَالِعَةً مِنْ
مَغْرِبِكِ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَتَىٰ ذَاكُمْ حِيْنَ لَا
يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ
كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا (بخاری شریف ومسلم شریف)

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن صحابہ سے خطاب فرمایا۔ کیا
تم بتلا سکتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے صحابۂ کرام رض
نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول اچھا جانتے ہیں۔ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سورج چلتا رہتا ہے۔

یہاں تک کہ یہ اپنی قرار گاہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جو کہ عرش کے نیچے مقرر ہے۔ وہاں یہ سجدہ میں پڑا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ سر کو اٹھا اور جہاں سے آیا ہے وہاں پھر لوٹ جا پھر وہ مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ اور پھرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اپنے ٹھکانہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جو کہ عرش کے نیچے ہے۔ پھر وہاں سجدہ میں پڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو کہا جاتا ہے۔ سجدہ سے سر کو اٹھا اور جہاں سے آیا واپس لوٹ جا پھر وہ لوٹ کر صبح کے وقت حسب دستور مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ اور اس بات کو لوگ کوئی نئی بات نہیں سمجھتے اس لئے کہ غروب اور طلوع سورج عادت کے مطابق یکساں اور باقاعدہ جاری ہے کہ ہر روز مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ اور ہر روز مغرب میں غروب کرتا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ اپنی قرار گاہ میں پہنچے گا اور سجدہ میں سر جھکا کر طلوع کا اذن مانگے گا اس وقت اسکو کہا جائیگا کہ سجدہ سے سر کو اٹھا اور مغرب سے طلوع کی جیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ مغرب سے طلوع کریگا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کب ہوگا۔ پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ یہ اس وقت مغرب

سے سورج کا طلوع ہوگا۔ جب کسی شخص کو ایمان لانا فائدہ نہ دیگا۔ جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا اور نہ ہی کسی شخص کو توبہ فائدہ دیگی۔ جس شخص نے اس سے پہلے توبہ نہیں کی :-

تحقیق سجود شمس

چونکہ جدید تعلیم اور مغربی تہذیب یافتہ لوگوں کو یہ مسئلہ سمجھنا بہت دشوار ہے۔ کیونکہ ہر رات شام سے صبح تک سورج کا عرش کے نیچے اپنی قرار گاہ میں متواتر سجدہ کرنا کس طرح تسلیم ہو سکتا ہے۔ حالانکہ سورج جب ایک ملک سے غروب کرتا ہے۔ دوسرے ملک میں طلوع کرتا ہے۔ اور رات کسی جگہ لمبی ہوتی ہے۔ اور کسی جگہ تھوڑی ہوتی ہے۔ اور دن رات میں بھی بڑا اختلاف ہے

حتیٰ کہ فن لینڈ (FINLAND) بلغاریہ میں بعض اوقات شام کی شفق زائل ہونے سے پہلے صبح صادق ہو جاتی ہے۔ قطب شمالی اور قطب جنوبی میں رات اور دن چھ چھ ماہ کے برابر ہوتے ہیں۔ نوے درجہ کے طول بلد کا بھی یہی حال ہے۔ اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے۔ کہ غروب کے اور سورج کسی جگہ نہیں ٹھہرتا کیونکہ غروب

غروب کے بعد کسی نہ کسی ملک میں طلوع کرے گا اگر غروب کے بعد سورج کچھ وقفہ کے لئے ٹھہر جائے۔ تو ضروری ہے۔ کہ دوسرے ملک میں طلوع ہونے میں توقف ہو جائے اور یہ بات واضح ہے کہ سورج اپنے محور سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتا۔ ہر آن اور ہر زمان میں وہ کسی نہ کسی ملک میں موجود رہتا ہے۔ اگر ایک ملک سے غائب ہے۔ تو دوسرے ملک میں ظاہر ہے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ احادیث صحیحہ کی تشریح کی جائے۔ جس سے عیان اور برہان سے مطابقت ہو جائے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ نفوس قدسیہ کو اللہ تعالٰے نے یہ قدرت بخشی ہے کہ وہ ایک وقت میں چند جگہ پر موجود ہو سکتے ہیں۔ اور یہ ان کے غائت تقدس کے بسبب ہو سکتا ہے۔ اس کی مثالیں یہ ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو وفات شریفہ کے بعد ایک وقت میں متعدد جگہ پر دیکھا گیا ہے۔ حالانکہ اپنی قبر شریف میں بھی آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ جیساکہ حضرت موسٰی علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور بیت المقدس میں بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اور چھٹے آسمان پر بھی

تشریف فرما تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جتنے نبیوں کو "سلام ہو ان پر" دیکھا ہے۔ وہ اپنی قبروں میں بھی موجود تھے۔ اور جہاں دیکھے گئے۔ وہاں بھی موجود تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم بن ادھم کے بارہ میں منقول ہے۔ کہ آپ کو آٹھویں ذی الحج کے دن لوگوں نے بصرہ میں دیکھا اور اسی دن لوگوں نے مکہ میں ان کو دیکھا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کرامات میں منقول ہے۔ کہ بیک وقت پورے چالیس مقامات مختلفہ میں آپ کو دیکھا گیا۔ بیت المقدس کا مسئلہ واضح ہے۔ کہ جب آپ معراج سے واپس آئے اور لوگوں نے بیت المقدس کے نشانات پوچھے تو بیت المقدس کو فرشتوں نے اٹھا کر آپ کے سامنے پیش کیا۔ اور آپ نشانات بتاتے رہے۔ حالانکہ بیت المقدس اپنے اصلی مقام سے بھی غائب نہ ہوا تھا۔ بہر حال معجزات اور کرامات کی کیفیت کا ادراک تو ہم عوام کے لئے محال ہے۔ صرف اس قدر جانتے ہیں کہ قدس روح والا خواہ عالم علوی کا ہو یا عالم سفلی کا ہو نبی ہو یا ولی ہو۔ بیت اللہ ہو یا بیت المقدس ہو۔ سورج

ہو یا چاند ستارے کچھ ہوں ان کو اللہ تعالیٰ نے قدرت عطا کی ہے۔ کہ ایک وقت میں متعدد مقامات میں موجود ہو سکتے ہیں۔ اب اس تقریر سے یہ استحالہ نہ رہا کہ سورج اپنے محور میں بھی موجود رہے۔ اور عرش کے نیچے سجدہ بھی کرے اور خدا کی تسبیح بھی کہتا رہے۔ اور ہر طلوع کیلئے اذن بھی چاہتا رہے۔ ایک مقدس ہستی کے لئے اس قسم کا تعدد کوئی محال نہیں ہے۔ گو نئی روشنی کے لوگ اس بات کو بعید از عقل کہہ دیں۔ تو سورج کی کرامت متصور ہو گی۔ کیونکہ کرامت اس کو کہتے ہیں۔ جو عادت اور عقل کے خلاف اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے ظاہر ہو جائے۔ اور یہ سوال و جواب کی تقریر تفسیر روح المعانی میں سے نقل کی گئی ہے۔ باقی رہا یہ اشکال کہ سورج اپنے مدار پر حرکت کر رہا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ غروب ہونے کے بعد سورج الٹی حرکت کر کے مغرب کی طرف سے طلوع کریگا تو اسکا جواب اسقدر کافی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔ یہ سب اسکا کارخانہ ہے۔ اپنے کارخانہ عالم کو جس طرح اسکی مشیت ہو چلا سکتا ہے۔ اور کئی بار ایسا بھی

ہوچکا ہے۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ سورج غروب ہونے کے بعد واپس طلوع کیا حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نمازِ عصر ادا کی۔ اور پھر سورج نے غروب کیا۔ اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خیبر کے موقعہ پر عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا۔ ڈوبا ہوا سورج مغرب سے طلوع کر کے نمودار ہوا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز ادا کی اور پھر سورج نے غروب کیا۔ اسی طرح ایک واقعہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو کہا کہ میرا خدا مشرق سے روزانہ سورج کو لاتا ہے۔ اگر تو خدا ہے۔ تو آج مغرب سے سورج کو نکال کہتے ہیں کہ نمرود کے دل میں خیال گذرا کہ میں اس کو یوں جواب دوں کہ ہر روز میں سورج کو مشرق سے لا تا رہا آج تمہارا خدا مغرب سے سورج ظاہر کرے، اس کے بعد فوراً ہی یہ خیال کیا کہ نبوت کو بہت وسیع اختیارات ہوتے ہیں۔ اگر یہ اپنے اللہ تعالیٰ سے کہدے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو جائیگا

اور اس وقت میری پوزیشن بہت خراب ہو جائے گی کیونکہ اس کی صداقت کی دلیل قائم ہو جائے گی۔ تو نمرود اس مناظرہ میں اس خیال کے بعد مبہوت ہو گیا۔ اور اس سے کوئی جواب نہ بن سکا جیسا کہ تفسیر خازن میں لکھا ہے

پانچواں آسمان

بعد ازاں پانچویں آسمان پر گذر ہوا۔ اس آسمان کا نام صافیہ ہے اور دربان کا نام سقطائیل ہے۔ آپ نے سلام کیا۔ اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ جب حسب دستور دروازہ کھلوا کر آپ آسمان کے اوپر تشریف لے گئے۔ تو آپ نے دیکھا کہ اس دربان کے ماتحت پانچ لاکھ فرشتے مقرر ہیں۔ تسبیح ان کی یہ ہے - قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْاَرْبَابِ سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلَى الْاَعْظَمِ قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ ۞

فرشتے خشوع میں

آپ نے وہاں فرشتوں کو دیکھا کہ سب خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اور بلند آواز سے یہ تسبیح کہہ رہے ہیں۔ سُبْحَانَ الْقَاضِى الْاَكْبَرُ وَسُبْحَانَ الْعَدْلِ الَّذِىْ لَا يَجُوْرُ

آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کیا ان کی یہی عبادت ہے۔ اس نے کہا ہاں! آپ بھی اپنی امت کے لئے دعا کیجئے کہ آپ کی امت کو بھی یہ عبادت نصیب ہو۔ تب آپ نے دعا کی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے لئے بھی نماز میں خشوع کا حکم نازل فرمایا:-

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ

(پ۱۸ ع۱) وہ ایمان لانے والے عذاب سے نجات اور فلاح پاگئے۔ جو اپنی نماز میں خشوع، خضوع اور دنیا سے عبادت کرتے ہیں۔ (معارج النبوۃ ج ۳ ص۱۳۳)

حضرت ہارون علیہ السلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ہارون علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا مرحبا یعنی خوش آمدید اے برادر صالح اور نبی صالح (بخاری شریف ج ۱ ص۵۴۹) (مسلم شریف ج ۱ ص۹۱)

شرک کرنے والے

پھر آپ ایک فرشتے پر گذرے کہ اس کا قد اتنا بڑا تھا - کہ اگر چاہے تو تمام مخلوق کو ایک لقمہ بنا کر کھا لے - اس کے آس پاس بہت فرشتے تھے - جن کے سر عرش کے نیچے اور پاؤں تحت الثریٰ تک پہنچے ہوئے تھے - ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آتشی گرز تھا - ان فرشتوں کے سامنے لوگوں کا ایک گروہ تھا جن کے جسموں پر آگ کا لباس تھا - یہ فرشتے ان لوگوں کو گرز مارتے تھے - جس کے صدمہ سے ان کے گوشت، پوست پر آگ کے شعلے بھڑکتے تھے - پھر جل کر نیست و نابود ہو جاتے تھے - پھر وہ اصل حالت میں آجاتے تھے - اور فرشتے ان سے اسی طرح کرتے تھے - جیسے پہلے تھا - آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا - یہ کون لوگ ہیں - حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا - یہ شرک کرنے والے لوگ ہیں - جو بتوں سے اپنی حاجتیں مانگتے تھے - خدا تعالےٰ نے اس فرشتہ کو مع اس کے تابعداروں کے ان پر مسلط کیا ہے - تاکہ اس قسم کا عذاب ہمیشہ دیتے رہیں - اس فرشتے اور اس کے تابعداروں کی تسبیح یہ تھی سُبْحَانَ اللّٰہِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ سُبْحَانَ الصَّمَدِ الْغَفَّارِ سُبْحَانَ الَّذِی

لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (معارج النبوۃ)

چھٹا آسمان

پھر چھٹے آسمان پر گذر ہوا۔ حسب دستور دروازہ کھلوانے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آواز دی اور دربان نے دروازہ کھولا اس آسمان کا نام حاروس ہے۔ اور دربان کا نام روبائیل ہے۔ آپ نے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دے کر یہ دعا دی :-

بَارَكَ اللّٰهُ فِیْ حَسَنَاتِكَ وَزَادَ فِیْ كَرَمَاتِكَ

اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں میں برکت دے۔ اور تمہاری بزرگی زیادہ کرے۔ آپ نے اس دعا کے بعد آمین کہی۔ اس فرشتہ کے مطیع چھ لاکھ فرشتے تھے۔ جن کی تسبیح یہ تھی :-

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ سُبْحَانَ النُّوْرِ الْمُبِيْنِ سُبْحَانَ اِلٰهٍ مَّنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَاِلٰهٍ مَّنْ فِی الْاَرْضِ (معارج النبوت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ میں وہاں گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا مرحبا اے برادر صالح اور نبی صالح۔ جب میں ان سے چل کر آگے چلا تو وہ روئے ان

سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں روئے تو انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد ایک نوجوان نبی مبعوث ہوئے جن کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہشت میں زیادہ داخل ہونگے۔ بخاری شریف ج ۱ ص ۴۵۵۔ مسلم شریف ج ۱ ص ۹۳

علماء کرام کہتے ہیں۔کہ آپ کے رونے کا سبب یہ تھا۔

اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ مِثْلُ اَجْرِ کُلِّ مَنِ اتَّبَعَہٗ

نبی کے جتنے پیروکاروں کو درجہ ملتا ہے۔ اسقدر اس امت کے نبی کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمنا یہ تھی۔کہ مجھے بھی اس طرح درجات حاصل ہوتے اور آپنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جوان اس لئے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو تیس برس ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف بوقت معراج ترپن ۵۳ سال تھی

حضرت میکائیل علیہ السلام

اس کے بعد حضرت میکائیل علیہ السلام پر گذر ہوا۔ کہ وہ ایک بڑی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے ایک بہت بڑی ترازو ہے۔ جن کا ایک پلہ آسمان و زمین کے

چودہ اطباق سے بھی بڑا ہے - اس ترازو کی ڈنڈی مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوئی ہے - رزق کے بے شمار ٹیلے ان کے پاس جمع ہیں - آپ نے اس کو سلام کیا - اس نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ کر تعظیم کی اور پھر معانقہ کیا - پھر یہ دعا دی -

زَادَكَ اللّٰهُ كَرَامَةً وَّ فَرَحًا

اور آپ کو بشارت سنائی کہ کسی امت کی خیر و برکت آپ کی امت کے برابر نہیں ہے - وہ آدمی بہت ہی خوش نصیب ہے - جس نے آپکی پیروی کی اور آپ سے محبت کی اور وہ شخص بہت ہی بد نصیب ہے - جس نے آپ کی نسبت دل میں بغض رکھا - حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے ماتحت سات لاکھ فرشتے مقرر ہیں ہر ایک کے پاس ایک ایک جھنڈا ہے - اور ہر جھنڈے کے نیچے سات لاکھ فرشتے ہیں - اور وہ تمام کے تمام حضرت میکائیل علیہ السلام کے سامنے صف بستہ ان کے حکم کی انتظار میں ہیں - ان تمام ملائک نے کہا - کہ ہم سب آپ کے خادم ہیں - اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ۲۵ ہزار برس پہلے سے آپ پر درود و سلام بھیج

رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بارش کے ہر قطرہ، ہوا کے ہر ذرہ سورج اور چاند کی ہر کرن اور نباتات سے جو پودا زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ ایک فرشتہ مؤکل ہے۔ تاکہ اس کی تربیت کر کے کمال تک پہنچائے۔ اور حضرت میکائیل علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی:۔ سُبْحَانَ رَبِّ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكَافِرٍ سُبْحَانَ مَنْ تَضَعُ مِنْ هَيْبَتِهٖ مَافِيْ بُطُوْنِهَا الْحَوَامِلُ

مَعَارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۴۶)

ساتواں آسمان

اس کے بعد ساتواں آسمان دیکھا۔ اس کا نام اسحاقائیل تھا۔ جو کہ سفید شیشہ کی مانند چمکتا تھا۔ جب دروازہ کھلوا کر اوپر جانا ہوا۔ تو روحائیل دربان نے سات لاکھ فرشتوں کے ساتھ آپ کو سلام کیا۔

یہ سب فرشتے یہ تسبیح پڑھ رہے تھے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ بَسَطَ السَّمٰوٰتِ فَرَفَعَهَا سُبْحَانَ الَّذِیْ اَطْلَعَ الْكَوَاكِبَ وَاَزْهَرَهَا سُبْحَانَ الَّذِیْ اَرْسٰی الْجِبَالَ فِیْهَا۔ ریاض الازہار ص ۲۲۴ م

آفرینش ملائکہ

ایک فرشتہ پر گذر ہوا کہ اس کے سات سر ہیں۔ اور ہر سر میں ستر ہزار چہرے

ہیں۔ اور ہر چہرہ میں ستر ہزار منہ ہیں۔ اور ہر منہ میں ستر ہزار زبان ہے۔ اور ہر زبان میں سات لاکھ بولی ہے۔ جو ایک بولی دوسری سے بہ لحاظ نوعیت کے مختلف ہے۔ اس کے سات لاکھ بازو ہیں۔ ہر روز نہر نور میں غوطہ لگاتا ہے اور باہر نکل کر اپنے پر و بال جھاڑتا ہے۔ ہر قطرہ سے اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کے ساتھ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک یہ تسبیح کہتا رہے گا :۔ سُبْحَانَ مَا اَعْظَمَ شَانُكَ سُبْحَانَكَ سَيِّدِىْ مَا اَعْلٰى مَكَانَكَ سُبْحَانَكَ سَيِّدِىْ مَا اَرْحَمَ بِخَلْقِكَ

(ریاض الازہار صفحہ ۲۲) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ روح ایک فرشتہ ہے۔ جس کے ستر ہزار سر ہیں۔ اور ہر سر میں ستر ہزار چہرے ہیں۔ اور ہر چہرے میں ستر ہزار دہن (منہ) ہیں۔ ہر دہن (منہ) میں ستر ہزار زبانیں ہیں۔ اور ہر زبان میں ستر ہزار لغت ہے۔ يُسَبِّحُ اللّٰهَ تَعَالٰى بِتِلْكَ اللُّغَاتِ كُلِّهَا يُخْلَقُ مِنْ كُلِّ تَسْبِيْحَةٍ مَلَكًا يَطِيْرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وہ فرشتہ ان سب لغات سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ قیامت تک ملائکہ کے ساتھ پرواز کریگا۔ عمدۃ القاری

ہیں کتاب التفسیر میں یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ کے تحت یوں ہی لکھا ہے۔ جیساکہ مذکور ہوا - اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں بھی اسی طرح لکھا ہے - اور معالم التنزیل میں امام بغوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔ کہ روح ایک عظیم فرشتہ ہے جو آسمان، زمین و جہان اور ملائکہ سب سے بڑا ہے - اس کا مقام چوتھے آسمان پر ہے ہر روز بارہ ہزار مرتبہ تسبیح کہتا ہے۔ اس کی ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بنتا ہے۔ یہ روح نامی فرشتہ قیامت کے دن ایک صف میں ہوگا - اور باقی سب فرشتوں کی ایک صف ہوگی (الہدایۃ المبارکۃ فی خلق الملائکۃ ص۵۴

(ف) یہاں صرف اس قدر واقعہ لکھا گیا ہے۔ جس کو معراج سے تعلق ہے۔ ورنہ فرشتوں کی پیدائش کے بارہ میں اٹھارہ اقوال ہیں - اور ان میں کئی طریقے بیان کئے گئے ہیں -

حضرت اسرافیل علیہ السلام

پھر ایک فرشتہ پر گزر ہوا جس نے دو زانو بیٹھے ہوئے عرش کی طرف نظر لگا رکھی تھی - وہ اپنے منہ میں صور لئے ہوئے

کسی حکم کی انتظار میں محو تھا۔ اس صور میں تمام مخلوق کے روحوں کی مقدار میں سوراخ تھے - اور اس کے سامنے ایک لوح یعنی تختی لٹکی ہوئی تھی آپ نے اسے پہچان لیا۔ کہ یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں - آپ نے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا ۔ اَبْشِرْ فَاِنِّیْ اَرَی الْخَیْرَ فِیْکَ وَفِیْ اُمَّتِکَ آپ کو مبارک ہو کہ میں آپ میں اور آپ کی امت میں بھلائی دیکھ رہا ہوں اور اسکی تسبیح یہ تھی - سُبْحَانَ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ (اخبار القرآن ص۲۶۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گذر ہوا - آپ نے انکو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا - اور کہا مرحبا یَا نَبِیَّ الصَّالِحِ وَ ابْنَ الصَّالِحِ - نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو - اس کے بعد انہوں نے فرمایا - اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ بہشت کی زمین بہت عمدہ ہے - اس میں بے شمار درخت لگاؤ - اور پھر اس کے باغات کے میوہ جات چنو اور ان درختوں کے لگانے کی تسبیح یہ ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ

اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (معراج شریف از عبد الباسط فاخوری مفتی بیروت صا) حضرت جامی فرماتے ہیں ؎

یاد کن آنگاہ کہ در شب اسریٰ
با حبیب خدا خلیل خدا
گفت گو از من اے رسول کرام
امت خویش را بعد از سلام
کہ بود پاک خوش زمین بہشت
لیک آنجا کسے درخت نہ کشت
خاک و پاک وطیب افتادہ
لیک ہست از درختہا سادہ
غرس اشجار آں بہ سعی جمیل
بسملہ حمد لہ ہست پس تہلیل
ہست تکبیر نیز ازاں اشجار
خوش کسے کش جز یں نیاید کار
باغ جنات تحتہا الانہار
سبز وخورم شود ازاں اشجار

اس کو حدیث غراس کہتے ہیں۔ کیونکہ غراس کے معنیٰ

درخت لگانے کے آتے ہیں۔ اور یہ حدیث ترمذی شریف وغیرہ کتابوں میں بھی موجود ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (پ ۲۷ ع ۱۲) جو کوئی اپنے رب سے ڈر گیا اس کے لئے دو طرح کے بہشت ہیں

نبیوں کے ملنے میں نکتے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کے واقعہ میں سب نبیوں سے "سلام ہو ان پر" حضرت آدم علیہ السلام کو اس لئے دیکھا۔ کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو دشمن نے بہشت سے نکالا تھا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دشمن نے مکہ شریف سے نکالا تھا۔ اس کے بعد جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے ستایا تھا۔ اسی طرح ہجرت کے بعد یہودیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ستایا۔ حتیٰ کہ کبھی زہر آلودہ گوشت کھلانے کی اور کبھی ناگہانی طور پر ایک بڑا پتھر اوپر سے ڈالنے کی سازش کی گئی۔ پھر جسطرح حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے بخت اور تخت دیا۔ اور تمام

بھائی اس کے سامنے حاضر ہوئے اور دل میں شرمندہ تھے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ (پ ۱۳ ع ۴) آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اس طرح جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدینہ منورہ رہتے ہوئے جنگ بدر میں فتح عطا فرمائی قریش بہت شرمساری سے قیدی ہو کر آپکے سامنے پیش کئے گئے۔ تو آپ نے انکو احسان کر کے فدیہ لے کر آزاد فرمایا۔ اور جب فتح مکہ کے بعد وہ سب پیش ہوئے اور اپنی کارگزاریوں پر نادم تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ میں تم کو وہی کہونگا۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا۔ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ آج تم لوگوں پر کسی قسم کی ملامت نہیں ہے۔ تم نے اپنے کئے کا انجام دیکھا۔ اور میں نے اپنے رب کی مہربانی کا ظہور دیکھا۔ اس کے بعد جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام کو سب سے پہلے لکھنا عطا کیا گیا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی مبارکہ کا چوتھا کارنامہ یہ ہے۔ کہ دنیا کے بادشاہوں کی طرف خطوط لکھے۔ حتیٰ کہ نجاش

اور مقوقس اور عمان کا بادشاہ اسلام لائے اور قیصر و کسریٰ جیسے بڑے بادشاہ آپ کے رعب سے کانپ گئے۔ اس کے بعد جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام اپنی قوم میں محبوب تھے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت قریش کے دل میں گھر کر گئی۔ کہ جو لڑتے جھگڑتے تھے۔ سرنگوں ہو کر اسلام لائے اور آپکے عشق میں جاں نثار ہو گئے۔ اس کے بعد جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شام کے لوگوں سے غزوات کا حکم ہوا۔ اور وہاں سے عمالقہ جیسی جابر قوم کو شکست فاش ہوئی۔ اور بنی اسرائیل غالب آئے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات سے چھٹی حالت یہ ہے۔ کہ آپ نے ملک شام میں غزوات کئے حتیٰ کہ غزوہ تبوک میں فتح ہوئی صاحب دومۃ الجندل نے شکست کھا کر جزیہ قبول کیا اور مکہ شریف فتح ہوا۔ اور صحابہ کرامؓ نے نہایت آرام و سکون سے اپنے وطن کو جا کر دیکھا اس کے بعد جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا۔ اور لوگوں کو حج کی اطلاع دی اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال بابرکت

اشتمال سے آخری حال یہ تھا۔ کہ آپ نے ستر ہزار (اور بروایت دیگر ایک لاکھ چوبیس ہزار) صحابہ کرام کی معیت کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اور وہاں حج کیا (نسیم الریاض ج ۲ ص ۴۵۷۔ زرقانی ج ۶ ص ۷۹۔ روح البیان ج ۲ ص ۳۹۹۔ الروض الانف ج ۱ ص ۲۵۰) گویا نبیوں کے ملنے میں یہ نکتے ہیں۔ کہ آپ کی تمام زندگی کے حالات سے ان تمام نبیوں کے حالات (سلام ہوان پر) سے مناسبت کی بنا پر موقعہ بہ موقعہ ملاقات ہوتی رہی۔ (ف) اصل عربی عبارت کیلئے مذکورہ حوالہ جات مطالعہ فرماویں۔

استفہام کی حقیقت

عالم برزخ کے واقعات مشاہدہ فرماتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کرنا۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بتانا۔ اور نبیوں کی ملاقات (سلام ہوان پر) کے موقعہ پر کہنا کہ یہ فلاں نبی ہے۔ یہ فلاں نبی ہے۔ آپ ان سے ملئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ استفہام ہمیشہ بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی استفہام باوجود

علم کے بھی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ کہ
اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔
مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ میرا عصا ہے۔ کہ اس
سے سہارا لگا لیا کرتا ہوں۔ اور بکریوں کے لئے پتے جھاڑ تا
ہوں۔ اور اس میں میرے اور بھی منافع ہیں۔ اس طرح
حدیث شریف میں مذکور ہے۔ کہ جب کراماً کاتبین فرشتے
اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان سے
پوچھتا ہے۔ مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ تم کہاں سے آئے ہو۔ فرشتے
کہتے ہیں۔ کہ ہم زمین سے آئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے
پوچھتا ہے۔ كَيْفَ وَجَدْتُّمْ عِبَادِىْ تم نے میرے بندوں
کو کس حالت میں پایا۔ وہ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ ہم گئے تو وہ
نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ہم آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے
دیکھئے صاحب! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو صرف
ایک رات ایک ہی سفر معراج کے موقعہ پر ایک جبرئیل
علیہ السلام سے کچھ دریافت فرماتے رہے۔ اللہ جل شانہٗ
ہر آئے دن فرشتوں سے جو لاتعداد اور بے شمار ہیں۔

پوچھتے ہیں کہاں سے آئے ہو۔ اور میرے بندوں کو تم نے کس حالت میں پایا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اور ایک حکایت ہے۔ کہ حضرت مولانا غلام حسن صاحب سواگ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا۔ جو کسی موقعہ پر عام اجتماع میں آپ سے بیعت ہو چکا تھا۔ اور پھر چھ سال متواتر حاضر ہوا۔ بمقام روڑہ کہنہ پھر عام اجتماع میں بیعت ہونے لگا۔ حضرت صاحب نے اسے روکا کہ تو فلاں جگہ پہلے ہی بیعت ہو چکا ہے۔ کیا ایک ولی کی فراست اتنی ہے ؟ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت المقدس میں ان سب نبیوں سے "سلام ہوان پر" ملتے ہیں۔ اور پھر آسمانوں پر ان کو اگر نہیں پہچان سکتے تو یہ کہنا - كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۔ یہ ایک بہت بری بات ہے۔ جو ان لوگوں کی زبان سے سرزد ہوتی ہے

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
بے ادب کی خصوصاً پیر اولے

کہتے ہیں کہ ہر نبی سے ہر آسمان پر آپ کو واقف کرنا اس لئے نہیں کہ آپ ان سے متعارف نہیں تھے - بلکہ خادم

اپنے خادمانہ آداب ملحوظ رکھ کر اس طرح عرض کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی ضمیر الدین لکھتے ہیں۔ جیسے دولھا سے کہتے ہیں۔ کہ یہ تمہارا باپ ہے۔ تم ان کو سلام کرو۔ اور یہ تمہارا بھائی ہے آپ ان سے ملئے اور سلام کیجئے۔ اس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ یہ فلاں نبی ہیں اور یہ فلاں نبی ہیں۔ آپ ان سے ملئے اور سلام کیجئے (وعظ بے نظیر ص۱۴)

بیت المعمور

منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت المعمور کو دیکھا جو آسمانوں پر ملائکہ کا قبلہ ہے۔ وہاں ستر ہزار فرشتے روزانہ آکر زیارت کرتے ہیں۔ اور پھر قیامت تک ان کو حاضری کی نوبت نہیں مل سکتی (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بیت[1] المعمور ساتویں آسمان میں ہے۔ ایک[2] اور روایت میں ہے کہ چھٹے آسمان میں ہے۔ طبری[3] نے حضرت قتادہ سے روایت کی ہے۔ کہ بیت المعمور پہلے آسمان پر ہے۔ اس کی تطبیق کیلئے ایک حدیث شریف ہے۔ جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ فِی کُلِّ سَمَاءٍ بَیْتًا یُحَاذِی الْکَعْبَۃَ وَکُلٌّ مِّنْہَا مَعْمُوْرٌ

بالملائکۃ (فتح الملہم ج ۱ صفحہ ۳۲) تحقیق ہر آسمان میں
ایک گھر ہے۔ جو کعبہ کے سامنے ہے۔ اور سب کے سب
فرشتوں سے آباد ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس مکان کی دیواریں
یاقوت سرخ کی ہیں۔ اور اس کے دروازے زمرد سبز کے
ہیں۔ اور اس میں دس ہزار نورانی قندیل روشن ہیں
جن کی روشنی آفتاب سے زیادہ چمکدار ہے۔ اور ہر
روز ستر ہزار فرشتے دریا نور میں غسل کر کے نورانی چادر
اوڑھ کر احرام باندھ کر لبیک کہتے ہوئے بیت المعمور کا
طواف کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ اور قیامت تک پھر
دوبارہ ان کو موقعہ نہیں مل سکتا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام
آپکو بیت المعمور میں لے گئے۔ اور عرض کی: کہ جس طرح
آپ نے بیت المقدس میں تمام نبیوں کی "سلام ہوان
پر" امامت کی ہے۔ اسی طرح آپ یہاں فرشتوں کی
امامت کرائیں۔ پھر آپنے وہاں دو رکعت نماز پڑھائی
اور ساتوں آسمان کے فرشتوں نے اقتداء کی۔ اس کے
بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آرزو کی اور دعا
میں کہا اے خداوند! میری امت کو بھی اس عبادت

سے حصہ عطا فرما آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اور نماز جمعہ کی فرض کی گئی۔ کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ جمعہ کے دن سب مقرب فرشتے بیت المعمور میں جمع ہوتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام آذان دیتے ہیں، حضرت اسرافیل علیہ السلام خطبہ پڑھتے ہیں، حضرت میکائیل علیہ السلام امامت کراتے ہیں۔ اور تمام فرشتے انکی اقتداء کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے اذان کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو بخش دیا ہے۔ اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے خطبہ کا ثواب بخش دیا ہے۔ اور حضرت میکائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے امامت کا ثواب بخشا ہے۔ اور سب فرشتے کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اس نماز کا ثواب بخش دیا ہے۔ (ریاض الازہار ص۲۲)

(ف) نماز جمعہ کی فرضیت شب معراج میں ہوئی۔ اور اسکی فرضیت کا ظہور مدینہ منورہ میں ہوا۔ کیوں کہ دارالحرب میں جمعہ فرض نہیں ہوتا۔ اور مکہ ان دنوں دارالحرب تھا۔ فتح مکہ شھ کے بعد مکہ شریف دارالاسلام بنا۔

سدرۃ المنتہیٰ

پھر آپ کا سدرۃ المنتہیٰ پر گذر ہوا وہ ایک بیری کی شکل کا درخت ہے۔ اس کا تنا سونے کا ہے۔ ڈالیاں موتی اور یاقوت اور زمرد کی ہیں۔ اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح ہیں اس کے پھل ہجر کے مٹکے کی طرح ہیں۔ اس کی جڑ سے ڈالی تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے۔ اس پر پروانوں کی مانند اتنے فرشتے رہتے ہیں۔ کہ جنکی گنتی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا قرآن شریف میں ہے۔ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ (پ ۲۷ ع ۵) اور جب سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانک لیا اس چیز نے کہ ڈھانک لیا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ فرشتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جمع ہوئے۔

روح المعانی ج ۲۷ صـ ۵۷) در منثور ج ۶ صـ ۱۲۶)

اور آپ کو سلام کیا۔ اور رحمت الٰہی کی خوشخبری سنائی اور آپکی زیارت سے بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد سدرہ کی ایک شاخ دیکھی۔ جسکی بلندی ایک لاکھ برس کی راہ تھی۔ اس کے اوپر سات آسمان اور سات زمین کے برابر ایک پتہ تھا۔ جس پر نور کا بچھونا بچھا ہوا تھا۔ وہاں حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مقرر شدہ ایک کرسی پڑی
تھی۔ جس کے سامنے چالیس ہزار فرشتے توریت پڑھ رہے
تھے۔ اور چالیس ہزار فرشتے پیچھے کی طرف انجیل پڑھ
رہے تھے۔ اور چالیس ہزار فرشتے دائیں طرف زبور پڑھ
رہے تھے۔ اور چالیس ہزار فرشتے بائیں طرف قرآن مجید
پڑھ رہے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے درخواست
کی کہ یہ میری رہائش گاہ ہے۔ آپ یہاں دو رکعت نماز
پڑھائیں۔ تاکہ اس مقام کو برکت حاصل ہو جائے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں دو رکعت نماز
پڑھائی۔ اور فرشتوں نے اقتداء کی (ریاض الازہار ص۲۳۳)

نیل اور فرات

اَنَّہٗ رَاٰی اَرْبَعَۃَ اَنْھَارٍ یَخْرُجُ
مِنْ اَصْلِھَا نَھْرَانِ ظَاھِرَانِ وَ
نَھْرَانِ بَاطِنَانِ فَقُلْتُ یَا جِبْرِیْلُ مَا ھٰذِہِ الْاَنْھَارُ
قَالَ اَمَّا النَّھْرَانِ الْبَاطِنَانِ فَنَھْرَانِ فِی الْجَنَّۃِ وَاَمَّا
الظَّاھِرَانِ فَالنِّیْلُ وَالْفُرَاتُ (مسلم شریف)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں سدرۃ المنتہیٰ کے
بن سے چار نہروں کو نکلتے دیکھا۔ دو نہریں ظاہری تھیں

اور دو نہریں باطنی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اے جبرئیل یہ کونسی نہریں ہیں۔ اس نے عرض کی جو دو نہریں باطنی ہیں۔ یہ بہشت کی ہیں۔ اور جو نہریں ظاہری ہیں۔ وہ نیل اور فرات ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے جو باطنی ہیں۔ ان کے نام کوثر اور نہر رحمت ہیں۔ ظاہری کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ یہ نہریں سدرہ سے نکل کر جہان دنیا میں عام لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور باطنی کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ وہ عام نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ بہشت میں موجود ہیں۔ اور سدرہ کو منتہیٰ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ تمام علماء کا علم یہاں تک پہنچتا ہے۔ اس کے آگے خدا کے سوا کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ فرشتوں کے معلومات کی وہاں انتہاء ہو جاتی ہے (الف) نیل اور فرات کے دہانہ کی بحث'' احادیث میں وارد ہے۔ کہ نیل اور فرات سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے جاری ہو رہے ہیں۔ حالانکہ مشاہدہ اس کے متعارض ہے۔ تو اس تعارض کے دفع کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ ہے۔ کہ اصل مرکز ان کا آسمان پر ہو اور ان کا

منبع بہ ظاہر زمین پر ہو جس طرح سورج چوتھے آسمان پر ہے۔ مگر اس کی حرارت زمین پر بھی موجود ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ سدرۃ المنتہٰی کی جڑ تحت الثریٰ تک ہو۔ اور نیل اور فرات کا اس کی جڑ سے بہنا کوئی حیرت کی بات نہیں۔ کیونکہ جہاں انکا منبع ہے۔ وہاں سدرہ کی جڑ ہے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ یہ حدیث بلا تاویل حقیقت پر مبنی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سدرۃ المنتہٰی کی جڑ سے نیل اور فرات کو نکلتے دیکھا۔ اور یہ دونو دریا وہاں سے ہی نکلتے ہیں۔ چنانچہ

هَرَّ الْفُرَاتُ فِي بَعْضِ السِّنِيْنَ فَوُجِدَ فِيْهِ رُمَّانٌ مِثْلُ الْبَعِيْرِ فَيُقَالُ إِنَّهُ رُمَّانُ الْجَنَّةِ (روح البیان ج۲)

بعض سالوں کا قصہ ہے۔ کہ دریائے فرات بہہ رہا تھا تو اس میں ایک انار پایا گیا۔ جو اونٹ کے برابر بڑا تھا کہتے ہیں کہ وہ بہشت کا انار تھا۔ بلکہ سیرت حلبیہ میں ہے۔ کہ وہ کئی انار تھے۔ اور سب ہی اونٹ کے برابر بڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ سب انار بہشت کے تھے۔ عبرت کے طور پر اللہ تعالٰے نے لوگوں کو دکھلائے۔ تاکہ

ان کو حدیث کی صحت پر یقین ہو جائے - چوتھا طریقہ یہ ہے - کہ نیل اور فرات کا دہانہ اصل سدرۃ المنتہیٰ میں موجود تھا - جکو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جناح شریف کے ذریعہ آسمان سے زمین پر اتارا اور پہاڑوں میں ودیعت رکھ دیا - جسطرح قرآن مجید میں ہے - وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ‏ = - ہم نے آسمان سے اندازہ کے مطابق پانی نازل فرمایا - اور اسکو زمین پر ٹھہرایا - پھر جب زمین سے قرآن اور ایمان اٹھایا جائیگا - تب یہ دہانہ بھی اٹھایا جائیگا - جیساکہ قرآن مجید میں ہے - وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ = - اور اس میں شک نہیں کہ ہم اس پانی کو لے جانے پر بھی قادر ہیں - (نکتہ چوتھا منقول از سیرت حلبیہ ج ۱ صـ۳۳۴)

اونٹوں کی قطار

سدرۃ المنتہیٰ کے نیچے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونٹوں کی قطار کو گذرتے دیکھا - جس کے ہر ایک اونٹ پر دو صندوق دھرے ہوئے تھے - آپ نے پوچھا کہ

یہ قطار کتنے عرصہ سے گزر رہی ہے۔ اور کہاں جارہی ہے۔
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم! جب سے میں پیدا ہوا۔ اس طرح اس قطار کو گذرتے
دیکھ رہا ہوں مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ قطار کتنے عرصہ سے گزر
رہی ہے۔ اور کہاں جارہی ہے۔ اس کی ابتدا اور اسکی انتہا
خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
اس قطار سے ایک اونٹ سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ
پڑھ کر ایک صندوق اتارو جب صندوق اتار لیا پھر فرمایا
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ پڑھکر اس کا تالا کھولو جب تالا
کھول چکے تو صندوق انڈوں سے پُر تھا۔ اور سب انڈوں
پر قفل لگے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
پڑھکر انڈے کا تالا کھولدو جب یہ تالا کھول چکے دیکھا تو وہ انڈہ
خشخاش کے دانوں سے پُر تھا۔ اور خشخاش کے سب دانے
پر قفل تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ پڑھکر تالا کھول دو جب اس کا
تالا کھولا تو اس میں ایک جہاں تھا۔ اور اس جہاں میں ایک
شہر آباد تھا۔ اس شہر میں وعظ ہورہا تھا۔ حضور علیہ السلام

اور حضرت جبرئیل علیہ السلام وہاں شامل ہو گئے۔ حتیٰ کہ واعظ نے کہا۔ ایک جگہ پانی ہے۔ اور پانی پر مٹی کا ڈھیلہ ہے۔ اس ڈھیلہ پر نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں۔ اس پر ایمان لانے کے بغیر ہماری نجات نہیں ہو سکتی وہاں ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ مسئلہ غلط ہے کیونکہ پانی پر مٹی کا ڈھیلہ کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اٹھ کر کہا۔ کہ میں جبریل (علیہ السلام) ہوں اور یہ وہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جس کی تعریف ہو رہی ہے۔ تب سب لوگوں نے کلمہ پڑھا اور آپ پر ایمان لائے پھر آپ وہاں سے باہر آگئے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حسب دستور سابق جس طرح گذرا ہے۔ بِسْمِ اللہ پڑھکر خشخاش کا تالا لگایا پھر انڈہ کو تالا لگایا۔ اور پھر صندوق کو بند کیا اور اسکو اونٹ پر لادا اس کے بعد اونٹ کو قطار میں شامل کر دیا

(رہبر راہ حق ص۴۰)

(ف) حضرت شاہ حمزہ صاحب جن کی مزار پر انوار مارہرہ شریف میں زیارت گاہ خواص وعوام ہے۔ آپ حضرت اچھے

میاں رحمتہ اللہ علیہ کے والد بزرگوار ہیں۔ جو کہ سلسلہ قادریہ میں نامی گرامی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ ان بزرگوں سے ہیں۔ جن کے اقوال وافعال بطور حجت پیش کر سکتے ہیں۔ آپ نے ایک مثنوی شریف میں یوں واقعہ لکھا ہے۔

در شب معراج دیدہ مصطفےٰ
صد ہزاراں اشتراں بے انتہا
مے روند ایشاں قطار اندر قطار
لا نہایت روز و شب بے انتظار
ہست دو صندوق بار ہر شتر
یک ازیں سو دیگر آں سو سر بسر
کرد از جبریل استفسار شاہ
چیست ایں راز نہاں برگو ز راہ
جبرئیل گفت اے شاہ جہاں
من نمے دانم چہ اسرار است آں
آں زماں کہ کرد پیدا حق مرا
ہم چنیں مے بینم ایں حالت ورا

روز و شب ایں اشتراں صندوق بار
بے نہایت مے روند اندر قطار
نیست مارا از وجود شاں خبر
راز حق را کے بدانم زیں گزر
دنگ و حیرانم دریں درگاہ او!
بے بدایت بے نہایت راہ او!

توبہ کرنے والے

اس کے بعد آپ کا ایک نہر پر گذر ہوا۔ جہاں کالے لوگ غسل کر کے باہر نکلتے ہیں۔ جو نورانی شکل والے بن جاتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ نہر رحمت ہے۔ جن لوگوں نے گناہ کئے اور پھر تائب ہو گئے۔ گویا وہ اس نہر سے غسل کر کے گناہوں کی سیاہی دھو رہے ہیں (معارج ج ۳ ص ۱۴۹)

روزہ داروں کے برأت نامے

اس کے بعد ایک باعظمت فرشتہ پر گذر ہوا۔ جسکی قامت دس لاکھ برس کی راہ تھی۔ اس کے ستر ہزار سر تھے۔ اور ہر سر کے ستر ہزار چہرے تھے۔ اور ہر چہرے میں ستر ہزار منہ تھے۔ اور اس فرشتے کے سر پر ستر ہزار

زلفیں تھیں۔ ہر زلف پر ستر ہزار موتی معلق تھا۔ ہر موتی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سمندر تھا۔ ہر سمندر میں بے حساب مچھلیاں تیرتی تھیں۔ جنکا طول دوسو برس کی راہ تھا۔ ہر ایک مچھلی کی پشت پر لکھا تھا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا۔ کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے۔ اور بہشت کے مرغزار میں اس کے ٹھہرنے کا مقام ہے۔ اب اس کو یہاں لائے ہیں۔ آپ نے اسکو سلام کیا۔ اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ دیکھا تو اس کے سامنے دو صندوق رکھے ہوئے تھے۔ جن پر ستر ہزار نورانی قفل لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ اس نے آپ خود یہ بات اس سے دریافت فرمائیں پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے کہا کہ یہ کیسے صندوق ہیں۔ اس نے کہا کہ ان صندوقوں میں آپ

کی امت کے روزے داروں کے برأت نامے لکھے ہوئے دھرے ہیں۔ جن کے ثواب کی میں گواہی دیتا ہوں۔

نماز پر خوش ہونیوالا

پھر ایک فرشتہ پر گذر ہُوا۔ جس کے دائیں بازو سات لاکھ تھے۔ اور بائیں بھی اسی قدر تھے۔ ہر بازو پر مروارید کے ستر ہزار پر اور یاقوت کے ستر ہزار پر اور زمرد سبز کے ستر ہزار پر اور زر سرخ کے اور نقرہ سفید کے اور کافور و زعفران کے ستر ہزار پر تھے۔ جب وہ اپنے بازو کو ہلاتا تھا۔ تو اس سے عجیب طرح کے نغمے ظاہر ہوتے۔ ان نغموں کو حوریں سنکر بالاخانوں پر ایک دوسرے کو مبارک دیتی تھیں۔ کہ اے حورو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے نماز کا وقت آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس فرشتہ سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ کہ تو کیوں خوش ہوتا ہے۔ تب فرشتہ کہتا ہے۔ کہ تیرے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے سب لوگ کاروبار ترک کر کے نماز کیلئے تیار ہو گئے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تم گواہ رہو

ہیں نے اپنی رحمت سے ان سب کو منظور نظر بنالیا ہے
(معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۵۰)

صورت مرغ سفید

ایک فرشتہ پر گذر ہوا۔ جو مرغ سفید کی شکل و شباہت رکھتا ہے۔ اور مور سے زیادہ خوبصورت ہے جس کے پاؤں سنہری ہیں۔ اور گردن یاقوت اور لعل سے مرصع ہے۔ جس وقت یہ فرشتہ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کہتا ہے جہاں دنیا کے مرغ بھی اس کی آواز سنکر سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کہتے ہیں۔ اور جب یہ چپ ہو جاتا ہے۔ تو جہاں دنیا کے مرغ بھی چپ ہو جاتے ہیں۔ (اخبار القرآن ص ۲۶۶)

حجاب زالبغت

جب آپ حجاب زالبغت تک پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پردہ کو ہلایا۔ اندر سے آواز آئی کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں۔ اور میرے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس وقت حجاب کے اندر سے آواز سنی کہ فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اسکے بعد کہا گیا میرے بندہ نے سچ کہا۔ میں سب سے بڑا ہوں

پھر فرشتے نے کہا - اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا گیا میرے
بندہ نے سچ کہا عبادت کے لائق ایک میں ہوں پھر فرشتے
نے کہا - اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا گیا میرے بندہ نے
سچ کہا میں نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر
بھیجا ہے - پھر فرشتے نے کہا - حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس فرشتہ کی بابت حضرت
جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا تو اس نے کہا مجھے اس
ذات کی قسم ہے - جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے - کہ میں
تمام مخلوق سے خدا کے زیادہ قریب ہوں - مگر جب سے پیدا
ہُوا میں نے اس سے پہلے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا -
(در منثور ج ۴ صفحہ ۱۵۴ - نووی شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۹۳)
خصائص کبرٰی میں لکھا ہے - کہ یہ اقامت تھی - جو معراج
کی رات آپ نے سنی - لہذا یہ سوال نہ ہوگا کہ مدینہ منورہ میں اذان کیلئے مشورے
(ف) جس جگہ معراج کے واقعہ میں اذان ہونے کا بیان
وارد ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ الفاظ معروفہ سے اذان
ہو کیوں ہوئے

ہوئی ہو۔ کیونکہ یہ بات واضح ہے۔ کہ اذان کی مشروعیت بعد از ہجرت مدینہ منورہ میں ہوئی (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۱۲)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ٹھہرنا؟

اس وقت اس فرشتہ نے پس پردہ سے ہاتھ باہر کر کے آپکو بمع براق اٹھالیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام وہیں ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا اے جبرئیل آپ مجھے اس جگہ کیوں اکیلا چھوڑتے ہو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی میں کیا کروں مجھے آگے پرواز کرنے کی طاقت نہیں اس لئے کہ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (پ ۲۳ ع ۹) اور ہم سب فرشتوں سے کوئی ایسا فرشتہ نہیں جس کا خاص مقام معلوم نہ ہو کہ اس کے آگے ہم کو تجاوز کا حق حاصل نہیں۔ یہاں بھی آپ کی بدولت آگیا ورنہ میرا اصلی مقام وہ ہے۔ جہاں سدرۃ المنتہٰی پر ملاحظہ فرمایا تھا جو کہ بہت دور رہ گیا ہے۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قابو کر کے ایک قدم چلے۔ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے حضرت جبرئیل علیہ السلام چڑیا کے

برابر ہو گئے۔ لرزہ براندام اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا
لَوْ دَنَوْتُ اَنْمِلَةً لَاُحْتَرَقْتُ بَالِيْ (مشکوٰۃ شریف)
اگر انگلی کے پورے کی مقدار بھی قریب ہوں تو میرے پر جل جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے اشارہ فرمایا۔ اور ایک اشارہ میں اس کو اپنے مقام پر پہنچا دیا۔ روایت ہے کہ اس ایک قدم میں پانچ سو سال کی راہ طے ہو چکی تھی۔ (معارج النبوۃ ج ۳ صـ ۱۵۱) حضرت فریدالدین عطار ارشاد فرماتے ہیں سہ

توائے روح القدس پیش جنابے
کہ ذات او ستودہ آفتابے
چرا چندیں غم نہ پر گرفتی
کہ بانگ لَوْ دَنَوْتُ برگرفتی
ترا اندر درون پردہ راہ نیست
کہ ہر سرہنگ مرد بارگاہ نیست
ہزاراں جاں ہمے سوزد دریں راہ
ترا گو پر بسوز اے پیک درگاہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنیے ع۲ ؎

بدو گفت سالار بیت الحرام
کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی
عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند
چہ پرم کہ وسّے یا لم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

ع۳ جناب اثر صحبائیوں ارقام فرماتے ہیں ؎

آئی تھی پہلے نہ آئیگی کبھی	اللہ اللہ کیا مبارک رات تھی
طائر سدرہ کے پر جلنے لگے	آگے تو تھا یا خدا کی ذات تھی

ع۴ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں ؎

چلا وہ سرو چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گذر چکے تھے
جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ لائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے

بیاں میر تقی ارشاد فرماتے ہیں ؎

خورشید روشن گرگیا، ماہ ضیا گستر گیا
ہمراہ وحی آور گیا، تا گنبد اخضر گیا
ترک ادب سے ڈر گیا، تو گام آگے دھر گیا
تا خلوت داور گیا، بے منت راہبر گیا
یوں کون پیغمبر گیا، ساتوں فلک طے کر گیا
اس سے بھی بالاتر گیا، کیا کیا کہوں کیا کر گیا
رفرف تیرا فر فر گیا، اوپر سے بھی اوپر گیا
پردہ جو سدرہ پر گیا، تو عرش پر بے پر گیا
تا ہفتقیں منظر گیا، شکل نظر یک سر گیا
ہر پردہ کے اندر گیا، بے لاؤلن بے مادمن

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو رخصت کرتے وقت آپ نے دریافت فرمایا اے رفیق! اگر خدا کی دربار میں تیری کوئی درخواست ہو۔ تو میں پیش کردونگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی۔ آقا بس ایک عرض ہے۔ یا محمد صلی اللہ، اُن اَبسُط

جَنَاحَیَّ عَلَی الصِّرَاطِ لِاُمَّتِکَ حَتّٰی یَجُوْزُوْا عَلَیْهِ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں۔ کہ قیامت کے دن پلصراط پر میں آپ کی امت کے لئے دونوں پر بچھاؤں تاکہ وہ پل سے بآسانی گزر جائیں۔
(روح البیان ج ۲) کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالنا چاہا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے ابراہیم علیہ السلام کوئی حاجت ہو تو بتلا دیجئے۔ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس کی حاجت دریافت کر کے اپنے جد کریم کا بدلہ اتار دیا۔
(الف) "حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ٹھہرنے کے اسباب"
علماء کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔
لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ اگر میں اس پورے کی مقدار اوپر جاؤں تو میں جل جاؤنگا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر فرشتہ کا مقام معین ہے۔ کہ وہ اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ ہم میں سے کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے۔ مگر اس کا ٹھکانہ مقرر

ہے۔ جس کے آگے نہیں جا سکتا۔ ۲۔ بعض نے یوں کہا ہے۔ کہ معراج کے وقت اللہ اور رسول کی خاص باتیں ہوتی ہیں۔ جس میں کسی کو شامل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی حتیٰ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج ہوئی تو کوہ طور سے سات فرسخ (۲۱ میل) ادھر ادھر تمام جانوروں اور فرشتوں کو ہٹا دیا گیا۔ حتیٰ کہ کراماً کاتبین بھی دور ٹھہر گئے (اس لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلے ہی دور ٹھہر گئے کہ اصول معراج سے واقف تھے)

(ب) فرشتے افضل ہیں یا بشر! یہاں بعض لوگ بے ربط سی بحث چھیڑ دیتے ہیں۔ جس کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے۔ اس بارہ میں اقوال ذکر کر دیتا ہوں۔ ملاحظ فرمائیے

(۱) علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔ وَلَا خِفَاءَ فِيْ اَنَّ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةَ ظَنِّيَّةٌ يُكْتَفٰى فِيْهَا بِالْاَدِلَّةِ الظَّنِّيَّةِ۔ هٰكَذَا فِيْ (شرح عقائد نسفی) اور اس میں کوئی خفا نہیں کہ یہ مسئلہ ظنی ہے۔ اور اس میں ظنی دلائل پر قناعت کی گئی ہے۔

(۲) امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَمَنْ مَاتَ وَلَمْ يَخْطُرْ بِبَالِهٖ تَفْضِيْلُ الْمَلٰئِكَةِ اَوْ عَكْسُهٗ

رَجُوْتُ اَنْ لَّا یَسْئَلَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ (نبراس ص۴۰۲)
اور جو شخص مرگیا۔ اور اس کے دل میں یہ خیال نہ گزرا
کہ فرشتے افضل ہیں یا مفضول ہیں۔ تو مجھے امید ہے کہ
اللہ تعالیٰ اس کی باز پرس نہ فرمائینگے۔ (۳)

(۳) اور امام اعظم سے روایت ہے۔ اِنَّہٗ تَوَقَّفَ فِیْ
ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ لِتَعَارُضِ الْاَدِلَّۃِ (نبراس ص۴۰۲) انہوں
نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا۔ کیونکہ دلائل کا تعارض
ہے۔ (۴) شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ
البالغہ میں فرماتے ہیں۔ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃُ مِنْ قِسْمِ مَالَمْ یَنْطِقْ
بِہِ الْکِتَابُ وَلَمْ یَسْتَفِضْ بِہِ السُّنَّۃُ وَلَمْ یَتَکَلَّمْ فِیْھَا
الصَّحَابَۃُ (نبراس ص۴۰۲ حاشیہ ۵۴) یہ مسئلہ
اس قسم سے ہے۔ جس کے بارہ میں نہ قرآن میں نص
ہے۔ اور نہ حدیث میں کوئی ثبوت ملتا ہے۔ اور نہ
صحابہ نے اس بارہ میں کوئی بات کی ہے۔

رفرف

جب حضرت جبرئیل علیہ السلام ٹھہر گئے تو
سبز رنگ کا ایک تخت ظاہر ہوا جس کا
نام رفرف ہے۔ اس کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رفرف والے فرشتے کے سپرد کیا (الیواقیت والجواہر ج ۲ صفحہ ۳۶)

ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ تدلّٰی کا فاعل رفرف ہے اور دنیٰ کے فاعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

دنیٰ فتدلّٰی کا ترجمہ یوں ہو گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رفرف نیچے اتر آئی حتیٰ کہ آپ اس میں بیٹھ گئے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور اقرب درجہ سے شرف پایا (سیرت حلبیہ ج ا صفحہ ۱۴۲)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ من تنہا روان شدم و حجابہا قطع مے کردم تا ہفتاد ہزار حجاب بگذشتم کہ ہر حجابے پانصد سالہ راہ بود و مابین ہر دو حجاب پانصد سالہ راہ دیگر و روایتے آنست تا آنجا کہ براق مرکب بود چوں ایں جا رسید براق بماند وانگاہ رفرف سبزے ظاہر شد کہ ضیائے وے بر ضیائے آفتاب غالب آمد (معارج ج ۳ صفحہ ۱۵۲) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اکیلا روانہ ہوا۔ اور بہت حجاب طے کئے یہاں تک کہ ستر ہزار حجابوں سے گذر ہوا۔ کہ ہر ایک حجاب

کی موٹائی پانچ سو برس کی راہ تھی۔ اور دونو حجابوں کے
فاصلہ پانچ سو برس کی راہ تھا۔ ایک روایت میں ہے۔
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری براق یہاں پہنچکر
تھک گیا اس وقت سبز رنگ کا رفرف ظاہر ہوا۔ جسکی
روشنی سورج کو ماند کرتی تھی۔ آپ اس رفرف پر سوار
ہوئے۔ اور چلتے رہے۔ حتیٰ کہ عرش کے پایہ تک پہنچ گئے
اس کے بعد بہت سے حجابات سامنے آئے ازاں جملہ ان
میں سے ستر ہزار حجاب سونے کے تھے، ستر ہزار چاندی
کے، ستر ہزار مروارید کے، ستر ہزار زمرد سبز
کے، ستر ہزار یاقوت سرخ کے، ستر ہزار حجاب نور
کے، ستر ہزار حجاب ظلمت کے، ستر ہزار پانی کے،
ستر ہزار خاک کے، ستر ہزار حجاب آگ کے، ستر ہزار
حجاب ہوا کے تھے۔ کہ ہر حجاب کی موٹائی ایک ہزار سال کی
راہ تھی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ رفرف
ان حجابوں سے گذرتی ہوئی پردہ داراں عرش تک لے گئی
وہاں ستر ہزار پردہ دیکھا۔ ہر پردہ کا ستر ہزار زنجیر تھا
اور ہر زنجیر کو ستر ستر ہزار فرشتے نے گردن پر اٹھا رکھا تھا

کہ وہ فرشتے اس قدر قد آور تھے - کہ ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ستر ہزار برس کی راہ تھی - اور یہ پردہ بعضے مروارید کے - بعضے یاقوت کے ، بعضے ہوا کے تھے - اور ہر پردہ پر ایک فرشتہ ملازم تھا - کہ ستر ہزار فرشتے جن کا ذکر ابھی گزرا ہے - سب اس کے تابع تھے - اس رفرف نے آپ کو حجابات سے پار پہنچایا اور پھر غائب ہو گیا۔ اس کے بعد ایک صورت گھوڑے جیسی ظاہر ہوئی - جو کہ دانہ مروارید سفید کی طرح تھی - تسبیح کہتی تھی - اور اس کے منہ سے نور کے فوارے نکلتے تھے - اٹھایا اور ان ستر ہزار پردوں سے گزرا جو عرش سے درے تھے - اور ساق عرش تک پہنچا (معارج النبوۃ ج ۳ صـ ۱۵۳) یاد رہے کہ نزہتہ المجالس میں امام صفوری پانچ سواریوں کا ذکر کرتے ہیں - اور کسی نے دو سواریوں کا ذکر کیا ہے - اور کسی عالم نے تین سواریوں کا ذکر کیا ہے - جتنی روایات جس کے پاس تھیں - اس قدر بیان کیا ہے -

حاملین عرش: عرش کو اٹھانے والے چار فرشتوں پر گزر ہوا - جس کو حاملین عرش کہا

جاتا ہے۔ ہر ایک کے سر پر جو بیس کلگیاں تھیں۔ ہر ایک کی موٹائی پانچ سال کی مسافت تھی۔ ان کا وظیفہ یہ تھا۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم

کہا گیا کہ آپ ان کے پاس جاکر ان کو سلام کیجئے۔ آپ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا۔ کہ ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں۔ اِنَّا نَرَی الْخَیْرَ فِیْكَ وَفِیْ اُمَّتِكَ ہم آپ میں اور آپ کی امت میں بھلائی دیکھتے ہیں (اخبار القرآن ص ۲۶۶)

عرش مجید

امام قسطلانی نے مواہب شریف میں لکھا ہے۔ وَلَمَّا انْتَهٰی اِلَی الْعَرْشِ تَمَسَّكَ الْعَرْشُ بِاَذْيَالِهٖ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳۴) جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش پر پہنچے تو عرش الٰہی کو آپ کے دامن سے وابستگی تھی۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ بِرَجُلٍ مُغَیَّبٍ فِیْ نُوْرِ الْعَرْشِ (زرقانی ج ۶ ص ۱۰۶) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ معراج کی رات میں ایک ایسے شخص پر گذرا جو عرش کے نور میں غائب تھا۔ اور سنیئے۔ حَیْثُ كَانَ الْعَرْشُ

اَعْلیٰ مَقَامٍ یَنْتَھِیْ اِلَیْہِ مَنْ اُسْرِیَ بِہٖ مِنَ الرُّسُلِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ وَھٰذَا یَدُلُّ عَلیٰ اَنَّ الْاِسْرَاءَ کَانَ بِجِسْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص۳۷) جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استواء بر عرش کو اپنی تعریف کا سبب بنایا اس طرح اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلند کر کے ان کی عظمت کا اظہار فرمایا کیوں کہ عرش وہ برتر مقام ہے۔ جہاں معراج کرنے والے تمام نبیوں کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی معراج جسمانی تھی۔ اس لئے کہ جسمانی معراج ہی سے عظمت ظاہر ہوتی ہے قَالَ الشَّیْخُ اَبُو الْحَسَنِ الرِّفَاعِیُّ صَعِدْتُ فِی الْفَوْقَانِیَّاتِ اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ اَلْفِ عَرْشٍ فَقِیْلَ لِیْ اِرْجِعْ لَا وُصُوْلَ لَکَ اِلَی الْعَرْشِ الَّذِیْ عُرِجَ بِہٖ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (نبراس ص۲۷۷)

حضرت ابو الحسن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں (حالت مراقبہ میں روحانی طور پر) عالم بالا میں چڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ سات لاکھ عرش سے گذر گیا۔ پھر مجھے کہا گیا۔ آپ واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ جس عرش پر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کو معراج ہوئی۔ وہاں تو نہیں پہنچ سکتا سہ

سنا جبہ اتنے بس عرش حق نے کہے مبارک اے تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف ترے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ اپنا منہ دیکھتے تھے

عَنْ اَبِی الْحَمْرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ اِذَا عَلَی الْعَرْشِ مَکْتُوْبٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (شفا شریف ج ا ص ۱۷۱)

حضرت ابوالحمراء سے روایت ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب مجھے آسمان پر معراج ہوئی۔ تو عرش پر لکھا ہوا تھا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

نعلین بپا کی روایت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب عرش کے قریب پہنچے تو جناب الٰہی سے خطاب آیا کہ اے میرے حبیب! آگے چلے آؤ تب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین مبارک اتارنی چاہی تو عرش مجید لرزہ میں آیا

اور آواز آئی کہ آیئے میرے حبیب! اور نعلین پہنے ہوئے عرش پر قدم رکھیئے۔ تاکہ آپ کے قدم کی دولت سے میرا عرش قرار پائے۔ حضور علیہ السلام نے عرض کی یاالٰہی! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا۔ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (پ ۱۶ ع ۱۰) پس آپ جوتے اتار دو اس لئے کہ تحقیق آپ اس مقدس وادی میں ہیں۔ جس کا نام طویٰ ہے جب تیرا عرش کوہ طور سے کئی درجے افضل ہے۔ میں کس طرح بمع نعلین عرش پر چلا آؤں تب حکم ہوا کہ اے میرے حبیب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا اس لئے حکم ہوا تھا۔ کہ طور سیناء کی خاک اس کے قدموں کو لگے اور موسیٰ علیہ السلام کی شان بلند ہو۔ اور آپ کو بمع نعلین عرش پر آنے کا حکم اس لئے ہوا ہے تاکہ آپ کی نعلین کی خاک عرش کو لگے۔ اور عرش کی عظمت زیادہ ہو۔ (قصص الانبیاء صـــ ۲۱۷) حضرت امیر خسرو کا کلام سنیئے۔

ہر کہ از خدا خواہد فردوس دل کشا را

دین رسول شرط است از بہر این جزا را

نعلین پائے او را بر عرش گو نگاہ کن
جاہل کہ در نیابد معنئ استواء ورا

اردو میں ایک صاحب کی نظم ملاحظہ فرمایئے ؎

جب قریب عرش پہنچے شافع روز جزا
دل میں خیال آیا ہو نعلین پاؤں سے جدا
پھر ندا آئی بھلا کیا قصد ہے یہ آپ کا
کیوں جھجکتے ہو مع نعلین آؤ مصطفےٰ
عرض کی محبوب نے اے خالق جن و بشر
کیا سبب تھا طور پہ جب تو ہوا تھا جلوہ گر
حکم موسیٰ کو ہوا نعلین پا نہ طور پر
حکم مجھ کو یہ ہوا نعلین پا آؤ ادھر
پھر ندا آئی ذرا اس بات پر بھی غور ہو
تم کہاں موسیٰ کہاں وہ اور تھے تم اور ہو
تیرے صدقے عرش پیدا تم ہمارے نور ہو
بات تو یہ ہے کہ تم خود چراغ نور ہو

(ف) نعلین بپا عرش پر جلوہ گر ہونے کی یہ روایت کہ آپ نے
نعلین اتارنی چاہی اور خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ آپ نعلین

نہ اتار یے۔ علماء سلف میں سے امام ابن ابی جمرہ اس کے
قائل ہیں۔ (جواہر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) دوسری روایت یہ ہے۔ کہ آپ کو نعلین اتارنے کا حکم
نہ ہُوا۔ جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے
کا حکم ہُوا۔ جیساکہ علامہ نبہانی رح کی رباعی ہے ؎

عَلٰی رُؤُسِ هٰذَا الْکَوْنِ نَعْلُ مُحَمَّدٍ
عَلَتْ فَجَمِیْعُ الْخَلْقِ تَحْتَ ظِلَالِهٖ
لَدَی الطُّوْرِ مُوْسٰی نُوْدِیَ اِخْلَعْ وَاَحْمَدُ
عَلَی الْعَرْشِ لَمْ یُؤْذَنْ بِخَلْعِ نِعَالِهٖ

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کی یہ
شان ہے۔ کہ جب آپ معراج پر گئے۔ تو نعلین مبارک سب
کائنات کے اوپر تھی۔ اور تمام مخلوق اس نعلین مبارک کے
سایہ کے نیچے تھی۔ اور کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو ندا ہوئی کہ آپ نعلین پاک اتار دیجئے۔ اور حضرت احمد
مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو عرش پر نعلین مبارک اتارنے
کا اذن نہ ملا۔

(۳) قَالَ بَعْضُ اَکَابِرِ الصُّوْفِیَةِ مُجِیْبًا عَنْ ذَالِکَ اِنَّ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَاطَبَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی
بُرَاقَ لِعَظِیْمِ الْھَیْبَۃِ حَتّٰی تَنَازَلَ الْجُزْءُ الْبَشَرِیُّ مِنْ
جَسَدِہٖ الشَّرِیْفِ حَتّٰی صَارَ کَالنَّعْلَیْنِ فِیْ رِجْلَیْہِ فَھَمَّ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَخْلَعَھُمَا فَنَادَاہُ
اللّٰہُ تَعَالٰی لَا تَخْلَعْ اِلٰی اٰخِرِہٖ وَذَالِکَ لِاَنَّہٗ لَوْ خَلَعَھُمَا
صَارَ نُوْرًا رُوْحَانِیًّا لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ
وَتَعَالٰی اَرَادَ نُزُوْلَہٗ لِیَدْعُوْ لِتَوْحِیْدِہٖ فَافْھَمْ فَاِنَّ
ھٰذَا مِنَ الْاَسْرَارِ الْخَفِیَّۃِ الَّتِیْ مَا اطَّلَعَ عَلَیْھَا اِلَّا الْخَوَاصُّ
مِنَ الْاَوْلِیَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ (جواہر البحار
فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۲۱۳) اس کا
حاصل ترجمہ یہ ہے۔ کہ بعض اکابر صوفیاء نے اس بات
کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے۔ (ان سے پوچھا گیا کہ اس
مسئلہ کی کیا تحقیق ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
نعلین مبارک اتارنی چاہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ
نعلین کو نہ اتاریئے۔ تو اس بزرگ نے اس روایت کی
یہ تاویل بتائی کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب
اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا۔ تو آپ کو عظمت ہیبت کی

وجہ سے پسینہ آگیا۔ حتیٰ کہ آپ کی بشری جزء آپ کے جسم اقدس پر سے اتری یہاں تک کہ آپ کے دونو پاؤں میں نعلین کی طرح ہو گئی۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتارنے کا قصد فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ "آپ نہ اتاریئے" اور یہ حکم اس لئے ہُوا کہ اگر آپ اس کو اتار دیتے تو آپ محض روحانی نور رہ جاتے اور زمین پر نہ اترتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ آپ زمین پر نازل ہوں تاکہ آپ خدا کی توحید کی دعوت دیں۔ پس اے مخاطب! اس مسئلہ کو سمجھ۔ کیونکہ یہ ایک پوشیدہ بھید ہے۔ جس پر سوائے خاص اولیاء کے کسی کو اطلاع نہوئی "اللہ تعالیٰ ان تمام اولیاء سے راضی ہو" (ختم شد ترجمہ از جواہر البحار ص ۱۲۱۰) (ف) یہاں دو فصل بیان کی جاتی ہیں۔ اور ہر فصل میں اس روایت پر تبصرہ لکھا ہے۔ فصل اول۔

"الف، جواہر البحار کا تعارف"، علامہ نبہانی نے علماء سلف کی کتابوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کے متعلق چیدہ مضامین کو فراہم کر کے ترتیب دے کر جو کتاب لکھی اس کا نام جواہر البحار فی فضائل النبی المختار

صلے اللہ علیہ وسلم مقرر فرمایا۔ اور انہوں نے یہ مضمون ایک کتاب مسمی بہ "النور الوہاج فی الکلام علی الاسراء والمعراج" سے نقل کیا جسکو علامہ علی اجہوری مالکی رح متوفی ۱۰۶۶ھ نے تصنیف فرمایا ہے۔

(ب) "علامہ نبہانی رح کا تعارف" تیرھویں صدی ہجری میں شام کے ملک میں تین شخص پیدا ہوئے ایک فقہ میں ماہر جو کہ علامہ ابن عابدین شامی ہیں۔ دوسرے علامہ محمد الوسی رح جو کہ روح المعانی کے مصنف ہیں۔ یہ تفسیر میں ماہر تھے۔ تیسرے فن سیرت میں ماہر تھے۔ جو کہ علامہ نبہانی رح مصنف جواہر البحار ہیں۔ (ج) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت مطہرہ۔ شرح نعمت کبریٰ میں لکھا ہے کہ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اَیْ مِنْ جِنْسِهِمْ لِاَنَّ الْمَلَکَ وَکَذَا الْجِنَّ لِعَدَمِ جِنْسِیَّتِهٖ وَلِکَوْنِهٖ غَیْرَ مُدْرَکٍ بِالْحَوَاسِ الْخَمْسِ لَا یُنْتَفَعُ بِهٖ فَاُحْتِیْجَ اِلٰی وَاسِطَۃٍ جِنْسِیَّۃٍ ذَاتِ جِهَتَیْنِ جِهَۃُ التَّجَرُّدِ لِتَمَکُّنِ الْاِسْتِفَاضَۃِ مِنْ بَابِ الْقُدُسِ وَجِهَۃُ التَّعَلُّقِ لِتَمَکُّنِ الْاِضَافَۃِ اِلٰی جَانِبِ الْخَلْقِ وَهُوَ الرَّسُوْلُ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (جواہر البحار ص۱۱۳۱) اللہ تعالیٰ نے
نے رسول علیہ السلام کو ان کے نفسوں سے بھیجا ہے
یعنی ان کی جنس سے بھیجا ہے۔ اس لئے کہ فرشتہ اور
جن سے نفع حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جنس ایک
نہیں ہے۔ اور وجہ یہ ہے۔ کہ حواس خمسہ سے ان کا ادراک
نہیں ہو سکتا۔ لہذا اب ایسی جنس کے واسطہ کی احتیاج
ہوئی جو ذو جہتیں ہو من وَجہٍ مجرد ہو (نور ہو) تاکہ باب
قدس سے استفاضہ پر قادر ہو سکے۔ اور من وجہٍ
عالم مادیات سے تعلق ہو (بشر ہو) تاکہ مخلوق کی طرف
فیض پہنچا سکے اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔
(ف) باقی رہا مسئلہ تَقَوُّل اور تفوّہ بشریت (بشریت
کی رٹ لگانا) اور لوازمات بشریت کا ثابت کرنا تو اس بارہ
میں امام ربانی قدس سرہ کا مکتوب گرامی ملاحظہ فرمائیے۔
محجوبان کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم را بشر
گفتند در رنگ سایۂ بشر تصور نموا اند ناچار
منکر آمدند و صاحب دولتاں کہ اورا علیہ الصلوٰۃ
والسلام بعنوان رسالت و رحمت عالمیاں دانستند و از سائر ناس

ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند و از اہل نجات آمدند
"مکتوبات شریف دفتر ۳ حصہ ۸ ص ۱۲۵" جو لوگ رحمت خداوندی
سے محجوب تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہتے تھے۔ اور
آپ کے لئے تمام لوازمات بشریت ثابت کرتے تھے۔ اور شان
رسالت کا انکار کرتے تھے۔ اور جتنور لوگوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو رسالت
اور رحمت کے عنوان سے دیکھا اور تمام لوگوں سے آپکو ممتاز سمجھا وہ لوگ ایمان کی دولت سے مشرف
ہوئے اور اہل نجات ہو گئے۔ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے۔ و الرسول انسان بعثہ
اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام الشرعیۃ۔
اور رسول وہ ہوتا ہے۔ جو انسان ہو۔ اور اللہ تعالیٰ
اس کو مخلوق کی طرف بھیجتا ہے۔ تاکہ احکام شرعی کی تبلیغ
کرے (از روئے عقائد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
بشریت مطہرہ کا یقین رکھنا صحت ایمان کیلئے شرط ہے۔ اور
یہی حق ہے۔ لاریب فیہ)
بیدم شاہ وارثی کا کلام سنیئے ؎

خوبی و شمائل میں ہر آن نرالا ہے
انسان ہے وہ لیکن انسان نرالا ہے

تزیین شب اسریٰ دیکھی تو ملک بولے
کیا آج خدا کے گھر مہمان نرالا ہے
اقلیم محبت کی دنیا بھی نرالی ہے
دربار انوکھا ہے سلطان نرالا ہے

(د) عقیدہ نص سے ثابت ہوتا ہے"۔ بعض اکابر صوفیاء کا قول چونکہ نص نہیں ہاں ایک حدیث کی شرح ہے۔ کہ اگر بہت اونچا ہو تو وہ ایک بزرگ کا الہام ہے۔ جس کا ماننا کسی پر لازمی نہیں جیسا کہ شرح عقائد میں ہے۔

وَالْاِلْهَامُ الْمُفَسَّرُ بِاَلْقَاءِ الْمَعْنٰی فِی الْقَلْبِ بِطَرِیْقِ الْفَیْضِ لَیْسَ مِنْ اَسْبَابِ الْمَعْرِفَۃِ بِصِحَّۃِ الشَّیْءِ عِنْدَ اَهْلِ الْحَقِّ۔ اور الہام جو دل کے دل میں بطریق فیض معنیٰ کا القاء ہوتا ہے۔ وہ یقین کے اسباب میں سے نہیں ہے کہ اہل حق کے نزدیک شئے کی صحت کا یقین ہو جائے۔

(ھ) طرق ثبوت احادیث "حدیث شریف ہونے کیلئے صحاح ستہ میں محصور ہونا بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض شخصوں میں کوئی اور طریقہ

پیدا کردے جو مشاہدہ اور تواتر کے ماسوا ہو جس سے
ان کو علم یقینی ہو جائے ۔ مثلاً الہام صحیح ہو یا سچا خواب ہو
(نبراس ص۸۷) اس لئے چاہیئے کہ جب کوئی حدیث سنو یا
بزرگ کا الہام سنو تو اس کے انکار کیلئے فوراً لب کشائی
کرنا اچھا کام نہیں ہے - (الہام دوسرے شخص کیلئے حجت
نہیں ہے ۔ اور اس شخص کیلئے جسکو الہام ہو حجت ہے ۔
لہذا ان دونوں اقوال میں تضارض نہ رہا) ہر بات پر انکار کی
عادت اچھی نہیں اور اسکی وجہ یہ ہے ۔ کہ نفی ثبوت (کسی
شی کا ثبوت نہ ملے) کو ثبوت نفی (اس شئی کے وجود کی نفی)
لازم نہیں ۔ مثلاً اگر ایک شخص دعویٰ کرے کہ چاہ بابل،
سد سکندری، دجال اور یاجوج ماجوج دنیا میں موجود
نہیں کیونکہ ہم کو اس کا ثبوت نہیں مل سکا ۔ پھر اس کا جواب
یہ دو گے کہ شئی کا ثبوت نہ ملنے سے اس کے موجود ہونے
کی نفی لازم نہیں آتی ۔

(۳) "فصل دوسری" بعض مناسب مسائل کے بیان میں

(الف) ذاتی نور ہونے کی دلیل ۔ چونکہ علوم عقلیہ اور نقلیہ
کا قاعدہ ہے ۔ کہ ذاتی کا اپنی ذات سے انفکاک (جدا ہونا)

محال ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام ذات مقدسہ کے لحاظ سے نور ہیں۔ اور بشریت
آپ کی صفات مقدسہ سے ایک صفت ہے۔ جیساکہ جواہر البحار
شریف کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔
لِاَنَّهٗ لَوْخَلَعَهَا لَصَارَ نُوْرًا رُوْحَانِيًّا کیونکہ اگر آپ
بشریت مطہرہ کو اتار دیتے تو آپ محض روحانی نور رہ
جاتے ہیں۔
(ب) تفسیر سے نور ذاتی کا ثبوت۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ
الْاُوْلٰى (پ ۳۰ ع ۱۷) اور بے شک پچھلی حالت بہتر ہے
تیرے واسطے اگلی حالت سے یہاں تک کہ تیری بشریت
اصلاً نہ رہے گی۔ اور نور حق کا غلبہ ہمیشہ تجھ پر رہا کریگا
(فتح العزیز ص ۳۸۲) طرز استدلال اس طرح ہے۔ کہ
موصوف ایک ذات ہے۔ جس کا وجود فی نفسہٖ مستقل
ہوتا ہے۔ اور اس کے وجود کے قیام کو غیر کی احتیاج
نہیں ہوتی اور صفت ایک عرض ہے۔ جس کے قیام
کو ذات کی حاجت ہے۔ اور اس کا بقا بدون موصوف
کے محال ہے آپ کی ذات میں نور غالب ہے۔ جو اپنے

وجود میں بشریت کا محتاج نہیں ہے ۔ اور بشریت مغلوب
ہے ۔ حتیٰ کہ اگر وہ اصلاً نہ رہے ۔ تو ذات بدستور باقی ہے
(ج) ذات صفت پر مقدم ہوتی ہے ۔ حدیث شریف
میں ہے ۔ کُنْتُ نبیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْن ۔
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت نبی تھا ۔
جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے مابین تھے
اور جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں مقرر تھا
کہ آپ نبی ہوں گے اس نے اس حدیث کو نہیں سمجھا اس
لئے کہ اللہ تعالےٰ کا علم تو جمیع ماکان ومایکون کو ازلاً
وَابدًا محیط ہے ۔ صرف آپ کی نبوت کی کیا تخصیص ہے؟
لہذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس
وقت ثابت تھی ۔ جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا
بھی نہیں ہوئے تھے ۔ (خصائص الکبریٰ ج ا صکک) طرز
استدلال اس طرح ہے ۔ کہ نبوت صفت ہے ۔
اس کیلئے موصوف چاہیئے ۔ اور موصوف ذات ہوتا
ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات اس وقت
موجود تھی ۔ جب بشریت پیدا کرنے کے ارادے ہو رہے تھے

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ پ ع
میں مٹی سے بشر پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں"
یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اس وقت موجود
تھی۔ اور نبوت کی صفت سے موصوف تھی۔ جب کہ
بشریت کا وجود ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔ آپ کی ذات سابق
ہے اور بشریت مسبوق ہے۔ آپ مقدم ہیں اور
بشریت مؤخر ہے۔

(د) سیرت نگاروں کی روایت" کہتے ہیں کہ جب مصر
میں قحط پڑا اور ساتویں سال سب اناج ختم ہو گیا
اس وقت لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے
ہر ساتویں دن جمع ہوتے آپ اپنے چہرہ انور سے پردہ
اٹھاتے آپ کے جمال کو دیکھ کر سب لوگوں کی بھوک دفع
ہو جاتی اور حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جمال ستر
ہزار حجاب میں چھپا ہوا تھا۔ ان میں سے اگر آپ ایک حجاب دور
فرماتے تو تمام کائنات آپ کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکتی
اور چاند اور سورج بے نور ہو جاتے حضرت حسان بن ثابت

جگر مراد آبادی کہتے ہیں ۔۔

اے مثل تو در جہاں نگارے
یزداں دگر نہ آفریدہ
اے آنکہ بامتزاج کامل
در جملہ صفات برگزیدہ
تو پرتو حسن ذات، از تو
یک شمۂ بہ دیگراں رسیدہ

(ھ) نور ہدایت کا شبہ" یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید نور ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا پ ع) ہم نے تمہاری طرف ظاہر کرنے والا نور نازل کیا۔ اور تورات بھی نور ہے جیسے کہ فرمایا۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ (پ ع) ہم نے تورات کو نازل کیا اور اس میں نور اور ہدایت ہے۔ تو یہاں شبہ ہوتا ہے۔ کہ جس طرح یہاں نور ہدایت ہے۔ اس طرح قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (پ ع) میں بھی نور ہدایت مراد ہوگا۔ اس شبہ کا حل

یہ ہے۔ کہ تمام کتب سماویہ پیغامات الہیہ کی حیثیت سے ذوات واعیان نہیں۔ بلکہ محض معانی اور صفات ہیں اس لئے نورانیت معانی سے تجاوز کر کے ذوات واعیان کے حدود میں نہ آسکے گی اور نور سے نور ہدایت ہی مراد ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ بھی ہے اور آپ کے صفات مقدسہ بھی ہیں۔ آپ عین ذات ہیں۔ آپکے صفات معانی اور اعراض ہیں۔ اس لئے نور اعیانی اور معانی دونو ہونگے۔ آپ نور معنوی (نور ہدایت) بھی ہیں۔ اور آپ نور ذاتی (نور حسی) بھی ہیں

خدا کا درود

امام شعرانی فرماتے ہیں۔ کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اکیلا پن محسوس ہوا تو آپ نے ایک آواز سنی جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی وہ آواز یہ تھی۔

يَا مُحَمَّدُ فَإِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّيْ

اے پیارے محمد! صلے اللہ علیہ وسلم) آپ توقف فرمائیے کو آپ کا رب صلوٰۃ فرما رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل مبارک میں خیال گزرا کہ میرا رب نماز پڑھتا ہے

حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس خطاب سے تعجب ہُوا - اور اکیلے پن کا خیال جاتا رہا - اسوقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا - هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلَائِكَتُهٗ پ ع اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود پڑھتے ہیں - فَعَلِمَ عِنْدَ ذَالِكَ مَا هُوَ الْمُرَادُ بِصَلٰوةِ الْحَقِّ :- پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنکر حضور علیہ السلام نے جان لیا کہ صلوٰۃ سے درود شریف مراد ہے -
(الیواقیت والجواہر ج ۲ ص۳۵) پھر یہ آیت نازل ہوئی هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلَائِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ پ۲۲ ع۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود پڑھتے ہیں - تاکہ آپ کو اندھیرے سے اجالے میں لائے ، ابوبکر بن فورک سے روایت ہے - کہ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ اَیْ فِیْ صَلٰوةِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَیَّ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَاَمْرِهٖ بِذَالِكَ (شفا شریف ج ۱ ص۳۷) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک صلوٰۃ میں ہے - یعنی درود شریف میں ہے - وہ درود جو اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے مجھ پر پڑھتے ہیں - اور خدا تعالےٰ

نے اس درود کے پڑھنے کا حکم فرمایا:۔

اسماء حسنیٰ کا شہود

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اِذَا مَرَّ عَلٰی حَضَرَاتِ الْاَسْمَاءِ الْاِلٰهِيَّةِ صَارَ مُتَخَلِّقًا بِصِفَاتِهَا فَاِذَا مَرَّ عَلَى الرَّحِيْمِ كَانَ رَحِيْمًا اَوْ عَلَى الْغَفُوْرِ كَانَ غَفُوْرًا اَوْ عَلَى الْكَرِيْمِ كَانَ كَرِيْمًا اَوْ عَلَى الْحَلِيْمِ كَانَ حَلِيْمًا اَوْ عَلَى الشَّكُوْرِ كَانَ شَكُوْرًا اَوْ عَلَى الْجَوَّادِ كَانَ جَوَّادًا وَهٰكَذَا فَمَا يَرْجِعُ مِنْ ذَالِكَ اِلَّا وَهُوَ فِيْ غَايَةِ الْكَمَالِ۔

(الیواقیت والجواہر) جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسماء باری تعالیٰ کی بارگاہ سے گزر فرمایا۔ تو آپ ان صفات کے پرتو سے متصف ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ جب رحیم سے گذرے تو آپ رحم کرنے والے بن گئے اور جب غفور سے گذرے تو مغفرت کرنے والے بن گئے۔ اور جب کریم سے گذرے تو کرم کرنے والے بن گئے۔ اور جب حلیم سے گذرے تو حلم کرنے والے بن گئے۔۔ اور جب شکور سے گذرے تو شکر کرنے والے بن گئے۔ اور جب جواد سے گذرے تو آپ جود کرنے والے

بن گئے۔ حتیٰ کہ اسی طرح باقی اسماء حسنیٰ سے جب گزرتے
تو وہ حسن صفات سے متعلق ہیں۔ انہیں صفات سے
متصف ہوتے گئے۔ اور آپ جب معراج سے واپس
تشریف لائے۔ تو انتہائی کمال کے حال میں جلوہ گر تھے

قلموں کی آواز

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِجَ بِیْ حَتّٰی ظَھَرْتُ
لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْہِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۳)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پھر مجھے اور بلند
کیا گیا حتیٰ کہ میں ایک بہت بلند مقام پر چڑھ گیا۔ جہاں
میں نے قلموں کی آواز سنی۔ حضرت شہاب الدین خفاجی
لکھتے ہیں۔ اِنَّہٗ بَلَغَ مِنَ الرِّفْعَۃِ بِمَقَامٍ اِطَّلَعَ فِیْہِ
عَلَی التَّکْوِیْنِ وَمَا یُرَادُ وَیُؤْمَرُ لَہٗ مِنْ تَقْدِیْرِ اللّٰہِ
عَزَّوَجَلَّ (نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۶۹) آپ ایسے بلند
مرتبہ پر پہنچے تو آپ نے تکوین اور اللہ تعالیٰ کے احکام
اور اسکی مراد پر اطلاع پائی۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْاَقْلَامَ اِثْنَا عَشَرَ قَلَمًا وَاِنَّمَا
مُتَفَاوِتَۃٌ فِی الرُّتَبِ فَاعْلَاھَا وَاَجَلُّھَا قَدْرًا

قَلَمُ التَّقْدِيْرِ السَّابِقُ الَّذِیْ کَتَبَ اللّٰہُ بِہٖ مَقَادِیْرَ الْخَلَائِقِ (مواہب الدنیہ ج ۲ ص ۲۸) تحقیق یہ بارہ قلمیں ہیں۔ اور وہ سب کی سب مراتب کے لحاظ سے متفاوت ہیں۔ پس ان میں سے بلند اور بزرگ شان والی قلم تقدیر ہے۔ جس نے سب سے پہلے خلقت کی تقدیر کو لکھا ہے۔ (مدارج ج ۱ ص ۱۶۷) پر لکھا ہے۔ کہ یہ وہ قلم تقدیر ہے۔ جکی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قسم اٹھائی ہے۔ اور فرمایا: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ (پ ۲۹ ع ۳) نون حروف مقطعات سے ہے۔ اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اسماء الٰہی نور اور ناصر کا ابتدا مراد ہے۔ اور بعض نے کہا کہ الرحمٰن اور مومن کا آخر مراد ہے۔ بعض نے اس کا معنیٰ وہ مچھلی کیا جس نے زمین کو اٹھایا ہوا ہے بعض نے اس کا معنیٰ دوات لیا ہے۔ جس سے لوح محفوظ پر لکھا جاتا ہے۔ پھر فرمایا اور مجھے قلم کی قسم ہے۔ اور ان فرشتوں کی قسم ہے۔ جو لکھنے والے ہیں۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ قَالَ الْقَاضِیُّ وَفِیْ عُلُوِّ مَنْزِلَتِہٖ

نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِرْتِفَاعِهٖ فَوْقَ مَنَازِلِ سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ صَلَوٰةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَبُلُوْغِهٖ حَيْثُ بَلَغَ مِنْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ دَلِيْلٌ عَلٰى عُلُوِّ دَرَجَتِهٖ وَاِبَانَةِ فَضْلِهٖ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۹۳) قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بلندی اور تمام نبیوں کے "صلوٰۃ وسلام ہو سب پر" منازل سے آپکی بلندی کا بالاتر ہونا اور آپ کا ملکوت سمٰوٰت تک پہنچنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ اعلیٰ تر اور آپ کی فضیلت واضح اور روشن ہے۔

حجاب کبریا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ میں تنہا رہ گیا۔ اور سوائے پروردگار کے کوئی مونس و مددگار نہ تھا۔ وہاں خدا کے جلال کی ہیبت میرے دل پر چھائی۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک قطرہ ٹپکا۔ اور میں نے اسکو منہ میں لے لیا۔ خدا کی قسم! میں نے زندگی بھر اس سے زیادہ میٹھی چیز نہ چکھی تھی۔ پھر اس قطرہ کی برکت سے تنہائی کا تصور خیال سے جاتا رہا

دور ہو گیا۔ اور اولین و آخرین کا علم منکشوف ہو گیا
(مواہب لدنیہ ج ۶ صفحہ ۱۲۸ - مدارج النبوۃ ج ۱ صفحہ ۱۶۹)
تفسیر روح البیان میں ہے۔ وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ قَطَرَتْ فِیْ حَلْقِیْ قَطْرَۃٌ فَعَلِمْتُ مَا
کَانَ وَمَا یَکُوْنُ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
معراج کی رات میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکا جس سے
مجھے گذشتہ اور آئندہ سب امور کا علم ہو گیا۔
تفسیر حسینی میں زیر آیت عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ کے
ماتحت لکھا ہے۔ کہ بحر الحقائق میں فرماتے ہیں۔ کہ اس
سے مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم مراد ہے۔ جو حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے
عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ معراج شریف کی حدیثوں میں
روایت ہے۔ کہ عرش کے نیچے ایک قطرہ میرے حلق
میں ٹپکایا گیا کہ اس کے وفور فیضان سے مجھے مَا کَانَ
اور مَا یَکُوْنُ کا علم ہو گیا۔
(ف) علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے
زیر آیت اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ

مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ تحریر فرمایا ہے۔ کہ علاّمہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ معلومات الٰہی لانہایت ہیں۔ اور سمٰوٰت اور زمین کے غیوب اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو وہ چھپاتے ہیں۔ اس میں سے ایک قطرہ ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔ کہ ہمارے شیخ علامہ نے رسالہ رحمانیہ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ اولیاء کا علم انبیا کے علم سے وہ نسبت رکھتا ہے۔ جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے ہوتی ہے۔ اور انبیا کا علم ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے وَقَعَ عُصْفُوْرٌ عَلٰی حَرْفِ السَّفِیْنَۃِ غَمَسَ مِنْقَارَۃً فِی الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ لِمُوْسٰی مَا عِلْمُكَ وَعِلْمِیْ وَعِلْمُ الْخَلَائِقِ فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِلَّا مِقْدَارُ مَا غَمَسَ ھٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنْقَارُہٗ حاصل یہ ہے کہ کشتی کے کنارہ پر ایک چڑیا بیٹھ گئی اور اپنی چونچ دریا میں تر کر لی تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا اور تمہارا علم اور تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ سمندر کے مقابلہ اس چڑیا کا چونچ

تر کر لینا ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے۔ اگر تمام اولین و آخرین سب کے علوم جمع کر لئے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الٰہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے ہے۔ اس واسطے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے۔ اور دریائے ذخار بھی متناہی ہیں۔ اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے۔ (دولت مکیہ ص ۱۹۷)

جہان کا مکشوف ہونا

مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر مروی ہے۔ کہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تعالےٰ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۹۲) حضرت ابن عمر نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے میرے لئے زمین کو مکشوف فرمایا پس میں دنیا کی طرف اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کی

طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں۔ جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ علامہ زرقانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ اللہ جل شانہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دنیا کا جہان ظاہر فرمایا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ اس میں ہونے والا تھا۔ اس کا احاطہ فرمالیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ میں اسکو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کو مثل اپنی کف دست مبارک کے مشاہدہ فرما رہا ہوں۔ اس طرف اشارہ ہے۔ کہ حدیث شریف میں نظر کے معنی آنکھ سے دیکھنا مراد ہے۔ نہ کہ کوئی مجازی معنیٰ ہے۔ (زرقانی ج ۷ ص ۲۳۴) حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر نفخہ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہونے والا ہے وہ سب کچھ حضور علیہ السلام کے سامنے منکشف ہوگیا حتیٰ کہ اول سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہوئے۔ اور ان میں سے بعض احوال کی آپ نے اپنے صحابۂ کرام کو اطلاع فرمائی (مدارج النبوۃ ج ص)

(ف) جس شخص نے بحالت اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے ملاقات نہ کی صحیح یہ ہے۔ کہ ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ خواہ ان میں سے کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مسلمان ہو جیسے کہ نجاشی (بادشاہ حبشہ کا) یا نہ۔ لیکن اگرچہ یہ ثابت ہو جائے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے معراج کی رات تمام زمین مکشوف ہوگئی۔ اور آپ نے سب کو دیکھا پھر مناسب ہے۔ کہ وہ شخص صحابی شمار کیا جائے۔ جو کہ آپ کی حیات شریف میں اسلام لایا۔ اس لئے کہ اس شخص نے اگرچہ (لوگوں کی نظروں میں) آپ سے ملاقات نہ کی لیکن چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے رؤیت حاصل ہو گئی ہے۔ چاہیئے کہ اس شخص کو صحابہ میں شمار کیا جائے۔ (کیونکہ صحابی ہونے کیلئے رؤیت ایک طرفہ کافی ہے۔ حتیٰ کہ جو صحابہ کرام نابینا تھے وہ بھی صحابی ہیں۔

(نزہتہ النظر شرح نخبتہ الفکر ص۸۵)

اُذنُ مِنّیْ کا خطاب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ حجاب کبریا کے جب نزدیک پہنچا تو آواز آئی اُدنُ میرے

حبیب! اگر رجایئے۔ اس آواز کے سنتے ہی میں نے خیال کیا تو حجاب کبریا سے پار ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں خطاب سنتا تھا۔ اُدْنُ مِنِّیْ میرے نزدیک آجائیے" جب ہی اس خطاب سے مخاطب ہوتا تھا۔ ایک قدم اٹھاتا تھا۔ اور ہر قدم سے اتنا طے ہوتا تھا۔ جتنا کہ زمین سے وہاں تک طے کیا ہے۔ اور ہزار بار اُدْنُ مِنِّیْ کا خطاب سنا اور ہر خطاب پر قدم اٹھایا اور زمین سے وہاں تک جتنی مقدار مسافت تھی۔ ایک قدم سے ترقی کرتا تا آنکہ دَنیٰ کے مرتبہ سے مشرف پایا۔ اس کے بعد فَتَدَلّٰی پر ترقی پائی۔ اور وہاں سے فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ کے خلوت خانہ میں پہنچا اور اَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ کے اسرار اور رازو رموز سے محرم راز ہوا (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۵۳)

سہ سراغ این و متیٰ کہاں تھا نشان کیف الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی، نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے
ادھر سے پیہم تقاضے آنا، ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے، حیا سے جھکتے ادب سے رکھتے،
جو قرب انکی روش پہ رکھتے، تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے
پیران کا بڑھنا تو نام کو تھا، حقیقتاً فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلّٰی کے سلسلے تھے

دَنیٰ فتدلّٰی کا مقام

شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ ان کے معانی تک سمجھ کا پہنچنا دشوار ہے۔ کیونکہ دَنیٰ بُعد اور دوری کے بعد آتا ہے۔ اس وقت وہاں بعد اور دوری کہاں! تدلّٰی مکان میں ہوتا ہے۔ وہاں مکان کی کیا گنجائش ہے۔ کَانَ ماضی زمانہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس مقام پر زمانہ خود کہاں ہے۔ قَابَ سے مقدار اور اندازہ ہے۔ وہاں مقدار کا کیا اعتبار ہے۔ قَوْسَیْنِ میں مثال کی طرف اشارہ ہے۔ وہاں مثال ہی معدوم ہے۔ اَوْ شک پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ یہاں شک کرنے والا محروم ہے۔ اَدْنیٰ لفظ دُنُوٌ سے مبالغہ ہے۔ اور یہاں اَدْنیٰ قریب ہونے والا کون ہے۔ اور مَعْ تو جس کے قریب ہوتا ہے۔ کہاں؟ خلاصہ یہ کہ تمام عالموں کے علم اس کی تعیز کما حقہٗ سے

عاجز ہیں۔ اگر کوئی اس میں لب کشائی کرے۔ تو اس قدر کہہ سکتا ہے۔ دَنیٰ عَبۡدًا فَتَدَلّٰی فَرۡدًا دَنیٰ مَکِیًّا فَتَدَلّٰی مَلَکِیًّا دَنیٰ فَرۡشِیًّا فَتَدَلّٰی عَرۡشِیًّا دَنیٰ مُجَاهِدًا فَتَدَلّٰی مُشَاهِدًا دَنیٰ طَالِبًا فَتَدَلّٰی مَطۡلُوۡبًا دَنیٰ اِفۡتِقَارًا فَتَدَلّٰی اِفۡتِخَارًا دَنیٰ مُنَادِیًا فَتَدَلّٰی مُنَاجِیًا دَنیٰ مَادِحًا فَتَدَلّٰی مَحۡمُوۡدًا دَنیٰ شَاکِرًا فَتَدَلّٰی مَشۡکُوۡرًا

جس کا ترجمہ یوں ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے قریب ہوئے حالانکہ وہ عبد تھے۔ اور بہت زیادہ قریب ہوئے دراں حالیکہ آپ فرد تھے قریب ہوئے تو مکی تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو ملکی تھے۔عہ قریب ہوئے تو مجاہدہ کرنے والے تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو مشاہدہ کرنے والے تھے۔ قریب ہوئے تو طالب تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو مطلوب تھے۔ قریب ہوئے تو محتاج تھے زیادہ قریب ہوئے تو خدا کی نعمتوں پر فخر کرنے والے تھے۔ قریب ہوئے تو ندا کرنے والے تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو مناجات کرنے والے تھے۔ قریب ہوئے تو تعریف کرنے والے تھے زیادہ عہ قریب ہوئے تو شکر کرنے والے تھے زیادہ قریب ہوئے تو شکر کئے ہوئے ہوگئے گر یاد رہے یہ تمام مراتب بیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

عہ قریب ہوئے تو فرشی تھے زیادہ قریب ہوئے تو عرشی تھے۔

عہ قریب ہوئے تو تعریف کئے ہوئے تھے۔

جملہ حالات کے مقابلہ میں اس طرح ہے۔ جیساکہ لاکھوں ناپید اکنار سمندروں کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہوتا ہے۔ (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۵۵)

بعض بزرگوں نے یوں فرمایا ہے۔ کہ دَنیٰ کے یہ معنیٰ ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم خلق کے تمام آثار و علامات کو اپنی ذات مقدس سے جدا کر ڈالا اور منزل فتدلّیٰ میں بنی نوع انسان کے ساتھ اشتراک کو دور کر دیا اور اجازت غیبی سے حجاب کبریا تک پہنچے اور اُدْنُ مِنِّیْ کا حکم ہوا بارہ الٰہی سے باربار حکم ہوتا رہا آؤ اور آگے آؤ۔ چنانچہ آپ بموجب ارشاد ربّانی اتنا قریب ہوئے کہ حدوث و قدم میں کوئی مناسبت نہ رہی (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۵۷)

سے اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہ ہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

قَابَ قَوْسَیْنِ قَابَ کے معنی مقدار کے ہیں۔ اور قوسین کے معنی کمان کے ہیں۔ اسکی

اصلی حقیقت، تو اللہ اور اسکا رسول جانتا ہے - ملا معین الدین صاحب چوتھے لطیفہ میں رقمطراز ہیں - کہ عرب میں دستور تھا جب دو سردار آپس میں معاہدہ کرتے تھے - تو دونوں اپنی کمانوں کے زہ بدل کر ایک تیر پھینکا کرتے تھے - جو اس بات کی دلیل ہوتا تھا - کہ دونوں کا آپس میں اس حد تک اتفاق ہے - کہ جو تیر ایک کی کمان سے نکلا ہے - وہی دوسرے کی کمان سے قرار پایا ہے - اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میرے حبیب! تیری کمان شفاعت کی ہو - اور میری کمان شفاعت کی ہو - تو رحمت کی زہ شفاعت کی کمان سے باندھ اور میں شفاعت کی زہ رحمت کی کمان سے باندھوں تاکہ تیری اور میری محبت اس درجہ ظاہر ہو جائے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ پ ع) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی - یاد رہے کہ جس طرح تفسیروں میں اس آیت کی ضمیروں کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف راجع کرتے ہیں - اسی طرح ان ضمائر کو اللہ تعالےٰ کی طرف راجع کرنا بھی درست ہے - جیسا کہ حدیث میں وارد ہے - وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّتِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْہُ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ؀
(بخاری شریف ج ۲ ص ۱۱۲۰ مسلم شریف ج ۱ ص ۹۲) اور حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ سے قریب ہوئے اور بہت قریب ہوئے۔ حتیٰ کہ دو کمان کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ وَقَدْ نَقَلَ الْقُرْطُبِیّ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ دَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی :-- (فتح الباری ج ۱۳ صہ۴۱۴) اور امام قرطبی سے منقول ہے۔ کہ انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے نزدیک ہوا۔ بعض نے اس آیت کا معنیٰ یوں بیان فرمایا۔ کہ دَنیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ جل شانہٗ کے قریب ہوئے فَتَدَلّٰی بہ پاس ادب وہاں سجدہ کیا۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ پھر آپ اتنا قریب ہو گئے۔ جتنا کہ دو بھووں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ اَوْ اَدْنٰی بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔ جتنا کہ آنکھ کی سفیدی کو سیاہی سے قرب حاصل ہے۔ اتنا قرب حاصل ہو گیا۔ اور تفسیر حسینی صہ۲۵۸) پر لکھا ہوا ہے۔ کہ محققین نے نزدیک دَنیٰ سے نفس مقدس کی طرف اشارہ ہے۔ اور تَدَلّٰی سے دل مطہر کی طرف اور فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ سے روح طیب کی طرف اور اَدْنیٰ سے سر مبارک کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی آپ کا نفس مقدس خدمت کے مقام میں تھا

اور دل مطہر محبت کے مقام ہیں اور روح شریف قربت
کے مقام ہیں اور سر مبارک مشاہدہ کے مقام ہیں. قاضی عیاض
نے لکھا ہے. کہ اس آیت شریف کی تفسیر میں کہا گیا ہے. جزیں
نیست کہ یہ مضمون اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ
وسلم کے مابین تقسیم ہوتا ہے۔ پس دَنیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام قریب ہوئے فَتَدَلّٰی اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ قریب ہوئے
چونکہ اللہ تعالےٰ کی ذات کی شان میں جہت کا ہونا محال ہے۔
اور قرب جہت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اس میں یوں تاویل
کرنی لازمی ہے" پھر حضور علیہ السلام کے قریب ہونے سے آپ
کی عظمت اور قدر و منزلت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ آپ وہاں
پہنچے جہاں کوئی نہ پہنچ سکا اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہونے
سے یہ مطلب ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ
علیہ وسلم کی قدر و منزلت کو ظاہر فرمایا اور قَابَ قَوْسَیْنِ
نہایت قریب ہے۔ اور حقیقت پر مطلع ہونے سے کنایہ ہے
اور یہاں وہ تاویل کرنی چاہیئے جو اس حدیث قدسی میں
ہے۔ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ
یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو شخص میری

طرف ایک بالشت نزدیک ہو جاتا ہے میں اس سے ایک گز نزدیک ہو جاتا ہوں اور جو شخص میرے پاس چلکر آتا ہے۔ میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں

اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (۱) پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے مقدس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ وحی کی جو وحی کی۔ علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ بِلَا وَاسِطَۃٍ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ سِرًّا اِلٰی قَلْبِہٖ (روح البیان ج ۹ ص) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقدس حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا واسطہ وحی فرمائی جو پوشیدہ طور پر ان کے قلب اطہر پر واقع ہوئی۔ اور اس وحی کو اللہ تعالیٰ نے لفظ مَا سے بیان فرمایا۔ جو ابہام پر دلالت کرتا ہے۔ گویا اللہ تعالےٰ اس وحی کی حقیقت کو یوں ظاہر فرماتا ہے۔ کہ وہ ایسی عظیم الشان وحی تھی۔ جو تفصیل سے بے نیاز ہے۔ حضرت حافظ جمال اللہ صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جب حضور فداہ ابی وامی صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو انواع اقسام کے علوم تعلیم کئے۔ اور فرمایا کہ پوشیدہ رکھنا۔ جب آپ معراج سے تشریف

لائے تو ایک دن کسی دیوانے کو دیکھا کہ وہی علوم بازاروں
اور کوچوں میں کہتا پھرتا ہے۔ آپ نے جناب باری میں عرض
کی کہ یہ کیا بات ہے۔ مجھے تو چھپانے کی وصیت ہوئی اور یہ
دیوانہ ظاہر کرتا ہے۔ پھر یوں وحی ہوئی کہ یہ ہمارے اسرار
ہیں۔ آپ اسے نہ پوچھئے اگر آپ بتلانے تو فتنہ وفساد کا ڈر
تھا۔ اس دیوانہ کی باتوں کا کون اعتبار کریگا۔ (گلزار جمالیہ ص۳۰)
(۲) عرش سے تحت الثریٰ تک اللہ تعالےٰ کی جتنی مخلوق ہے۔
اس تمام مخلوق کی عقلوں سے اللہ تعالےٰ نے اس پوشیدہ
وحی کے بھید کو مَا اَوْحیٰ۔ فرما کر مبہم کردیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ
نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو جو وحی کی اسکو کسی نے نہ سنا
جسکی وجہ یہ ہے۔ کہ محب اور محبوب کے درمیان جو راز ہوتا
ہے۔ اس پر ان دونوں کے سوا کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا
وَاَظُنُّ اِنْ لَّوْ بُيِّنَ كَلِمَةٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَسْرَارِ لِجَمِيْعِ الْاَوَّلِيْنَ
وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَا تَوَّا جَمِيْعًا الثِّقْلِ ذَالِكَ الْاَنْوَارِ الَّذِيْ وَرَدَ
مِنَ الْحَقِّ عَلٰى قَلْبِ عَبْدِهٖ اِحْتَمَلَ ذَالِكَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُوَّةِ الرَّبَّانِيَّةِ مَلَكُوْتِيَّةِ لَاهُوْتِيَّةِ اَلْبَسَ
اللّٰهُ اِيَّاهُ اور میرا گمان یہ ہے۔ اگر تمام اولین اور آخرین

کے ان اسرار سے کوئی ایک کلمہ تک بیان کیا جائے تو وہ تمام مرجائیں گے۔ اور اس بھید کا بوجھ نہ اٹھا سکیں گے۔ کیونکہ یہ بھید جو حق تعالیٰ سے اس کے خاص بندے کی قلب مبارک پر وارد ہوا۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا۔ کہ آپ اس کے متحمل ہوئے۔ اور یہ بوجھ ربانی، ملکوتی اور لاہوتی قوت کے ہے۔ جو آپ کو عطا کی گئی۔ ورنہ تو ان اسرار سے ایک ذرہ کا تحمل بھی نہ فرما سکتے کیونکہ اس وحی مخصوص کی شان یہ ہے۔ کہ وہ خبریں عجیب ہیں۔ اور اولین کے راز ہیں۔ اگر ان میں سے ایک کلمہ ظاہر ہو جائے تو احکام معطل ہو جائیں۔ روح اور جسم فنا ہو جائیں تمام رسوم (نشانات) مندرس ہو جائیں۔ (مٹ جائیں) تمام عقل، فہم اور علم مضمحل (نیست و نابود) ہو جائیں (عرائس البیان ج ۲ ص ۲۸۷)

(۳) اِنَّ رَبِّیْ اِسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِهِمْ فَقُلْتُ وَعِبَادُكَ فَاسْتَشَارَنِی الثَّانِیَةَ فَقُلْتُ لَهٗ كَذَالِكَ فَاسْتَشَارَنِی الثَّالِثَةَ فَقُلْتُ لَهٗ كَذَالِكَ فَقَالَ تَعَالٰے اِنِّیْ لَنْ اُخْزِیَكَ فِیْ اُمَّتِكَ یَا اَحْمَدُ وَبَشَّرَنِیْ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مَعِیْ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَیْسَ عَلَیْهِمْ

حِسَابٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَیَّ اُدْعُ تُجَبْ وَسَلْ تُعْطَ فَقُلْتُ لِرَسُوْلِہٖ اَوَ مُعْطِیَّ رَبِّیْ سُؤْلِیْ قَالَ مَا اَرْسَلَ اِلَیْكَ اِلَّا لِیُعْطِیَكَ (کنز العمال ج ۶ حدیث ۱۷۳۵ خصائص کبریٰ ج ۲ صفحہ ۲۱۰ - مسند امام احمد ج ۵ صفحہ ۳۹۳) بے شک میرے رب کریم نے میری امت کے بارہ میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا اے میرے رب جو کچھ تو چاہے۔ وہی کر وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ لیا میں نے وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے مشورہ طلب فرمایا۔ میں نے وہی عرض کیا۔ پھر میرے رب کریم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ کہ اے احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بے شک میں تیری امت کے معاملہ میں تجھے ہرگز رسوا نہ کرونگا۔ اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی سب جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں جنت میں داخل ہونگے۔ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہونگے۔ جن سے حساب نہ لیا جائیگا۔ پھر میرے رب نے (اس واقعہ کے بعد کسی دوسرے وقت میں) میری طرف

قاصد بھیجا۔ کہ اے حبیب! تو دعا کر تیری دعا قبول کی جائے گی۔ اور مانگ تجھے دیا جائیگا۔ پھر میں نے اپنے رب کریم کے قاصد سے کہا۔ کیا میرا رب میری ہر مانگی ہوئی چیز مجھے دیدیگا تو اُس قاصد (فرشتہ) نے عرض کیا۔ کہ حضور اسی لئے تو رب تعالیٰ نے قاصد بھیجا ہے۔ کہ آپ جو کچھ اس سے مانگیں آپ کو عطا فرمائے۔

(۴) علامہ حسین بن علی بن اقراسیاب اپنی کتاب اخبار القرآن میں لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے (حضرت) آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور فرشتوں سے اس کا سجدہ کرایا پس اگر تو نہ ہوتا تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو اور میں نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا۔ جبکہ وہ زمین پر تھے۔ اور تجھے فرش پر میرا خطاب ہوتا ہے۔ اور میں نے (حضرت) ادریس (علیہ السلام) کو بلند جگہ پر اٹھا لیا اور تجھے قاب قوسین او ادنیٰ کا درجہ دیا۔ اور میں نے (حضرت) داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا فرمائی پس تحقیق تجھے قرآن عظیم عطا فرمایا۔ اور اس میں دو سورتیں ہیں۔ کہ ہر ایک ان میں سے دنیا اور آخرت میں سے اچھی ہے۔ کوئی شخص دن رات

ان دونو سورتوں کو وظیفہ نہیں بنائے گا۔ مگر میں اس کے لئے
دنیا میں حصہ (بخشش کا) اور آخرت میں بہشت کا دخول جزا
دوں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے
کہا اے میرے سید! اے میرے مولا۔ وہ کونسی سورتیں ہیں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ دو سورتیں سورت بقرہ اور سورت
آل عمران ہیں۔ پھر فرمایا اے احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جان
لے کہ جو شخص آپ کی امت سے رمضان کا مہینہ پائے پھر
دن کو روزے رکھے اور رات کو نوافل پڑھے تو میں اسکو پہلی
تہائی ماہ رمضان میں اپنی خوشنودی عطا کرونگا۔ اور دوسری
تہائی میں اپنی بخشش عطا کروں گا۔ اور تیسری تہائی میں
دوزخ سے نجات دوں گا۔ اور میں نے (حضرت) سلیمان
(علیہ السلام) کے لئے ہوا اور پرندوں کو مسخر کر دیا۔ پس
تیرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنایا اور تیرے
لئے بادشاہوں کی گردنوں کو جھکا دیا۔ اور میں نے (حضرت)
عیسٰے (علیہ السلام) میں روح پھونکی پس تیرا نام اپنے
نام سے مشتق کیا حتیٰ کہ میں محمود ہوں اور تیرا نام محمد ہے
اور میں کسی مؤذن کی اذان نہیں قبول کرتا اور نہ کسی دعا

کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی
دے کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور آپ اللہ تعالیٰ
کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے عرض کی
اَئے میرے رب! یہ سب کچھ میرے لئے ہے۔ میری امت
کے لئے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری امت سے ستر ہزار
ایسے شخصوں کو بخش دونگا۔ جن کے لئے عذاب واجب ہو
چکا ہے۔ اور وہ دوزخ کے مستحق ہو چکے ہیں۔ پھر میں نے
عرض کی اَئے میرے رب! کچھ زیادہ فرمایئے اللہ تعالےٰ
نے فرمایا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تیری امت سے
اگر کوئی شخص موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے تو اسکی
توبہ قبول کرلوں گا۔ پھر میں نے عرض کی کچھ اور زیادہ
فرمایئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جب ان میں سے کوئی شخص
موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کریگا۔ اس کی توبہ قبول
کرلوں گا۔ پھر میں نے کہا اَئے میرے رب کچھ اور زیادہ
فرمایئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا جب ان میں سے موت سے
ایک جمعہ پہلے توبہ کریگا تو اسکی توبہ قبول کرلوں گا۔ میں نے
کہا کچھ زیادہ فرمایئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا جب ان میں سے

کوئی شخص موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لوں گا۔ میں نے کہا کچھ زیادہ فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ان میں سے کوئی شخص غرغرہ کے وقت توبہ کرے تو میں اسکی توبہ قبول کرونگا۔ میں نے کہا کچھ اور زیادہ فرمایئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جب تک جسم میں روح باقی ہے۔ میں نے کہا کچھ زیادہ فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیری امت کے ہر جمعہ کو ایک لاکھ شخص دوزخ سے آزاد کئے میں نے کہا کچھ اور زیادہ فرمایئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ ہو اس مہینہ کی ہر رات میں ایک لاکھ آدمی دوزخ سے آزاد کر دیئے ہیں۔ میں نے کہا کچھ اور زیادہ فرمایئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب رمضان شریف کی آخری رات ہو گی۔ اس رات میں اسقدر لوگوں کو دوزخ سے آزاد کروں گا۔ جتنے کہ اول سے آخر تک سب رمضان میں آزاد کئے۔ میں نے کہا کچھ اور زیادہ فرمایئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تین چلّو بھرے اور فرمایا لے لو اور لے لو اور لے لو میں نے کہا اس کی کیا تفسیر ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پہلا میرا کرم

ہے - دوسرا میرا عفو ہے - تیسری میری رحمت ہے - پھر
میں نے کہا میرے رب کا حمد اور شکر ہے ؂ -

(ف) اب وہ مسائل بیان کئے جاتے ہیں - جن کو تائیداً یا تنقیداً
روایت مذکورہ سے کسی قسم کا تعلق ہے -

(الف) "امت کا مصداق سواد اعظم ہے" مسلمانوں میں جو بڑی
جماعت ہے - وہ اہل حق ہیں - حتیٰ کہ سید زینی دحلان مفتی
مکہ مکرمہ ایک رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں "وہابی یہ لوگ مسلمانوں
کو دھوکہ دیتے ہیں - تاکہ اپنی اغراض کو پہنچ جائیں - اور یہ اسکو
موحد کہتے ہیں - جو ان کی باتوں کا اتباع کرے اس لئے محمد بن
عبدالوہاب سے کسی نے کہا - ارکان اسلام کتنے ہیں - اس نے
کہا پانچ تو سلیمان بن عبدالوہاب نے کہا - (جو اس کا بھائی تھا اور
اہل علم میں سے تھے - اس کے ہر قول پر انکار کرتے تھے -
کہ تو نے چھ (ارکان) کر دیئے کیونکہ تیرے کہنے کے مطابق جو
تیری اتباع نہ کرے وہ مسلمان نہیں - یہ تیرے نزدیک چھٹا
رکن ہے - ایک دن ایک شخص نے کہا کہ رمضان شریف کی
ہر رات کو اللہ تعالیٰ کس قدر بندے آزاد کرتا ہے - کہا
ایک لاکھ اور آخر رات میں اتنے آزاد کرتا ہے - حتیٰ کہ تمام

مہینہ میں کئے اس شخص نے کہا تیرے متبعین تو اس کا عشر عشیر نہیں۔ سو (۱۰۰) میں سے ایک حصہ بھی نہیں۔ تو وہ کون سے مسلمان ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ آزاد کرتا ہے۔ پس وہ مبہوت اور حیران رہ گیا"۔ (اَلدُّرَرُ السَّنِیَّۃ از مفتی زینی دحلان ص۴۵)

(ب) "غرغرہ کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی"

یاد رکھئے قرآن مجید کی صریح نص سے ثابت ہے۔ کہ غرغرہ کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ جیساکہ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَھَالَۃٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِکَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ○ (پ۴ ع ۳) جز ایں نیست کہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کی توبہ قبول کرتے ہیں۔ جو لوگ بے علمی کی وجہ گناہ کرتے ہیں۔ اور پھر موت آنے سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی توبہ کو اللہ تعالےٰ قبول فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ تائبان کی توبہ کو جاننے والے ہیں۔ اور اس کی نجات کا حکم دینے والے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَیَقْبَلُ تَوْبَۃَ عَبْدٍ مَا لَمْ یُغَرْغِرْ بے شک اللہ تعالےٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتے ہیں۔ جب تک وہ غرغرہ کی حالت میں نہیں پہنچا

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۶۳ء)

التحیات کے لطائف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب رب العزت سے کلام کا شرف حاصل ہوا۔ تو آپ نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ادا کی۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ (تمام عبادات قولی اللہ تعالےٰ کیلئے ہیں۔ اور تمام عبادات بدنی اور تمام عبادات مالی بھی اسی اللہ کے لئے ہیں) پھر حق تعالےٰ کی طرف سے یوں سلام ارشاد ہوا:۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ (اے پیارے نبی! آپ پر سلام نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اور اسکی برکتیں نازل ہوں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سوال کا جواب بارگاہِ الٰہی میں یوں پیش کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ (اے خداوندا) آپ کا سلام ہم پر اور اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں پر نازل ہو) پھر ایک فرشتہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم الشان مرتبہ کو دیکھ کر یہ کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (میں گواہی دیتا ہوں عبادت کے لائق ایک ہی خدا ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں:۔

بے شک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مقدس بندے اور اس کے رسول ہیں۔ نہایہ شرح ہدایہ ج ۱ ص۱۷۶ کبیری شرح منیہ ص۳۳۲)

(۱) (وَيَقْصِدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيْهَا مُرَادَةً لَهٗ عَلٰى وَجْهِ الْاِنْشَاءِ كَاَنَّهٗ يُحَيِّي اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُسَلِّمُ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَعَلٰى نَفْسِهٖ وَاَوْلِيَاءِهٖ لَا الْاِخْبَارُ عَنْ ذَالِكَ) اَىْ لَا يَقْصِدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِى الْمِعْرَاجِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ رَّبِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَمِنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (شامی ج ۱ ص۴۷۶) دو قوسوں کے مابین در مختار ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ تشہد کے الفاظ سے اس کے ان معانی کا قصد کرے جو کہ جملہ انشائیہ کی صورت میں ارادہ کئے جاتے ہیں۔ گویا کہ نمازی اب اللہ کے دربار میں تحفہ پیش کر رہا ہے۔ اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھ رہا ہے۔ اور نمازی اپنے وجود پر اور اپنے دوستوں پر سلام بھیج رہا ہے۔ اور اسے جملہ خبریہ بنا کر نہ پڑھے (اس کے بعد اسکی شرح میں لکھا ہے) یعنی جملہ خبریہ کا قصد نہ کرے اور معراج

ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے جو تحفہ اور سلام اور گواہی کا واقعہ ہے۔ (نمازی کو چاہیئے کہ) اس سے حکایت کا قصد نہ کرے :-

فَيَقْصِدُ الْمُصَلِّيْ اِنْشَاءَ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ مُرَادَةً لَهٗ قَاصِدًا مَعْنَاهَا الْمَوْضُوْعَةِ لَهٗ مِنْ عِنْدِهٖ (مراقی الفلاح صـ۱۵) قَوْلُهٗ اَلْمَوْضُوْعَةِ بِالْجَرِّ صِفَةُ الْاَلْفَاظِ اَيِ الْمَوْضُوْعَةِ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ لِهٰذِهِ الْمَعْنٰى (طحطاوی صـ۱۷۱) ان الفاظ سے نمازی انشاء کا قصد کرے اور مراد لے اور اپنی طرف سے اس کا معنیٰ موضوع لہٗ مراد رکھے یعنی جس معنیٰ کے لیے یہ الفاظ وضع کیے گئے وہ معانی ملحوظ رکھے

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است و در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و آخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف در محل بیش تر و اقوی تر است و بعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در سائر

موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ذات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنیٰ آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نہ بود تا بنوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائض گردد۔

(اشعۃ اللمعات ج ص) حضرت شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی شرح مشکوۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ (تشہد میں جملہ انشایہ کس طرح بنتا ہے۔) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایمانداروں کیلئے نصب العین ہیں۔ اور عبادت کرنیوالوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ اور یہ تمام حالات اور تمام اوقات میں عموماً ہے۔ اور عبادت کے درمیان اور اس کے آخر میں خصوصاً ہے کیونکہ اس موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کا وجود اور انکشاف بہت زیادہ اور قوی تر ہے۔ اور بعض عارفوں کا قول ہے۔ کہ یہ خطاب حقیقت محمدیہ کو ہے جس نے تمام موجودات اور افراد کائنات میں سریان کیا ہوا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہئے

کہ اس معنی سے آگاہ رہے - اور اس مشاہدہ سے غافل نہ رہے - تاکہ معرفت کے نور اور قرب اور اسرار سے نور حاصل کرنے والا اور فیض پانیوالا ہو جائے -

(۴) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - وَاَحْضِرْ فِیْ قَلْبِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَقُلِ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵) نماز پڑھتے وقت اپنے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی شخصیت کریمہ کو حاضر کر لو - اور کہو اے نبی آپ پر سلام نازل ہو اور اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اسکی برکتیں نازل ہوں -

(۵) امام ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی ارقام پذیر ہیں - وَیَحْتَمِلُ اَنْ یُّقَالَ عَلٰی طَرِیْقِ اَھْلِ الْعِرْفَانِ اِنَّ الْمُصَلِّیْنَ لَمَّا اسْتَفْتَحُوْا بَابَ الْمَلَکُوْتِ بِالتَّحِیَّاتِ اُذِنَ لَھُمْ بِالدُّخُوْلِ فِیْ حَرِیْمِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ فَقَرَّتْ اَعْیُنُھُمْ بِالْمُنَاجَاتِ فَنُبِّھُوْا عَلٰی ذَالِکَ بِوَاسِطَۃِ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَبَرَکَۃِ مُتَابَعَتِہٖ اِلْتَفَتُوْا فَاِذَا الْحَبِیْبُ فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ فَاَقْبَلُوْا قَائِلِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا

النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ (فتح الباری ج ص۔)
عمدة القاری ج ص۔) اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ جو
عارفوں کے طریقہ پر مبنی ہے۔ کہ نمازیوں نے جب التحیات
پڑھکر عالم ملکوت کا دروازہ کھلوانے کو کہا تو ان کو اجازت
مل گئی کہ وہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔ پس
جب نمازیوں کی آنکھیں مناجات سے ٹھنڈی ہو گئیں۔
تو انہیں انتباہ ہوا کہ یہ سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی رحمت اور انکی اتباع کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔
تب انہوں نے التفات کی تو حبیب کو حبیب کی بارگاہ میں
پایا۔ پھر وہ ان کی طرف توجہ کر کے کہنے لگے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

(۶) حضرت شیخ اکبر محی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
اِنَّمَا لَمْ یَعْطِفِ الْمُصَلِّیْ السَّلَامَ الَّذِیْ سَلَّمَ بِهٖ عَلٰی
نَفْسِهٖ بِالْوَاوِ عَلَی السَّلَامِ الَّذِیْ سَلَّمَ بِهٖ عَلٰی نَبِیِّهٖ
لِاَنَّهٗ لَوْ عَطَفَهٗ عَلَیْهِ سَلَّمَ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ جِهَةِ
النُّبُوَّةِ وَهُوَ بَابٌ قَدْ سَدَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰی كَمَا سَدَّ بَابَ
الرِّسَالَةِ عَنْ كُلِّ مَخْلُوْقٍ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَتَعَيَّنَ بِهٰذَا الْاٰيَةِ لَا مُنَاسَبَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ فِي الْمَرْتَبَةِ الَّذِيْ لَا يَنْبَغِيْ لَنَا فَابْتَدَءْنَا بِالسَّلَامِ عَلَيْنَا فِيْ طَوْرٍ مِنْ غَيْرِ عَطْفٍ (فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۳۸۶) نمازی نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کے جملہ پر اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا کے جملہ کو واؤ کے ساتھ عطف نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر عطف کرتا (چونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں ایک ہی حیثیت مدنظر ہوتی) تو گویا کہ نمازی اپنے وجود پر بھی نبوت کی حیثیت سے سلام بھیج رہا ہے۔ حالانکہ نبوت کا دروازہ اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوقات سے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اس طرح بند کر دیا۔ جس طرح رسالت کا دروازہ بند کر دیا۔ اس سے یہ بات متعین ہو گئی۔ کہ ہمارے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا ایسا بڑا مرتبہ ہے۔ جو ہمارے لئے کسی طرح زیبا نہیں۔ اس لئے ہم نے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا کو اپنے طور پر بدوں عطف کے ابتداء کر دیا:۔

(۷) علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:۔

وَمَا قِيلَ اِنَّ رَدَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَصٌّ بِسَلَامِ زَائِرِهٖ مَرْدُوْدٌ لِعُمُوْمِ الْحَدِيْثِ فَدَعْوَى التَّخْصِيْصِ تَحْتَاجُ لِدَلِيْلٍ وَيَرُدُّهٗ اَيْضًا الْخَبَرُ الصَّحِيْحُ مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهٗ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَلَوِ اخْتُصَّ رَدُّهٗ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَائِرِهٖ لَمْ يَكُنْ لَهٗ خُصُوْصِيَّةٌ بِهٖ لِمَا عَلِمْتَ اَنَّ غَيْرَهٗ يُشَارِكُهٗ فِي ذَالِكَ قَالَ اَبُو الْيَمَنِ اِبْنُ عَسَاكِرَ وَاِذَا جَازَ رَدُّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنَ الزَّائِرِيْنَ بِقَبْرِهٖ جَازَ رَدُّهٗ عَلٰى مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنْ جَمِيْعِ الْاٰفَاقِ مِنْ اُمَّتِهٖ عَلٰى بُعْدِ مَسَافَتِهٖ ۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۵۰) اور یہ کہنا مردود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف اس شخص کو سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ جو وہاں زیارت کرنے والا نزدیک کھڑے ہو کر سلام عرض کرتا ہے۔ اس قول کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ حدیث شریف

میں عموم ہے۔ جو بھی مجھے سلام کہے۔ میں اسکو سلام
کا جواب دیتا ہوں۔ تخصص کے قائل کو دلیل کی حاجت
ہے۔ (کہ عموم کو خصوص پر کیوں محمول کیا) اور اس
تخصیص کو ایک حدیث بھی رد کرتی ہے۔ وہ حدیث
یوں ہے۔ کہ جب کوئی شخص اپنے مومن بھائی کی قبر
سے گزرتا ہے۔ کہ وہ اسکو دنیا میں پہچانتا تھا۔ اور
پھر اسکو سلام کہتا ہے۔ تو وہ مومن اسکو پہچانتا ہے
اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اگر حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس طرح خاص طور پر صرف
زائر کو سلام کا جواب مرحمت فرماویں۔ تو اس میں آپکی
کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اس میں تو ہر ایمان والا
شریک ہے۔ امام ابوالیمن جو ابن عساکر کے نام
سے محدث مشہور ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام زائرین کے سلام کا جواب دے
سکتے ہیں۔ (تو یہ بھی ماننا پڑے گا) کہ آپ ہر اس شخص
کو بھی سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ جو آپ کی امت
سے جہان کے کسی گوشہ میں ہو یا باوجودیکہ وہ (سلام کہتے

والا) بہت مسافت سے دور کیوں نہ ہو (مگر آپ اس کو سلام کے جواب کا شرف بخشتے ہیں)

(۸) علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

وَلَوْ يَدُومُهُ سِمَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَامَ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنْ بَعِيْدٍ وَقَرِيْبٍ مَشْرُوْعِيَّتُهُ السَّلَامَ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّشَهُّدِ فِي الصَّلٰوةِ بِصِيْغَةِ الْخِطَابِ إِذْ يَقُوْلُ الْمُصَلِّيْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ فَلَوْلَمْ يَكُنْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيًّا يَسْمَعُ سَلَامَ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ اَيْنَمَا كَانُوْا بِاِسْمَاعِ اللّٰهِ لَهٗ ذَالِكَ لِمَا كَانَ لِهٰذَا الْخِطَابِ مَعْنًى بَلْ كَانَ صُدُوْرُهٗ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ اَشْبَهَ بِكَلَامِ الْمَجَانِيْنَ مِنْهُ بِكَلَامِ الْعُقَلَاءِ فَاِنَّكَ اِذَا سَمِعْتَ مُتَكَلِّمًا يُخَاطِبُ اِنْسَانًا مَيِّتًا مِنْ عُصُوْرٍ كَثِيْرَةٍ اَوْ حَيًّا لٰكِنَّهٗ فِيْ بِلَادٍ بَعِيْدَةٍ تَظُنُّ اَنَّ ذَالِكَ الْمُتَكَلِّمُ قَدِ اخْتَلَطَ عَقْلُهٗ، حَتّٰى خَاطَبَ مَنْ ذُكِرَ بِخِطَابِ الْحَاضِرِ مَعَهٗ فَاِذَنْ لَمْ تُشْرَعْ لَنَا مُخَاطَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ بِهٰذَا الْخِطَابِ اِلَّا وَهُوَ يَسْمَعُهَا فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ مَمَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَتّٰى اَنَّ بَعْضَ الْاَوْلِيَاءِ سَمِعُوْا عَلٰى سَبِيْلِ الْكَرَامَةِ رَدَّ السَّلَامِ عَلَيْهِمْ عِنْدَ قَوْلِهِمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَلَا اِسْتِحَالَةَ فِيْ ذَالِكَ :-

(شواہد الحق صـ۱۸۸) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دور یا نزدیک سے کوئی شخص سلام کہے تو آپ اسکا سلام سنتے ہیں - اس مسئلہ کی تائید کے لئے وہ سلام دلیل ہے - جو نماز کے اندر تشہد میں نمازی خطاب کے صیغہ سے کہتا ہے - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پس اگر آپ اس طرح زندہ نہیں کہ تمام مسلمانوں کا سلام اللہ تعالٰے کے سنانے سے سن سکیں - خواہ وہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں تو پھر اس خطاب کا کوئی معنٰی اور فائدہ نہ ہوگا - بلکہ عقلمندوں کی کلام میں اس طرح نمازیوں کا سلام پڑھنا پاگلوں کی باتوں کے مشابہ ہوگا - اس کی مثال یوں ہے - کہ اگر آپ کسی شخص سے سنیں کہ وہ مدت دراز سے ایک مردہ شخص سے باتیں کرتا ہے یا ایک زندہ شخص سے باتیں کرتا ہے - لیکن وہ زندہ بہت دور کے شہروں میں کسی جگہ رہتا ہے - تو آپ کو یقین ہو جائیگا کہ ایسی باتیں

کرنے والے کا عقل مخبوط ہے۔ کیونکہ یہ مردہ شخص اور دور دراز رہنے والے شخص سے اس طرح خطاب کر کے باتیں کر رہا ہے جس طرح کہ اس کے ساتھ موجود نہ ہوں پس اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ خطاب جائز نہ ہوگا۔ مگر اس کے جواز کی ایک صورت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات میں اور بعد وفات کے بھی ہمارا اسلام سنتے ہیں حتیٰ کہ بعض اولیاء کرام نے کرامت کے طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سلام کا جواب سنا ہے۔ جب کہ انہوں نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہا۔ اور اس میں کوئی محال لازم نہیں آتا:۔

حدیث وضع الکف

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ رَبِّيْ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ تَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ

اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ

(مشکوٰۃ شریف ج ا صـ۶۹) عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں نے اپنے رب تعالیٰ کو اچھی صورت میں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ فرشتے کس بات میں بحث کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پھر میرے رب تعالےٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونو کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونو پستانوں کے درمیان محسوس کی۔ پس جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے میں نے جان لیا۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے مناسب حال آیت تلاوت فرمائی۔ وَکَذٰلِکَ اِلٰی اٰخِرِہٖ یعنی اسی طرح آسمان اور زمینوں کے ملک ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں“۔ یاد رہے کہ وضع کف (رحمت کا ہاتھ رکھنا) مزید فضل اور غایۃ تخصیص پر دلالت کرتا ہے۔ اور سردی کا پانا وصول اثر فیض اور

حصول علم سے کنایہ ہے۔

(ف) اب یہاں اس مذکورہ حدیث شریف کی شرح تحریر کی جاتی ہے۔ عـ۱ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۶۳ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ان چیزوں میں سے جو آسمان اور زمین میں ہے۔ ملائکہ اور اشجار وغیرھما سے اور یہ عبارت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر مفتوح فرمایا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ کہ مَافِی السَّمٰوٰتِ سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے۔ جیساکہ معراج کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور الارضُ بمعنی جنس ہے۔ یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو ان سے بھی نیچے ہیں۔ سب کا علم ہو گیا۔ جس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیل اور مچھلی کی خبر دی ہے۔ جو زمین کے نیچے ہیں۔ اس مطلب کو فائدہ دیتا ہے۔ جو ہم نے بیان

کیا ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استشہاد کے طور پر آیت تلاوت فرمائی جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور اس کو ان کے لئے مکشوف فرمایا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام پر وہ حالات مکشوف فرمائے۔ اور غیوب کے دروازے کھول دیئے :-

(۲) شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح (اشعۃ اللمعات ج ا صـ۲۶۲) پر لکھتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ یہ عبارت تمام علوم جزوی اور کلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حال کے مناسب یہ آیت بطور استشہاد تلاوت فرمائی وَكَذٰلِكَ الخ یعنی اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک عظیم دکھلایا تاکہ وہ وجود ذات صفات و توحید کے ساتھ یقین آسمان اور زمین کے ملکوت دیکھنے کے بعد حاصل ہوا

جیساکہ دلیل حاصل کرنے والوں اور سلوک طے کرتے والوں اور محبت رکھنے والوں اور طلب کرتے والوں کی حالت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصول الی اللہ اور یقین پہلے حاصل ہوا۔ اس کے بعد عالم اور اس کے حقائق کو جان لیا جیساکہ اس کے مجذوبوں اور محبوبوں اور مطلوبوں کی شان ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں ہے۔

مَارَئَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَئَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ۔ میں نے کسی چیز کو نہ دیکھا مگر اس چیز کو دیکھنے سے پہلے میں نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا ہے۔

(۲) منقول از الکلمۃ العلیاء ص ۱۳ ۔ علامہ طیبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کے ملک دکھلائے گئے۔ اسی طرح ہی مجھ پر (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر) غیبوں کے دروازے کھول دئے گئے۔ یہاں تک کہ میں نے جان لیا جو کچھ ان میں (آسمان و زمین میں) ہے ذات اور صفات، ظواہر اور بواطن۔ یہ جو کچھ غائب ہے

محسن کاکوری کا کلام سنیئے ؎

بہت اونچے گئے موسیٰ تو کوہِ طور تک پہنچے
بہت چلہ کیا عیسیٰ نے کھینچے عرش پر چلے
نشانے دونو تھے اس کے نشانے سے کہیں نیچے
بری ہو ہو گیا زور کمانِ دارِ نبوت سے
مقام قاب قوسین او ادنیٰ تیرے مقصد کا
ہر اک ذرہ ستارہ ہے کلاہ فرقِ فرقد کا

دیدارِ باری تعالیٰ

(۱) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَكُوْنَ الْخُلَّةَ لِاِبْرَاہِیْمَ وَالْكَلَامُ لِمُوْسٰی وَالرُّؤْیَةُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مواہب لدنیہ ج ۲ صفحہ ۳۰) حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہو اور دیدار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے ہو۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن شقیق سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر سے کہا کاش کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے پوچھتا۔ حضرت ابوذر نے

کہا عَنْ اَیِّ شَیْءٍ تَسْئَلُهُ کس چیز کی بابت آپ سے سوال کرتا
تو عبداللہ بن شقیق نے کہا کہ میں آپ سے پوچھتا کیا آپ نے
اپنے کو دیکھا ہے۔ حضرت ابوذر نے کہا میں نے آپ سے
پوچھا تو آپ نے فرمایا رَئَیْتُ نُوْرًا میں نے نور دیکھا۔
(مسلم شریف ج ۱ ص۹۷) (۳) وَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ یَّدْعُوَ
الْکَرِیْمُ کَرِیْمًا اِلٰی دَارِہٖ وَیُضِیْفَ حَبِیْبٌ حَبِیْبًا فِیْ قَصْرِہٖ
ثُمَّ یَتَسَتَّرَ عَنْهُ وَلَا یُرِیَهٗ وَجْهَهٗ (روح البیان ج ۱ ص۱۵)
اور یہ بات ناممکن ہے کہ کریم کریم کو دعوت دے کر بلائے
اور دوست اپنے دوست کو اپنے محل میں مہمان بنائے
پھر اس سے چھپ جائے اور اسکو اپنا چہرہ نہ دکھائے
(۴) عجب است کہ دراں مقام ببرند و در خلوت خاص
آرند و باعلی مطلب و اقصیٰ مسئالت کہ دیدار است مشرف
نہ گردانند (مدارج النبوت ج ۱ ص۱۷۳) تعجب کی بات ہے
کہ حضور علیہ السلام کو اس مقام پر لے جائیں اور خلوت
خاص میں لے آئیں اور اعلیٰ مطلب اور عمدہ مسئلہ کہ دیدار
ہے۔ اس سے مشرف نہ کریں:۔
(۵) صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ ثُمَّ اِنَّ الْقَائِلِیْنَ

بِالرُّؤْيَةِ اِخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ رَاٰی رَبَّهٗ سُبْحَانَهٗ بِعَيْنِهٖ (روح المعانی ج ۲۷ ص ۲۲) پھر دیدار باری تعالےٰ کے قائلین اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ بعض کا مذہب یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ کو اپنی سر اقدس کی آنکھ مبارک سے دیکھا۔ اَنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَ اَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلے اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّهٗ بِعَيْنَيْ رَاْسِهٖ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ بات راجح ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو معراج کی رات میں اپنے سر اقدس کی دونو آنکھوں سے دیکھا۔ دوسری روایات جن سے قلب مبارک سے دیکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ بھی حضرت ابن عباس سے روایت ہیں۔ چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حدیث شریف حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ لَمْ اَرَهٗ بِعَيْنِيْ وَلٰكِنْ رَاَيْتُهٗ بِقَلْبِيْ مَرَّتَيْنِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُئِلَ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ قَالَ رَاَيْتُهٗ بِفُؤَادِيْ رَوَاهُ ابْنُ جَرِيْرٍ (نبراس ص ۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا لیکن دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔

اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کیا آپنے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اسکو اپنے دل سے دیکھا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ ثُمَّ اِنَّ الْمُرَادَ بِرُؤْيَةِ الْفُؤَادِ رُؤْيَةُ الْقَلْبِ لَا مُجَرَّدُ حُصُوْلِ الْعِلْمِ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَالِمًا بِاللّٰهِ عَلَى الدَّوَامِ بَلْ مُرَادُ مَنْ اَثْبَتَ لَهٗ اِنَّهٗ رَاٰهُ بِقَلْبِهٖ اِنَّ الرُّؤْيَةَ الَّتِيْ حَصَلَتْ لَهٗ خُلِقَتْ لَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ كَمَا تُخْلَقُ الرُّؤْيَةُ بِالْعَيْنِ لِغَيْرِهٖ وَالرُّؤْيَةُ لَا يُشْتَرَطُ لَهَا شَيْءٌ مَخْصُوْصٌ عَقْلًا وَلَوْ جَرَتِ الْعَادَةُ بِخَلْقِهَا فِي الْعَيْنِ۔

(مواہب لدنیہ ج ۲ صت۳) پھر یہ واضح ہوا کہ رویۃ فواد سے دل کا دیکھنا مراد ہے۔ نہ یہ کہ صرف علم حاصل ہو گیا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ کا علم علی الدوام حاصل ہے۔ جن لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رویۃ قلبی ثابت کی ہے۔ ان کی مراد یہ ہے۔ کہ جس طرح کسی کی آنکھ میں بینائی پیدا کر دی جاتی ہے۔ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک میں بینائی پیدا کر دی

گئی ہے۔ (جس سے آپ نے باری تعالےٰ کا مشاہدہ کیا) اور رویت دیکھنے کیلئے عقلاً کسی خاص جزو بدن کا ہونا یا کسی خاص شی کا پایا جانا ضروری نہیں۔ اگرچہ عادتاً بینائی آنکھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ قادر ہے۔ کہ خرق عادت کے طور پر آنکھ کے علاوہ کسی اور عضو میں بینائی پیدا کر دے تو اس کو ہر طرح کی قدرت ہے۔ تیسری قسم کی روایات جن سے دونو طرح کی رویت ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَمَرَّةً بِفُؤَادِهٖ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ (روح المعانی ج ۲۷ ص ۴۷ - مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳۷) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے۔ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ سر مبارک کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ اپنے قلب مبارک کی آنکھ سے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(۳) اب صوفیاء کرام کا مشرب سنئے جو اس بات کے قائل ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جمیع وجود سراپا جود سے

اللہ تعالےٰ کو مشاہدہ فرمایا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ فَرَئَی الْحَقَّ بِالْحَقِّ بِجَمِیْعِ وُجُوْدِہٖ لِاَنَّ وُجُوْدَہٗ صَارَ بِجَمِیْعِہٖ عَیْنًا مِّنْ عُیُوْنِ الْحَقِّ فَرَاَی الْحَقَّ بِجَمِیْعِ الْعُیُوْنِ وَسَمِعَ خِطَابَہٗ بِجَمِیْعِ الْاَسْمَاعِ وَعَرَفَ الْحَقَّ بِجَمِیْعِ الْقُلُوْبِ حَتّٰی فَنِیَتْ عُیُوْنُہٗ وَاَسْمَاعُہٗ وَقُلُوْبُہٗ وَاَرْوَاحُہٗ وَعُقُوْلُہٗ فِی الْحَقِّ :-

(عرائس البیان ج ۲ ص ۲۷۵) پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کو فی الحقیقت اپنے تمام وجود سے دیکھا کیونکہ آپ کا وجود تمام تر ہی آنکھ ہوگیا۔ پھر اللہ تعالےٰ کو جسم کی تمام آنکھوں سے دیکھا اور تمام کانوں سے اس کا خطاب سنا۔ اور اور تمام قلوب سے اس کو پہچانا حتیٰ کہ آپ کی آنکھیں اور آپ کے کان اور آپ کے قلوب اور آپ کی روحیں اور آپ کے عقول حق تعالےٰ کی ذات کے سامنے فنا ہوگئے۔

اب اس مقام پر جگر مرادآبادی کا کلام ملاخطہ فرمایئے :-

اَے آں کہ ز شوق بے نہایت
حق را ہمہ آشکارہ دیدہ
طے کردہ مراحل و منازل!
تا سدرہ بہ ساعتے رسیدہ

از سدرہ بہ انتہاء قوسین
با عظمت خاص رہ بریدہ!
اے آں کہ درون پردۂ راز
از خویشتن بہ خویشتن رسیدہ

جناب مولانا نظامی گنجوی کا کلام سنیئے ؎

کلامیکہ بے آلہ آمد شنید
لقائے کہ آں دیدنی بود دید
ہمہ دیدہ گشتہ چو نرگس تنش
نگشتہ یکے خار پیرامنش
دراں نرگسیں حرف کاں باغ داشت
مگر چشم او کحل مازاغ داشت
چناں دید گز حضرت ذوالجلال
نہ زاں سوجہت بُد نہ زیں سو خیال

پچاس نمازیں و دیگر احکام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقام پر تین عطیوں سے نوازا گیا پچاس نمازیں فرض ہوئی، خواتیم سورت بقرہ کا نزول ہُوا- (آمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورت تک)

جو شخص آپ کی امت سے شرک نہ کرے اسکی مغفرت کا حکم سنایا گیا - امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں ۔ ثُمَّ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ یَا مُحَمَّدُ وَاَیْنَ حَاجَۃُ جِبْرِیْلَ فَقُلْتُ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَعْلَمُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ قَدْ اَجَبْتُہٗ فِیْمَا سَأَلَ وَلٰکِنْ فِیْمَا اَحَبَّکَ وَصَحِبَکَ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص۴۲۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عالم محویت میں مستغرق تھے - کہ بارگاہ وحدانیت سے بطور یاد دہانی ارشاد ہوا - ہاں میرے پیارے ! وہ جبرائیل (علیہ السلام) کا سوال کیا تھا (جو تم نے ذکر نہیں کیا) پھر میں نے (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہا اَئے میرے خدا یا تحقیق تو بہت اچھی طرح جانتا ہے - یعنی عیاں چہ بیان پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا - اَئے پیارے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں نے اس کی التجا قبول کی ہے لیکن ان لوگوں کے حق میں جن کو آپ سے محبت ہے - اور جو آپکی اتباع اور پیروی کرے (یہاں صحبہ کا معنیٰ تبع ہے)

شبہات نفی کے جواب

جن لوگوں کو دیدار باری تعالےٰ کے امکان اور وقوع میں اختلاف ہے - اور وہ اسکو محال قرار دیتے ہیں اور جو حدیث میں آیا ہے - کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

معراج کی رات اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس کا انکار کرتے ہیں
اس لئے یہاں ان کے شبہات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس سے
وہ رؤیت کی نفی ثابت کرتے ہیں۔ اور ان شبہات کے جواب
بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

(الف) قرآن مجید کی تین آیات ہیں۔ جن سے بظاہر رؤیت
کی نفی کا شبہ ہوتا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ
وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (پ ع ۱۸)
آنکھیں اللہ تعالٰے کو ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ سب
آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالٰے باریک
چیزوں کو دیکھنے والا ہے۔ جسکو کوئی نہ دیکھ سکے اور وہ
چھپی باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ جکی خبر کوئی نہ رکھ سکے۔ اس
آیت سے نفی کا استدلال اس طرح ہے۔ کہ الف لام استغراق
ہے۔ اس بنا پر یوں معنٰی ہوگا۔ لَا تُدْرِكُهُ بَصَرٌ مِّنَ
الْأَبْصَارِ۔ اللہ تعالٰے کو کوئی آنکھ ہی نہیں ادراک کر سکتی
اس استدلال کے چند جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے۔ کہ
الف لام استغراق کا بمعنٰی کل موجبہ کلیہ کا سور ہے۔ اور
ابصار قضیہ کا موضوع ہے۔ اور تُدْرِكُهُ قضیہ کا محمول ہے

یہ مجموعہ ملکر موجبہ کلیہ بنا۔ پھر اس پر لاَ حرف سلب کا داخل ہوا
تو قاعدہ ہے۔ کہ موجبہ کلیہ کی سلب سے سالبہ جزیہ بنتا ہے
جب سالبہ کلیہ نہ بنا تو مدعی کا مطلب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ
سالبہ جزیہ حکم میں موجبہ جزیہ کے ہوتا ہے۔ اور اس بات
کے ہم بھی قائل ہیں۔ لہذا مدعی کا اس سے استدلال درست
نہ رہا۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ ادراک کا معنیٰ مطلق رؤیت
نہیں بلکہ ادراک احاطہ کو کہتے ہیں۔ کہ کسی چیز کو جمیع جوانب
سے گھیر لینا جیسا کہ مقولہ ہے۔ رَئَیْتُ الْهِلَالَ وَمَا اَدْرَكْتُهٗ
لِلْغَیْمِ۔ میں نے چاند کو دیکھا لیکن پورا احاطہ کر کے نہ دیکھ سکا
کیونکہ بادل تھا۔ تو یہاں رُؤْیَتْ مُثْبَتْ ہے۔ اور ادراک
بمعنی احاطہ منفی ہے۔ نہ کہ مطلق رُؤیت پر نفی وارد ہوئی
ورنہ دونو جملوں میں تناقض ہو جاتا۔ تیسرا جواب یہ ہے
کہ یہ جملہ فعلیہ ہے۔ جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے
اس سے دوام اور استمرار کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ یعنی
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عموم اور عموم احوال میں نفی ہو جائے
رُؤیت اگر در حقیقت آیت کے معنیٰ پر غور فرمائیں تو اس سے
رؤیت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ادراک کا معنیٰ

احاطہ ہوا۔ تو آیت کا مطلب یوں ہوگا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رؤیت ہو سکتی ہے۔ مگر علی سبیل الاحاطہ نہیں ہو سکتی کہ وہ حدود اور جوانب سے پاک ہے۔ الغرض اس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ کے متناہی ہونے اور اجسام کے لوازم سے متصف ہونے سے تنزیہ اور تقدیس مطلوب ہے۔ اور یہ تنزیہ تب ہو سکتی ہے۔ جب رؤیت کا امکان مانا جائے۔ ورنہ مفہوم مشکل ہو جائیگا۔

(یاد رہے کہ یہ تقریر نبراس سے اخذ کی گئی ہے)

دوسرا آیت یہ ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (پ ۲۵ ع ۵) کسی آدمی کے شایان شان نہیں کہ اللہ تعالےٰ اُس سے بالمواجہہ کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا بطریق الہام اس کے دل میں القاء ہو جائے یا اُس سے اسوقت کلام کریگا کہ وہ حجاب کے پیچھے ہو۔ یعنی دراں حالیکہ وہ آدمی پس پردہ ہو یا اللہ تعالےٰ اس آدمی کی طرف اپنا ایک فرشتہ فرستادہ بنا کر بھیج دے۔ اور وہ ملک مرسل اس مرسل الیہ کو خدا کا پیغام سنائے۔ جتنا کہ

اللہ تعالےٰ چاہے ۔ بے شک اللہ تعالےٰ صفات حدوث سے برتر ہے ۔ اور کلام کرنے میں حکمت کی بات کرنے والا ہے ۔ تقریر استدلال اس طرح ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کے ساتھ کلام کرنے کو تین اقسام میں حصر فرمایا ۔ اس سے لازم آتا ہے ۔ کہ کلام کرتے وقت رویت کی نفی ہو گی ۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے ۔ کہ اس سے مطلقاً رؤیت کی نفی ثابت نہیں ہوتی ۔ کیونکہ یہ جائز ہے ۔ کہ رؤیت ہو اور کلام نہ ہو یعنی آیت سے رویت بوقت کلام کی نفی ثابت ہوتی ہے ۔ اور مطلق رویت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔ (ف) اگر آپ اس آیت پر غور فرمائیں تو اس آیت سے رویت کا جواز ثابت ہوتا ہے ۔ اسکی تقریر یوں ہے ۔ کہ ان تین وجوہ کے سوا یعنی بالمشافحہ کلام کرنا تو اس کو انسان برداشت نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ برتر ہے ۔ حتیٰ کہ بشر کو ضعف کیوجہ سے اس کی کلام سننے کی طاقت نہیں ۔ اور وہ اللہ تعالےٰ حکمت والا ہے ۔ جس نے اپنے نبیوں سے تین طرح پر کلام کیا ہے ۔ جب بالمشافحہ کلام کرنے کی نفی کا سبب ضعف بشری بنا تو رؤیت کا

سبب بھی ضعف بنے گا۔ نہ کہ رؤیت باالذات محال ہو گی جس طرح مستدل نے بیان کیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ تقریر شرح مسلم شریف سے ماخوذ ہے۔ جس کا نام مکمل اکمال المعلم ہے اور اس کے مصنف کا نام علامہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی حسینی ہے (متوفی ۸۹۸ھ) تیسری آیت یہ ہے۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِیٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرَانِیْ (پ ۹ ع ۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے اپنا دیدار نصیب فرما، تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تو میرا دیدار نہیں کر سکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا دیدار محال ہے۔ ورنہ لَنْ تَرَانِیْ نہ کہا جاتا۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے۔ لغت عربی میں حرف لن نفی تاکید کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ نفی کے لیئے مستعمل نہیں ہوتا۔ بعنوان دیگر یوں سمجھو کہ نفی انکار مضارع کو کہتے ہیں۔ اور مضارع حال یا استقبال کا نام ہے۔ اس اصول کے ماتحت لَنْ تَرَانِیْ کا معنیٰ یوں ہو گا ہرگز نمے بینی مرا یا ہرگز نخواہی دید مرا۔ جس کا اردو ترجمہ یوں ہو گا۔ زمانہ حال میں مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا یا زمانہ استقبال میں مجھے ہرگز نہ دیکھے گا۔ اور معترض نے جو ترجمہ کیا تھا۔ اس کی فارسی

یوں ہوگی۔ ہرگز نتوانی دیدمرا یا ہرگز نتواں خواہی دیدمرا۔ ماہر عالم کے سامنے قواعد عربی کے لحاظ سے ہر دو ترجمہ میں فرق واضح ہے۔ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے۔ کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کا دیدار کی درخواست کرنا۔ دیدار کے امکان پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ سب نبی (سلام ہوان پر) عبث بات نہیں کرتے۔ اور محال کا سوال عبث ہے۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ دیدار محال نہیں۔ ورنہ اسکی درخواست نہ کرتے (یعنی یہ آیت اثبات رؤیت کی دلیل ہے۔ نفی رؤیت کی دلیل نہیں) (ب) وہ احادیث جن سے نفی رؤیت کا استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ وہ دوؔ ہیں پہلی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَۃَ۔ جو شخص یوں کہتا ہے۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس نے بہت بڑا افتراء کیا ہے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے۔ کہ امام مروزی سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ رؤیت کا انکار کرنے والے کہتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے

جو شخص یوں کہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس نے بہت بڑا افترا کیا تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رَئَیْتُ رَبِّیْ (میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے) اور ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر فوقیت حاصل ہے۔ اس بیان کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں نقل کیا ہے :-

دوسری حدیث حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا۔ هَلْ رَئَیْتَ رَبَّکَ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے - تو آپ نے فرمایا۔ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ وہ نور ہے میں اسکو کس طرح دیکھ سکتا ہوں -اس حدیث کا جواب یہ ہے۔ کہ اس حدیث کے اعراب کئی طور پر لکھے گئے ہیں -جن سے رؤیت کا استدلال ثابت ہوتا ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے۔

ع۱) نُوْرَانِیٌّ اَرَاہُ اللہ تعالیٰ نورانی ہے میں نے اسکو دیکھا ہے

ع۲ ، نُوْرٌ اِنِّیْ اَرَاہُ اللہ تعالیٰ نور ہے اسکی رویت کی کیفیت کس

طرح بیان کرسکتا ہوں :- اَنّٰی اَرَاہُ کا ترجمہ کَیْفَ اُبْصِرُہٗ کر
لیا جائے تو قواعد عربیہ کے مطابق ہے۔ تمام توجیہات مثبت
کو ترک کر کے صرف نفی کی توجیہہ کو ترجیح دینا اچھا نہیں۔
عَلَیْکَ بِالْاِنْصَافِ فَاِنَّہٗ خَیْرُ الْاَوْصَافِ آپ کو چاہیئے کہ
انصاف کریں کہ وہ اچھی صفت ہے۔ علاوہ ازیں قاعدہ ہے
جب مثبت اور منفی میں تعارض ہو جائے تو مثبت کو ترجیح
ہوتی ہے۔(ف) اگر کوئی صاحب ان احادیث پر غور فرمائے
تو اس سے امکان رویت کا ثبوت ملتا ہے۔ جیساکہ عبراس
ص۲۶۰ پر لکھا ہے۔ اِخْتَلَفَ الصَّحَابَۃُ فِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ رَأٰی رَبَّہٗ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ اَمْ لَا وَالْاِخْتِلَافُ
فِی الْوُقُوْعِ دَلِیْلٌ عَلَی الْاِمْکَانِ فَاِنَّ الرُّؤْیَۃَ لَوْ کَانَتْ مُحَالًا
لَاتَّفَقَتِ الصَّحَابَۃُ عَلٰی عَدَمِ وُقُوْعِھَا - صحابۂ کرام کا اس میں
اختلاف ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات
اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہ ؟ اور وقوع میں اختلاف کرنا
امکان کی دلیل ہے کیونکہ اگر رؤیت محال ہوتی تو صحابۂ کرام رضؓ
کا اس کے عدم وقوع پر اتفاق نہ ہوتا۔
(ج) وہ عقلی استدلال جس سے نفی رؤیت کا شبہ ہوتا ہے

وہ اس طرح ہے۔ کہ ایک دوسرے کو دیکھنے میں چند شرائط
ضروری ہیں۔ مثلاً مرئی مکان میں ہو، اور وہاں جہتہ ہو،
اور دیکھنے والے کے سامنے ہو، ان میں مسافت ہو حتیٰ
کہ بہت قرب بھی رؤیت کو مانع جیسے پلکیں ہیں، اور
بہت دور بھی نہ ہو، اور باصرہ کی شعاعیں مرئی سے ملی ہوئی
ہوئی ہوں۔ اور یہ سب شرائط باری تعالےٰ کی شان میں محال
ہیں۔ لہذا اسکی رویت ممکن نہ رہے گی۔ اس کے چند جواب
ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم کو دیکھتا ہے۔
یہاں رویت کا وجود پایا گیا۔ مگر تمہارے شرائط نہ پائے گئے
جو جواب تم دو گے وہی ہمارا جواب ہے۔ اس شبہ کا دوسرا
جواب یہ ہے۔ کہ اس میں شک نہیں کہ عادت الٰہیہ اسی طرح
ہے کہ اسباب مذکورہ متحقق ہونے کے بعد رؤیت ہوتی ہے
مگر خرق عادت کے طور پر اللہ تعالےٰ کو ہر امر پر قدرت ہے
حتیٰ کہ مشائخ نے لکھا ہے۔ کہ ایک اندھا چین میں بیٹھا ہو
اور اندلس میں مچھر اڑتے کو دیکھ سکتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالےٰ
اسکو دکھائے کیونکہ اللہ تعالےٰ کو سب قدرت ہے۔ بخاری
شریف میں آیا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے

اس طرح دیکھے جس طرح اپنے سامنے دیکھتے تھے تو یہاں رائی اور مرئی کے درمیان تقابل کی شرط مفقود ہونے کے باوجود روایت ثابت ہے۔

(ف) رؤیت کے ثبوت میں بہت دلائل ہیں۔ ع۱ قرآن مجید میں ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔ (پ۲۹ ع۱۶) قیامت کے دن ایمان داروں کے چہرے اپنے رب کو دیکھکر تروتازہ ہونگے اگر رویت محال ہے تو قیامت کے دن ایمان دار کیسے دیکھیں گے ع۲ قرآن مجید میں ہے۔ كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔ خبردار بیشک وہ کافر لوگ اپنے خدا تعالےٰ کے دیدار سے قیامت کے دن درپردہ ہونگے یعنی دیدار سے محروم ہونگے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ بلکہ مومنوں کو اللہ تعالےٰ کا دیدار حاصل ہوگا دوست اور دشمن میں امتیاز ہوجائے ؎

گوئی یہ بہشت ہمائی است
بے دیدنِ میزبان چہ باشد

چوں دشمن و دوست را حجاب است
پس فرق دراں میاں چہ باشد

ع۳ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اور یہ حدیث متواتر ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے۔ جس طرح چودھویں کا چاند دیکھتے ہو۔

خرقہ معراجیہ حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ خرقہ خواجگان چشت کے متعلق ایک دن حضرت شیخ قدس سرہٗ سے گفتگو ہوئی۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج جناب رب العزت سے ایک خرقہ عنایت ہوا تھا۔ جب حضور علیہ السلام معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے تمام صحابہ کبار کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اس خرقہ کی بابت خداوند تعالےٰ کا حکم ہوا کہ تم میں سے ایک شخص کو دیدوں اب میں ایک سوال کرتا ہوں جو شخص اطمینان بخش جواب دے گا۔ وہی اسکا مستحق ہوگا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ اے ابوبکر! اگر میں

یہ خرقہ تم کو دے دوں تو تم کیا کروگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
نے عرض کی صدق و صفا اور اطاعت خداوندی اختیار کروں
گا۔ پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ کہ اے عمر! اگر تم کو یہ خرقہ مل
جائے تو کیا کروگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم! عدل و انصاف اور مظلوموں کی داد رسی کرونگا
پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم اس خرقہ کو حاصل کر کے کیا کروگے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
مشورہ سے ہر کام کرونگا اور حیا و عفت اور سخاوت اختیار
کرونگا۔ پھر حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
دریافت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بندگان خدا کی پردہ داری اور
عیب پوشی کرونگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جواب
سن کر ارشاد فرمایا کہ مجھکو یہی حکم تھا کہ جو شخص اس طرح
جواب دے۔ جیسا کہ اے علی! تم نے جواب دیا ہے۔
یہ خرقہ اسی کو عنایت کروں۔ پس تم یہ خرقہ لے لو یہ تمہارا

حصہ ہے (حضرت محبوب الٰہی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب شیخ قدس سرہٗ نے اس قدر واقعہ بیان فرمایا۔ تو آپ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا درویشی پردہ پوشی ہے۔) چونکہ یہ خرقہ شب معراج میں حضور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا تھا۔ اس سبب سے مشائخؒ میں اس کا نام خرقہ معراجیہ سے مشہور ہے۔ کتاب جوامع الکلم میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے شب معراج بہشت میں ایک حجرہ ملاحظہ فرمایا۔ جس پر سونے کا قفل لگا ہوا تھا آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس حجرہ کو کھولو تاکہ میں دیکھوں اس میں کیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اس حجرہ کے کھولنے کی اجازت خداوند کریم سے حاصل کرنی ضروری ہے۔ حضور علیہ السلام نے دعا کی تو خداوند کریم سے اجازت حاصل ہو گئی۔ تب جبرئیل علیہ السلام نے دیکھا کہ اس حجرے میں ایک بڑا صندوق رکھا ہوا ہے اور وہ بھی مقفل ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے حسب الحکم اس کو بھی کھولا تو اس کے اندر سے خرقہ مشائخ برآمد ہوا۔ حضور علیہ السلام

نے اس خرقہ کو پسند فرمایا اور دعا کی اے باری تعالےٰ - یہ
خرقہ مجھے عنایت فرمایئے ۔ باری تعالےٰ نے فرمایا کہ ہزاروں
پیغمبروں نے اس خرقہ کیلئے آرزو کی مگر میں یہ خرقہ تم کو عنایت
کرتا ہوں - حضور علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ خرقہ صرف میرے
لئے ہے ۔ یا کسی اور کو بھی دے سکتا ہوں - باری تعالیٰ کا
حکم ہوا ہاں تم اپنے اصحاب کبار سے یہ سوال کرنا جو اس
کا جواب درست دے دے ۔ اسکو یہ خرقہ مرحمت فرمائیں ۔
چنانچہ وہ خرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مرحمت ہوا - پھر
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ خرقہ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ
علیہ کو عنایت ہوا پھر حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے
مسلسل حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچا
حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے یہ خرقہ
حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کو عنایت فرمایا حضرت محبوب الٰہی
نے حضرت مخدوم نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کو مرحمت فرمایا اور ان کے
بعد وہ خرقہ انکی وصیت کے مطابق حضرت کی قبر میں مدفون ہوا (ہشت بہشت)
(ہشت بہشت کا تعارف) یہ ایک کتاب ہے جس میں
حضرات چشت اہل بہشت کے آٹھ ملفوظات جمع ہیں -

عہ۱ انیس الارواح ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ عہ۲ دلیل العارفین ملفوظات خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ۔ عہ۳ فوائد السالکین ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ عہ۴ راحت القلوب ملفوظات خواجہ بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ عہ۵ مفتاح العاشقین ملفوظات خواجہ محمود نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ عہ۶ فوائد الفوائد ملفوظات خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمتہ اللہ عہ۷ راحت المحبین ملفوظات محبوب الٰہی نظام الدین رحمتہ اللہ عہ۸ اسرار الاولیا ملفوظات خواجہ بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ حالات خرقہ معراجیہ راحت القلوب صک۔ اور فوائد الفوائد ج ۴ ص ۱۵۵ پر مذکور ہیں۔

بہشت کا مشاہدہ

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پاس بھیجا تاکہ آپ کو بہشت میں لے جائیں اور جو کچھ ہم نے وہاں آپ کے اور آپ کی امت کیلئے تیار کر رکھا ہے دکھائیں تاکہ اسکا دل خوش ہو جائے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو بہشت کے دروازے پر لے گئے۔ وہ دروا[زہ]

عہ۱ مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری عہ۲ مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی عہ۳ مرتبہ بابا صاحب گنج شکر عہ۴ مرتبہ خواجہ محبوب الٰہی عہ۵ مرتبہ محب اللہ عہ۶ مرتبہ حسن علی سجزی عہ۷ امیر خسرو عہ۸ مرتبہ خواجہ بدر الکمال

سونے کا تھا۔ اس دروازے کا طول اور عرض پانچ پانچ سو برس کی راہ تھا۔ اس دروازے میں چار سو میخیں جو کہ یاقوت زمرد، اور موتی سے مرصع تھیں۔ اس دروازے پر چالیس ہزار کنگرے تھے۔ ہر کنگرے پر ایک فرشتہ مقرر تھا۔ جس کے دونو ہاتھوں پر دو طبق تھے۔ ایک میں بہشتی لباس اور دوسرے میں نور بھرا ہوا تھا۔ بتایا گیا کہ یہ فرشتے حضرت آدم علیہ السلام سے آٹھ ہزار برس پہلے پیدا ہوئے اور اس مقام پر انتظار میں ٹھہرائے گئے تاکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا اس دروازے سے گذر ہو تو یہ اس پر نثار کریں۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا رضوان جنت نے الحمد للہ کہکر کہا آپ کون ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں جبرئیل ہوں اور میرے ساتھ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رضوان نے الحمد للہ کہکر دروازہ کھولدیا۔ آپ نے رضوان جنت کو سلام کہا اس نے سلام کا جواب دے کر کہا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو خوشخبری ہو کہ بہشت کا اکثر حصہ آپ کے اور آپ کی امت کے لئے تیار ہے۔ رضوان کے آٹھ خلیفے تھے۔ جو بہشت کے آٹھوں دروازوں پر مقرر تھے۔ ہر ایک

فرشتے کے ماتحت سات لاکھ فرشتے تھے پھر رضوان آپ کے ساتھ ہوگیا جنت[۱] الفردوس، جنات[۲] عدن، جنات[۳] النعیم، جنات[۴] الماوی، میں باغات بکثرت تھے۔ اور دار[۵] السلام، دار[۶] الخلد دار[۷] القرار، دار[۸] الجلال میں مکانات بکثرت تھے

مکانات

پھر آپ نے بہشت کے مکانات مشاہدہ فرمائے ان کی دیواروں کی اینٹیں سونے اور چاندی کی تھیں۔ اور اسکا گارا مشک اور زعفران سے تھا اسکی سڑکیں اور راستے زمرد، یاقوت، اور بلور سے بنے ہوئے ہیں۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۷۵۔ مسند دارمی ص ۳۸۱) ان کی صفائی ایسی جیسے شیشہ ہو کہ ظاہر اور اندر سے یکساں نظر آئے انکا عرض ستر ہزار برس کی راہ ہے۔ اور بلندی ان کی ستر ہزار برس کی راہ تھی۔ کنگرے ان کے موتی سفید کے اور بعض جواہر کے تھے۔ جو سورج کیطرح اور ان میں بعض چاند کی طرح جگمگاتے تھے۔ (معارج)

نورانی مکان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب معراج کی رات آسمان پر گذرا وہاں نور کا شہر دیکھا

جسکی وسعت جہان دنیا سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ اس کے لاکھ دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے کے سامنے خدا کی رحمت سے ایک باغ آراستہ ہے۔ اور ہر باغ میں ایک بالا خانہ ہے۔ اور ہر بالاخانہ میں نور کا ایک گھر ہے۔ اور ہر گھر میں نور کے ستر مکان ہیں۔ اور ہر مکان میں نور کا ایک کمرہ ہے۔ اور ہر کمرہ میں نور کی عمارت ہے۔ اور ہر عمارت میں چار سو دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے میں دو کواڑ ہیں۔ ایک سونے کا ہے اور دوسرا چاندی کا اور ہر دروازے کے سامنے نور کا ایک تخت ہے۔ اور ہر تخت پر نور کا ایک فرش ہے۔ اور ہر فرش پر ایک حور ہے۔ اگر اس کی انگلی کا پورا ظاہر ہو جائے تو اسکی روشنی سورج اور چاند کو ماند کر دے میں نے (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) پوچھا یہ کن لوگوں کیلئے ہے جواب ملا جو دن رات میرا ذکر کرتے ہیں۔ اور میرے پاس ان کیلئے اور بھی بہت کچھ ہے۔ اور میں بہت دینے والا ہوں۔

(درۃ الناصحین صفحہ ۸۳)

حوریں فرمایا کہ ہر مکان میں ستر ہزار حجرے تھے۔ اور ہر حجرہ میں سونے اور یاقوت اور موتی

یہ تخت بچھے ہوئے تھے۔ ان پر زربفت کے سائبان تنے ہوئے تھے۔ اور ان تختوں پر ستر ہزار ریشمی فرش تھے۔ اس پر ایک نہایت خوبصورت حور جو بہشتی لباس پہنے ہوئے عطر لگائے ہوئے، جواہر سے جڑا ہوا تاج سر پر رکھے ہوئے خرم و خنداں بیٹھی ہوئی تھی۔ ہر ایک حور کی چالیس ہزار خوشبودار زلفیں تھیں۔ اور ستر ہزار اقسام کے زیورات سے آراستہ اور ان زیوروں کی چھن چھن سے ستر ہزار طرح کی آواز سنائی دیتی تھی۔ وہاں بہ کثرت خیمے تھے۔ جن میں حوریں یہ گانا گاتی تھیں

نَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْؤُسُ اَبَدًا — نَحْنُ الشَّاهِدَاتُ فَلَا نَهْتَمُّ اَبَدًا

ہم نعمت میں ہیں کبھی مفلس نہ ہوں گی — ہم خوش ہیں کبھی مغموم نہ ہوں گی

نَحْنُ الْكَاسِيَاتُ فَلَا نَعْرٰى اَبَدًا — نَحْنُ الشَّابَّاتُ فَلَا نَهْرَمُ اَبَدًا

ہم کپڑے پہنے ہوئے ہیں کبھی برہنہ نہ ہوں گی — ہم جوان ہیں کبھی بوڑھی نہ ہوں گی

نَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ اَبَدًا — نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ اَبَدًا

ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی — ہم ہمیشہ ہیں کبھی فنا نہ ہوں گی

طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهٗ

مبارک ہے اس کو جو ہمارے لئے ہے اور ہم اس کیلئے ہیں

چار نہریں

وَرُوِیَ اَنَّ الْمُصْطَفٰی رَاٰی لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ قُبَّةً مِنْ دُرَّةٍ بَیْضَاءَ لَهَا بَابٌ مِنْ ذَهَبٍ وَقُفْلٌ مِنْ ذَهَبٍ لَوْ اَنَّ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی تِلْكَ الْقُبَّةِ لَكَانُوْا كَطَیْرٍ عَلٰی رَأْسِ جَبَلٍ فَاَرَادَ اَنْ یَرْجِعَ فَقِیْلَ لَهٗ لِمَ لَا تَدْخُلُهَا قَالَ لِاَنَّهَا مَقْفُوْلَةٌ فَقِیْلَ مِفْتَاحُهَا مَعَكَ وَهُوَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَانْفَتَحَتْ فَرَاٰی فِیْهَا اَرْبَعَةَ اَنْهَارٍ نَهْرٌ مِنْ مَاءٍ غَیْرِ آسِنٍ اَیْ غَیْرِ مُتَغَیِّرٍ یَخْرُجُ مِنْ مِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَنَهْرٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ یَخْرُجُ مِنْ هَاءِ الْجَلَالَةِ وَنَهْرٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِیْنَ یَخْرُجُ مِنْ مِیْمِ الرَّحْمٰنِ وَنَهْرٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّی یَخْرُجُ مِنْ مِیْمِ الرَّحِیْمِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا مُحَمَّدُ مَنْ ذَكَرَنِیْ مِنْ اُمَّتِكَ بِهٰذِهِ الْاَسْمَاءِ سَقَیْتُهٗ مِنْ هٰذِهِ الْاَنْهَارِ (مصباح الظلام ج ا ص) اور روایت کی گئی ہے ۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات سفید موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک قبہ ملاحظہ فرمایا۔ جس کا دروازہ اور تالا بھی سونے کا تھا۔ وہ قبہ اتنا بڑا تھا۔ کہ

اگر تمام جن وانس اس قبہ پر جمع ہو جائیں - تو یہ اس طرح ہوں گے - جیسا کہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک پرندہ ہو - آپ نے وہاں سے لوٹنے کا ارادہ فرمایا کہا گیا آپ اس قبہ کے اندر کیوں نہیں جاتے اور واپس کیوں ہو رہے ہیں؟ آپ نے کہا کہ اسکو تالا لگا ہوا ہے - کہا گیا اس کی چابی آپ کے پاس ہے - وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے - پھر آپ نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم تو فوراً تالا کھل گیا - آپ نے وہاں چار نہروں کو نکلتے دیکھا ایک نہر تو ستھرے پانی کی کہ بدبودار نہ ہو جو کہ اللہ کے لفظ کی ھا سے نکلتی تھی اور ایک نہر شراب کی تھی - جس میں پینے والوں کے لئے لذت جو کہ الرَّحْمٰن کی میم سے نکلتی ہے اور ایک نہر صاف اور ستھری شہد کی ہے - جو کہ الرَّحِیْم کی میم سے نکلتی ہے - پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے میرے پیارے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو شخص آپ کی امت سے مجھ کو ان اسماء سے یاد کرتا ہے - میں اسکو ان چار نہروں کے مشروبات پلاؤنگا

(مصباح الظلام ج ۱ ص۳)

باغات

پھر نہروں کے کناروں پر خصوصاً اور دوسرے

مقامات پر عموماً باغات تھے۔ جن میں درخت اتنے بڑے تھے کہ ستر سال تک تیز رفتار سوار اسکے سایہ کو عبور نہ کر سکے گا۔ ان درختوں کی جڑیں سونے کی، ٹہنیاں یاقوت، لؤلؤ اور زبرجد کی تھیں، ان کے پتے سندس، حریر اور دیباج کے تھے، ہر درخت پر ستر انواع کے میوے تھے، جس وقت کوئی جنتی اس میوہ کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے تو شاخ جھک کر سامنے آجائے اور اگر میوہ کھانے کی آرزو ہو تو فوراً میوہ ٹوٹ کر نورانی طبق میں دھرا ہوا سامنے آجائے جتنا جی چاہے تناول کر کے باقی ماندہ درست اور سالم ہو کر اڑ کر اپنی جگہ پر چلا جائے گا۔

پرندے ان درختوں پر خوشنما پرندے تھے۔ جنت کے ہر نمونے ان میں موجود تھے ہزارہا انواع کے آواز سے گاتے ہوئے گزریں گے۔ جب جنتی کہیں گے کہ اے پرندے! تیری آواز زیادہ دلکش ہے یا صورت؟ تو پرندہ کہے گا ان دونو سے میرا گوشت زیادہ عمدہ ہے۔ اتنے میں اس پرندہ کا گوشت بریانی شدہ اس کے سامنے آجائے گا جتنا چاہے گا اس سے کھائے

گا۔ پھر وہ باقی ماندہ درست اور سالم پرندہ ہو کر اڑ کر چلا جائے گا۔ (معارج ج ۲ ص ۱۸۶)

محبوب کی رضا

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب میں سب مکانات، اور حوریں دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالایا۔ حق تعالےٰ نے فرمایا اَے میرے حبیب (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کے مکانات دیکھ کر راضی ہو گئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں تیرا بندہ ہوں ناخوشی کی کیا مجال ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے۔ یہ سب نعمتیں میں نے تیرے دوستوں کے لئے پیدا کی ہیں۔ اور تیرے دشمنوں پر حرام کی ہیں۔ اب جا کر دوزخ میں اپنے دشمنوں کے ٹھکانے ملاحظہ کرو۔
(ریاض الازہار ص ۲۳۱)

دوزخ کا دروازہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب میں بہشت کی نعمتیں دیکھ

چکا تو پھر دوزخ کی سختیاں دیکھنے کے لئے میں روانہ ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ہمراہ ہو لئے تھے۔ جب دوزخ کے دروازہ پر پہنچے تو اس کا نام باب الامان تھا کہتے ہیں کہ تمام مکونات زمین و آسمان نے اللہ تعالٰے سے امان طلب کی تو ان سب کو امان دینے کے لئے یہ دروازہ وجود میں آیا۔ کہتے ہیں کہ یہ دروازہ بحکم خداوندی اس کے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک کے اشارہ سے کھل گیا تو دیکھا کہ دروازہ کافور سے بنا ہوا ہے۔ جکی وسعت کا اندازہ عرش سے فرش تک پہنچا ہوا ہے۔

مالک خازن نار

ایک ہیبت ناک اور بارعب فرشتہ نظر آیا جس کے آگے سخت مزاج انیس 19 فرشتے ماتحت کھڑے تھے۔ جن کے ہاتھوں میں آگ کے گرز تھے۔ ان کے نتھنوں سے آگ کے شعلے بھڑکتے تھے۔ اور یہ تسبیح کہتے تھے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَجُوْدُ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ مالک خازن نار ہے۔ آپ نے اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور تعظیم کیلئے اٹھا اور خوشخبری سنائی جو کوئی آپ کی اتباع

کریگا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ اور آپ کے نا فرمانوں کے لئے یہ دوزخ تیار ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے استدعا کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی سیر کرائیے۔ تب مالک نے عرض کی یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے قدموں کے نیچے نظر فرمائیے۔

آپ نے نظر فرمائی تو حجابات دور ہو گئے۔ اور سب کچھ مکشوف ہوا پھر مالک نے ایک فرشتہ کو کہا جس کے نتھنوں سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ اور آگ کی چرخیاں ہاتھ میں لئے ہوئے گھما رہا تھا۔ اے موحائیل! جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھا اور دوزخ کا سرپوش اٹھا لے فرمایا اُسے دیکھا تو بہت ہی سیاہ نظر آئی فرشتے نے کہا جب دوزخ کو پہلے بنایا گیا تو سرخ رنگ تھا جب ہزار سال جلائی گئی تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ جیساکہ اب دکھائی دے رہا ہے :-

عذاب کے اقسام

اس میں بہت اقسام کے عذاب اور انواع کی سزائیں ہیں۔ مثلاً ہادیہ کو دیکھا تو وہاں بد صورت اور سخت دل فرشتے

اس قدر کثرت سے تھے۔ کہ انکی گنتی خدا ہی جانتا ہے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کی مقراض تھی۔ اور وہاں دو کنویں تھے۔ ایک کا نام جب الحزن تھا۔ (غم کا کنواں) اور ایک کا نام طینۃ الخبال تھا (زہریلے کیچڑ کا کنواں) لوگوں کو ایک کنواں سے دوسرے کنواں میں ڈالا جارہا تھا وہ لوگ فریاد کرتے۔ مگر ان پر کوئی رحم نہ کرتا۔ اس کے بعد آگ کے صندوق نظر آئے جن کو تالے لگے ہوئے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ ان میں بے شمار بچھو اور سانپ ہیں۔ ان میں وہ لوگ بند ہیں جو کہ ظلم اور تکبر کرتے تھے اور سرکش تھے۔ اس کے بعد آگ کے جنگل مشاہدہ فرمائے کہ اس میں آگ کے درخت تھے اور وہاں آگ کی چکیاں تھیں۔ جن میں دوزخیوں کو پیسا جارہا تھا۔

دوزخ کے طبقے

دوزخ کے سات طبقے تھے اور ہر طبقے پر ایک داروغہ مقرر تھا۔ مثلاً ۱ جہنم کے طبقہ پر صوحائیل داروغہ مقرر ہے، ۲ سعیر پر طوقائیل، ۳ حطمہ پر طرفائیل ۴ لظی پر شرطائیل ۵ سقر پر وسطائیل ۶ جحیم پر طوفسطائیل

کے ہاویہ پر طمطائیل خازن مقرر تھے۔ ان سب میں سخت تر طبقہ ہاویہ ہے۔ جو کہ سب سے نیچے ہے۔ اور اسکو اسفل السافلین بھی کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کے بعد میں نے مالک سے پوچھا کہ یہ ساتواں طبقہ جس کا نام ہاویہ ہے کن لوگوں کے لئے ہے۔ اس نے کہا کہ یہ طبقہ فرعون، ہامان، نمرود اور اصحاب مائدہ اور منافقین کے لئے ہے۔ اس کے بعد چھٹے طبقہ کا حال دریافت کیا تو مالک نے کہا کہ اس میں وہ لوگ رہتے ہیں۔ جنہوں نے خدا کے ساتھ شرک کیا۔ بعد ازاں پانچویں طبقہ کی بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ اس میں شیطان اور اس کے پیروکار اور آتش پرست رہتے ہیں۔ پھر چوتھا طبقہ کا قصہ دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ اس میں وہ یہودی لوگ رہتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی پھر دوسرے طبقہ کی بابت آپ نے پوچھا تو بتایا کہ اس میں وہ نصرانی رہتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی:۔

طبقہ جہنم کا حال

اس کے بعد آپ نے اوپر والے پہلے طبقہ کے بارہ میں سوال کیا۔ جس کا نام جہنم ہے۔ اور وہاں اگرچہ دوسرے طبقات کی بہ نسبت عذاب بہت کم تھا۔ لیکن اس میں ستر ہزار دریا آگ کے رواں تھے۔ اگر ذرہ برابر بھی ان کا شور دنیا میں سنائی دے تو کوئی جاندار زندہ نہ رہے۔ اور اگر آسمان وزمین کے برابر کوئی چیز اس میں ڈال دیں پھر فرشتہ کو حکم ہو تو ہزار برس تک اس کو تلاش نہ کر سکے۔ تب مالک نے شرم سے سر کو جھکا لیا اور آپ کے سوال کا کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مالک کو شرم حائل ہے۔ کہ عرض نہیں کر سکتا اور کہتا ہے کہ مجھے معاف فرمایئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مالک! شرم نہ کرو اور جو حال ہو تفصیل سے بیان کرو شاید آج کوئی بندوبست ہو سکے تب مالک نے رو کر عرض کیا اے سید دو عالم! اے فخر بنی آدم! (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ جگہ آپ کی گنہ گار امت کے لئے ہے۔ آپ ان کو نصیحت فرمائیں کہ ایسے خطرناک طبقہ سے ڈریں۔ ورنہ قیامت کے دن مجھے عذاب خفیف کرنے

کی کوئی طاقت نہ ہوگی اور میں اس دن گنہ گاروں پر رحم نہ کروں گا نہ بوڑھوں کے سفید بالوں پر رحمت کروں گا۔ اور نہ جوانوں کے حالات پر شفقت کروں گا:۔

شفاعت کی بشارت

اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناجات کی

اَئے خداوندا! میری امت کے لوگ نہایت ناتواں ہیں ان عذابوں کو برداشت نہیں کر سکیں گے اَئے خداوندا! تو غفور الرحیم ہے مجھے ان سب کا پیشوا بنا دیا ہے۔ میری عزت کی لاج رکھ تب اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہوا۔ اَئے میرے حبیب (صلے اللہ علیہ وسلم) میرے نزدیک تیری عزت بہت ہے۔ قیامت کے دن تیری شفاعت سے اتنے لوگوں کو بخشدوں گا کہ تو خوش ہو جائے گا (معارج ج ۳ صــ)

بارگاہ الٰہی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم

بہشت اور دوزخ کے عجائب اور غرائب مشاہدہ کرنے کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے

حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا۔ اَتَاْذَنَ لِیْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ نَعَمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کیا تیری

اجازت ہے۔ کہ میں اللہ تعالےٰ کے پاس واپس چلا جاؤں
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی۔ ہاں یارسول اللہ!
صلے اللہ علیہ وسلم القصہ آپ مکرر پھر بارگاہ الہی میں واپس
ہو گئے۔ تو خطاب آیا اے میرے حبیب! صلے اللہ علیہ
وسلم یہ بتلا دیئے میرے بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کی
مصیبتیں دیکھ لی ہیں؟ آپ نے کہا کہ ہاں اے خداوندا!
تیرے بہشت کی نعمتیں بے شمار ہیں اور دوزخ کے
شدائد بھی گفتی سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ
اب واپس جاؤ اور دنیا میں لوگوں کو بہشت کی رغبت
اور دوزخ سے نفرت دلاؤ اور جب آپ کو کوئی غم لاحق
ہو تو آپ مجھے یاد کرنا کہ میں تیرے نزدیک ہوں اور مظلوم
کی آہ سے پرہیز کرنا کہ اس کی دعا جلد اثر کرتی ہے،
دنیا کے مصائب و آلام پر صبر کرنا کہ دنیا بے وفا اور
بے بقا ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
بارگاہ خداوندی آداب بجالا کر یہ دعا پڑھی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ
اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ
سَخَطِكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً لَكَ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ

اس کے بعد آپ نے بارگاہ احدیت سے مراجعت فرمائی
راستہ پر عرش مجید نے تہنیت کی رسم ادا کی پھر سدرۃ
المنتہیٰ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمراہ ہوئے ملائکہ کروبیاں
کی آفرین اور ۲۰۰ ہا پر سنتے ہوئے چھٹے آسمان پر جلوہ گر ہوئے
(یہ سب مضمون مذکورہ بالا بہشت اور دوزخ کا معارج
سے ماخوذ کیا ہے (صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۶ تا ۱۹۲ ج ۳)

پچاس سے پانچ نمازیں

حدیث شریف میں ہے - کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا کہ جب میں واپس ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
پر گذر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا میں نے کہا
کہ پچاس نمازوں کا دن رات میں حکم ہوا - انہوں نے فرمایا
کہ آپ کی امت سے پچاس نمازیں ہرگز دن رات میں نہ
پڑھی جائیں گی خدا کی قسم ! میں آپ سے پہلے لوگوں
کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا
ہوں اپنے رب کے پاس (یعنی اس مقام پر جہاں حکم
ہوا تھا) واپس جایئے اور امت کیلئے تخفیف کی درخواست
کیجئے - میں واپس ہو گیا - پھر عرض کیا - یَارَبِّ خَفِّفْ

اُمّتی اے میرے رب! میری امت پر تخفیف فرمایئے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ نمازیں کم کر دیں پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ اب مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تیری امت اس کی بھی طاقت نہ رکھ سکے گی آپ اللہ تعالیٰ کے پاس واپس جایئے اور تخفیف کا سوال کیجئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اسی طرح اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پانچ نمازیں ہیں دن اور رات میں اور ہر نماز دس کے برابر ہے۔ تو پچاس ہی ہو گئیں (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۱) اور روایت میں ہے حق تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس روز آسمان و زمین پیدا کیا تھا آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں سو آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں اور اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں مگر ان سے نہ ہو سکتی تھیں اور اس کے آخر میں

یہ ہے کہ پانچ ہیں برابر پچاس کے سو آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں آپ فرماتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے پختہ بات ہو گئی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انھوں نے کہا کہ پھر جائیے اور تخفیف کرائیے مگر میں پھر نہ گیا (نسائی شریف ج ۱ ص۴۸) بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں ثواب میں پچاس کے برابر ہیں میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی (یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی اور پچاس نمازوں کا بدلنا ہی مقدر تھا۔ اس لئے اس میں تبدیلی نہیں ہوئی (مشکوٰۃ شریف) اور بخاری شریف میں ہے دس دس نمازیں کم کرنے کی روایت ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ جب ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت کے بعض لوگ ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکیں گے اور میں آپ کے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور

اپنی امت کیلئے اور تخفیف مانگئے آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا گو پھر بھی عرض کرنا ممکن ہے۔ لیکن اب میں راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ جب وہاں سے آگے بڑھا ایک پکارنے والے نے حق تعالےٰ کی طرف سے پکارا میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۵)

(ف)، اور دس دس کم ہونے کے معنی یہ ہونگے کہ دو دو بار میں دس دس کی کمی ہوئی لہذا اس روایت کو پانچ پانچ کے کم ہونے کی روایت سے تعارض نہ رہا (مرقاۃ شریف ج ۵ ص ۳۰۴)

فہرست پچاس نماز

سیرت نگار لکھتے ہیں۔ کہ وہ پچاس نماز جو ابتداءً فرض کی گئی اس سے مراد یہی عبادت ہے۔ جو خاص نیک لوگوں کا دن رات میں وظیفہ ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے۔

سنت فجر[۱]، فرض فجر[۲]، چار رکعت[۳ تا ۴] سنت ظہر (اس بنا پر کہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے۔ فرض ظہر[۵]، دو رکعت[۶] سنت بعد ظہر، دوگانہ نفل[۷] بعد ظہر، چار سنت[۸، ۹] غیر مؤکدہ قبل عصر

فرض عصر، فرض مغرب، دوگانہ سنت بعد مغرب، دوگانہ
نفل بعد نماز مغرب، چار رکعت سنت غیر مؤکدہ قبل عشاء
فرض عشاء، دوگانہ سنت بعد عشاء- دوگانہ بعد عشاء
نماز وتر، دوگانہ نفل بعد وتر، بارہ رکعت یعنی چھ دوگانہ
نفل نماز تہجد، چار رکعت یعنی دوگانہ نفل نماز اشراق،
بارہ رکعت یعنی تین دوگانہ نفل نماز اوابین جو مغرب کی نماز
کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔ پانچ دوگانے نفل نماز تحیۃ الوضوء جو
پانچ وقت ہر دفعہ تازہ وضو کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔
پانچ دوگانے نماز نفل تحیۃ المسجد جو پانچوں اوقات مسجد میں
داخل ہونے کے بعد نوافل پڑھی جاتی ہیں۔ پانچ دوگانہ نماز
نفل جو پانچوں اوقات اقامت اور اذان سے درمیان ہیں
(اس کو نماز مابین الاقامت والاذان کہتے ہیں)
صلوٰۃ التسبیح۔ نماز استخارہ، نماز توبہ، نماز حاجت
معارج النبوۃ ج ۳ صفحہ ۱۹۴)

(ف) یہ پچاس نمازیں ہیں۔ جن میں سے پانچ کی فرضیت بحال
ہے اور باقی ماندہ کی فرضیت منسوخ ہے۔ پھر واجب ہو
یاسنت مؤکدہ یاسنت غیر مؤکدہ یا نفل ہو عام ہے:-

امام غزالی کا مکالمہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقی ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل جو آپ نے کہا ہے۔ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہٗ و مغفرتہٗ وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو آپ (امام غزالی) نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالےٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا۔ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّاُ عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (الآیۃ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اُدُبْ یَا غَزَالِیُّ" ادب کرو اے غزالی (شمائم امدادیہ ص ۴۳)

شاہ عبدالعزیز صاحب پرہاروی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ امام قطب زماں ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے

خواب میں دیکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ فخر فرما رہے ہیں۔ کہ کیا آپ کی امتوں میں غزالی جیسا کوئی عالم ہے۔ بعض لوگ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا انکار کرتے تھے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں اُن کو کوڑے لگائے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو کوڑوں کا اثر ان کے جسم پر تھا۔ (نبراس صـ ۳۸۸)

فلسفہ فرضیت نماز

معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت کیلئے نماز جیسی عبادت تحفہ ملا اس میں علماء کرام کئی راز و رموز اور نکات بیان کرتے ہیں۔ کہ نماز ان ارکان مخصوصہ کے ساتھ کیوں فرض کی گئی (۱) علامہ محمد بن اسمعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ اِنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کَانَ یُصَلِّیْ کُلَّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ مَا یَبْلُغُ اِلٰی خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً وَفْقَ مَا فُرِضَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ یَعْنِیْ کَانَ یُصَلِّیْ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ مِائَۃَ رَکْعَۃٍ (روح البیان ج ۲ صـ ۳۳۴) دن رات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پچاس نمازیں پڑھتے تھے۔ جس طرح

کہ معراج کی رات میں نمازوں کی تعداد فرض ہوئی یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دن رات میں فرائض اور نوافل کا مجموعہ سو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

(ف) علامہ حقی رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دن رات کا معمول اللہ تعالےٰ کو پسند آیا جیسا کہ محب کو محبوب کی ادا پیاری لگتی ہے۔ اس لئے آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں اس سے امت کو سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ کو آپ کی ہر ادا پیاری ہے۔ تو ہم کو بھی آپ کے عادات و اطوار پیارے ہوں گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر ادا کو پیارا سمجھنا بظاہر گرچہ سنت رسول ہے۔ کہ آپ کی اقتداء کی جا رہی ہے۔ مگر درحقیقت غور کرو تو یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے

(۲) علامہ عبدالباقی زرقانی اس کی توضیح یوں رقم فرماتے ہیں۔ لَمَّا عُرِجَ بِهٖ رَاٰى فِىْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ تَعَبُّدَ الْمَلٰئِكَةِ وَاَنَّ مِنْهُمُ الْقَائِمُ فَلَا يَرْكَعُ وَالرَّاكِعُ فَلَا يَسْجُدُ وَالسَّاجِدُ فَلَا يَقْعُدُ فَجَمَعَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِاُمَّتِهٖ تِلْكَ الْعِبَادَاتِ كُلَّهَا فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ يُصَلِّيْهَا الْعَبْدُ بِشَرَائِطِهَا مِنَ الطُّمَانِيْنَةِ

وَالْإِخْلَاصِ (زرقانی شرح مواہب ج ۶ ص۱۲۳) جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج ہوئی آپ نے اس رات میں فرشتوں کو عبادت کرتے دیکھا بعض ان میں سے قائم تھے رکوع نہیں کرتے تھے، بعض رکوع میں جھکے ہوئے تھے وہ سجدہ نہیں کرتے تھے، بعض سجدہ میں پڑے ہوئے تھے اور وہ قعدہ نہیں کرتے تھے، پس اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے اور آپ کی امت کیلئے ان تمام انواع کی عبادتوں کو ایک رکعت میں یک جا کر دیا تاکہ اطمینان و سکون اور اخلاص کے ساتھ تمام شرائط ملحوظ کر کے بندہ کو چاہیئے کہ نماز پڑھتا رہے۔

(ف) علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا مقصود یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرشتوں کو جب عبادت کرتے دیکھا تو آپ کو یہ عبادت پسند آئی پھر اللہ تعالےٰ کو بھی آپ کی پسندیدہ چیز پسند آئی اس لئے دربار الٰہی سے آپ کو وہ تحفہ عطا ہوا۔ جو آپ کو پسند آیا گویا اس میں محبوب کی رضا ملحوظ تھی۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے۔ كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَأَنَا أَطْلُبُ رِضَاءَكَ يَا مُحَمَّدُ۔ تمام میری رضا چاہتے ہیں۔ اور میں اے (پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تیری رضا

کا طلبگار ہوں ۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم — خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ
بہم وصل پائے یہاں وصل ابد کا — رضائے خدا ہے رضائے محمد ﷺ

(۳) علامہ معین الدین ہروی یوں رقم طراز ہیں۔ کہ حق سبحانہ نے ارشاد فرمایا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں نے تمہاری رکوع، سجود، تشہد، قراءت، تسبیح اور تہلیل مقرر کی ہے۔ تاکہ جتنی عبادتیں آسمان و زمین کی فرشتوں کی ہیں۔ سب اس میں داخل ہو جائیں۔ تاکہ تیری امت کو قیام میں تمام فرشتوں کے قیام کا ثواب مل جائے اور رکوع میں تمام فرشتوں کے رکوع کا ثواب اور سجود میں تمام فرشتوں کے سجود کا ثواب اور تشہد میں تمام فرشتوں کے تشہد کا ثواب اور قرأت میں تمام فرشتوں کی قرأت کا ثواب اور تسبیح و تہلیل میں تمام فرشتوں کی تسبیح و تہلیل کا ثواب ہم نے دیا بلکہ اپنے فضل و کرم سے زیادہ درجہ عنایت کریں گے (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۹۳)

(ف) اس مضمون مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت پر اس قدر شفقت ہے اور ان کو ایسی عبادت عطا فرمائی کہ جس میں ان کو زیادہ

ثواب حاصل ہو سکے اور وہ نماز ہے۔ کہ نمازی کو ہر ارکان کی ادائیگی میں آسمان کے فرشتوں کی عبادت کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔

کلیمی مشورہ کے اسرار

حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر موجود ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشورہ دیتے ہیں کہ آپ نمازوں میں اور تخفیف کرائیے حتیٰ کہ تخفیف ہوتے ہوتے جب پانچ نماز تک نوبت پہنچی تب بھی حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کہتے رہے کہ آپ پھر خدا کے پاس جاکر تخفیف طلب کرو کہ آپ کی امت اس قدر بھی برداشت نہ کر سکے گی۔ اس مشورہ میں کیا اسرار ہیں؟

(۱) وسیط میں لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ دنیا سے رحلت کرنے سے پہلے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوگی۔ چنانچہ معراج کی رات یہ وعدہ پورہ کیا گیا اور اس کی یاد دہانی میں بطور تاکید حکم ہوا کہ آپ اس ملاقات میں شک نہ کریں (کیونکہ سچی حقیقت ہے) اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو معراج میں لے گئے تو آپ نے عروج اور نزول دونو وقت
میں حضرت موسٰی علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔
(تفسیر حسینی ج ۲ ص ۱۹۲) اور وہ وعدہ قرآن مجید میں مذکور
ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَائِہٖ
وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (پ ۲۱ ع ۱۶) تحقیق ہم
موسٰی علیہ السلام کو کتاب (تورات) عطا کی جس طرح آپ کو
قرآن عطا کیا۔ پھر آپ موسٰی علیہ السلام کے دیکھنے میں شک
نہ کریں۔ اور ہم نے موسٰی علیہ السلام پر اتاری ہوئی کتاب
تورات کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت اور راہ دکھانے والی بنایا ہے
(۲) کہتے ہیں کہ جب حضرت موسٰی علیہ السلام سے کوہ طور پر
خدا تعالے نے کلام کیا۔ کلام ربانی کی لذت سے اس کے
دیدار کی آرزو کی اور کہا رَبِّ اَرِنِیْ اے میرے رب مجھے اپنا
دیدار عطا فرمایئے تاکہ میں آپکو دیکھوں۔ اللہ تعالے نے فرمایا
لَنْ تَرَانِیْ آپ مجھے نہ دیکھ سکیں گے (پ ۹ ع ۷) علامہ عبدالرحمٰن
صفوری تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو حکم ہوا
کہ میرا دیدار ایک یتیم (حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کا
حق ہے۔ اس لئے اس دنیا میں آپ دیدار کا سوال نہ کریں:-

ہاں اگر دیدار چاہتے ہو تو اسے اچھے طریقہ سے دیکھو وہ یہ ہے -
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج دیکھ لینا کیوں کہ
وہ مجھے دیکھے گا اور آپ اس کو دیکھ لیں - اور یوں حکم ہوا -
لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کہ آپ یتیم کے مال کے
پاس نہ جائیں مگر کسی اچھے طریقہ سے (اگر یاد رہے اس طور پر
آیت کی تفسیر کرنا تحریف سے خالی نہیں بلکہ مستقل بالذات یہ
عربی عبارت کا ایک جملہ تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو القاء ہوا جو کہ
قرآن مجید کی آیت واقعہ پ۸ ع ۵ اور پ۱۵ ع ۴ کے مشابہ
ہوگیا) علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں -
اَبْدٰی بَعْضُ الشُّیُوْخِ حِکْمَۃً لِاخْتِیَارِ مُوْسٰی تَکْرِیْرَ تَرْدَادِ النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمَّا کَانَ مُوْسٰی قَدْ سَأَلَ الرُّؤْیَۃَ
فَمُنِعَ وَعَرَفَ اَنَّھَا حَصَلَتْ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَصَدَ
بِتَکْرِیْرِ رُجُوْعِہٖ تَکْرِیْرَ رُؤْیَتِہٖ لِیَرٰی مَنْ رَّاٰی کَمَا قِیْلَ
لَعَلِّیْ اَرَاھُمْ اَوْاَرٰی مَنْ رَّاٰھُمْ (فتح الباری
ج ا ص ۳۹۱) بعض بزرگوں نے اس کی یہ حکمت ظاہر فرمائی
ہے - کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ کے پاس
بار بار آنے جانے کا مشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیوں

دیتے رہے۔ تو ان بعض بزرگوں نے کہا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے دیدار کی درخواست کی اور اس سے منع کئے گئے۔ اور انہوں نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ دیدار حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بار بار آنے جانے سے ان کا بار بار دیدار مطلوب مقصود تھا۔ تاکہ اس کو دیکھیں جس نے خدا کو دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے

ع امید ہے کہ میں انکو دیکھ لوں گا یا ان کو دیکھ لوں جنہوں نے اسکو دیکھا ہے۔ (ترجمہ از فتح الباری ج ۱ صفحہ ۳۹)

اس بارہ میں حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کا کلام ملاحظہ فرمائیے ؎

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اِک مورت تھیں وِچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

(۳) امام سہیل سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے

اِنَّ مُوسٰی عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ دَعَا اللہَ اَنْ یَّجْعَلَہٗ مِنْھُمْ فَکَانَ اِشْفَاقُہٗ عَلَیْھِمْ کِنَایَۃً مَنْ ھُوَ مِنْھُمْ ۔

عمدۃ القاری ج ۷ صفحہ ۲۰ ۔ نسیم الریاض ج ۲ صفحہ ۲۶)

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی تھی

کہ اللہ تعالےٰ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت بنائے۔ اس لیئے ان کو آپ کی امت سے محبت تھی۔ اور بار بار آپ سے تخفیف کی درخواست کرتے رہے گویا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے ہیں ؎

چوں بشانش نگاہ موسیٰ کرد
شدن از امتش تمنا کرد

نسخ اور شفاعت میں فرق

ابو جعفر نحاس رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں پچاس نمازوں سے پانچ ہو جانا شفاعت پر مبنی ہے۔ اس کو نسخ نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ عبادت عمل میں لانے سے پہلے نسخ نہیں ہو سکتی اور خصوصاً احکام کا زمین پر نازل ہونے سے پہلے اور مخاطبین کے پاس پہنچنے سے پہلے کوئی بھی نسخ کا قائل نہیں۔ وَهٰذَا اِنَّمَا شَفَاعَةٌ شَفَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمَّتِهٖ اور یہ شفاعت ہے جو شفاعت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اس کو نسخ کہا جائے گا کیونکہ آپ پر تبلیغ واجب تھی۔ کہ پچاس نماز کا حکم امت کو سنا دیں تو آپ سے تبلیغ کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اور امت سے کوئی حکم منسوخ

نہیں ہوا کیوں کہ جب تک مامور تک حکم نہ پہنچے اس کو نسخ نہیں کہا جاتا اور شفاعت نسخ کا سبب تھی اس لئے اس مسئلہ کو شفاعت سے مناسبت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷)

معراج سے واپسی

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ النَّجْمُ ھُوَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوِیُّہٗ نُزُوْلُہٗ مِنَ السَّمَاءِ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ وَجُوِّزَ عَلٰی ھٰذَا اَنْ یُّرَادَ بِھُوِیِّہٖ صُعُوْدُہٗ وَعُرُوْجُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلٰی مُنْقَطَعِ الْاَیْنِ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نجم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں اور ھَوٰی سے مراد معراج سے اترنا ہے۔ اور اس سے یہ بھی جائز ہے کہ ھَوٰی سے مراد معراج پر جانا ملحوظ ہو اور آپ کا اوپر چڑھنا اور لامکان تک معراج کرنا مراد ہے (روح المعانی پ ۲۷ ص ۳۸۔ اللہ تعالٰی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج پر آنے جانے کی قسم اٹھائی ہے) امام دمیری لکھتے ہیں کہ روایت ہے کہ معراج براق پر ہوا۔ اور نزول بغیر براق کے ہوا۔ اس لئے کہ عروج میں آپکا براق پر سوار ہو کر جانا۔ ایک شان ظاہر کرنے کے لئے

تھا - ورنہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے سامنے سواری کی کیا ضرورت تھی - اور بعض نے کہا ہے کہ نزول بھی براق پر ہُوا - گرچہ حدیث شریف میں اس کا تذکرہ نہیں ہے - جس طرح قرآن مجید میں ہے - وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ (پ ۱۴ ع ۱۷) اور تمہارے لئے کرتے بنائے جو تم کو گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں (یہاں نص میں گرمی کا ذکر ہے اور سردی کا ذکر نہیں مگر معنی میں مراد ہے - اس طرح یہاں حدیث شریف میں براق پر سوار ہو کر جانے کا بیان ہے - اور واپسی میں براق پر سوار ہو کر آنا گو عنوان میں ملفوظ نہیں - مگر معنوں میں ملحوظ ہے) حیواۃ الحیوان ج ۲ ص ۳۰۶

جابلقا اور جابلسا

روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کو یاجوج اور ماجوج کے پاس لے گئے آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے قبول نہ کیا - اور سب جہنم کا ایندھن بن گئے - اس کے بعد ایک شہر میں گذرے - جو دنیا کے مشرق میں واقع ہے - سریانی زبان میں اس کا نام برقیسا ہے - اور عبرانی میں جابلقا ہے - اور پھر ایک شہر سے گذرے جو مغرب میں ہے - اس کا نام سریانی زبان میں برجلیسا ہے - اور عبرانی

زبان میں جابلسا ہے - آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی - اور انہوں نے اسلام قبول کیا - اس کے بعد تین فرقوں پر گذر ہوا ایک کا نام منسک ، دوسرے کا نام تادیل تیسرے کا نام تاویس ہے جا انہوں کو آپ نے اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا (معارج ج ۳ ص ۱۹۵) سہ

سخن کز بہر دیں گوئی چہ عبرانی چہ سریانی
مکاں گز بہر حق جوئی چہ جابلقا چہ جابلسا

زمین پر ہبوط

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب آسمان دنیا پر واپس آیا تو رات ذرہ بھر کم نہ ہوئی تھی - میں نے تعجب کر کے کہا یہ کیسی اندھیری رات ہے - تو میرے لئے نور کا ستون ظاہر ہوا جس سے دنیا و مافیہا روشن ہو گئی (اخبار القرآن) نماز گزاردن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بانبیاء پیش از عروج و بعد ازاں در ہر حال ست (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۶۳) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نبیوں کے ساتھ (سلام ہو ان پر) نماز پڑھنا معراج سے پہلے اور معراج کے بعد ہر دو حال میں ثابت ہے -

(۲) جب آپکا صحرائے ذی طویٰ میں گزر ہوا تو آپ نے حضرت جبرئیل

علیہ السلام سے فرمایا کہ اس نرالے واقعہ کو کون مانے گا تو جبرئیل
علیہ السلام نے کہا آپ فکر نہ کریں سب سے پہلے ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ تصدیق کریں گے (معارج ج ۳ ص ۱۹۷)
(۳) جب آپ اپنی آرام گاہ پر تشریف لائے اِنَّ فِرَاشَہٗ
لَمْ یَبْرِدْ مِنْ اَثَرِ النَّوْمِ تاہنوز آپ کا بچھونا مبارک نیند کے اثر
سے سرد نہ ہوا تھا (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۲) قَدْ ذَهَبَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَاءَ وَلَمْ يَتِمَّ مَاءُ اَبْرِيْقِهِ انصبابًا تحقیق
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج پر گئے اور واپس آئے حالانکہ
آپ کے کوزہ سے جو پانی وضو کے وقت گرا تھا پوری طرح نہ
بہہ چکا تھا (روح البیان ج ۲ ص ۲۲) اور زنجیر حجرے کی
ہنوز ہلتی رہی تھی (تواریخ حبیب الٰہ ص ۲۸) ؎

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے
ہر مراد دلی حق سے ملتی رہی واپس آئے کلی دل کی کھلتی رہی
بستر ہ گرم ، زنجیر ہلتی رہی ، یہ عجب معجزہ آج کی رات ہے
معجزہ یہ محمد کا تحقیق ہے جس نے تصدیق کی ہے وہ صدیق ہے
اور جو منکر ہے ، جاہل ہے زندیق ہے وہ عدوِّ خدا آج کی رات ہے

تذکرہ واقعہ معراج

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ جب آپ کو معراج ہوئی آپ میرے گھر میں سوتے تھے۔ آپ نے عشا کی نماز پڑھی۔ اور پھر سو گئے۔ اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیدار کیا پھر جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی تب آپ نے فرمایا اے ام ہانی! میں نے آپ لوگوں کے ساتھ آج رات نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔ پھر میں بیت المقدس میں پہنچا اور وہاں نماز پڑھی اس کے بعد اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے۔ جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔ پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ باہر تشریف لے جائیں۔ اس وقت میں نے آپ کی چادر کا گوشہ پکڑ لیا اور کہا یا نبی اللہ! (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ یہ قصہ لوگوں کو نہ بتائیں ورنہ آپ کی تکذیب کریں گے۔ اور آپ کو ایذا دیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ واللہ مجھے خدا کی قسم میں ضرور ان سے بیان کروں گا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ کہ میں نے ایک حبشی لونڈی سے کہا تو آپ کے پیچھے پیچھے چلی جا تاکہ

وہ تمام باتیں سن سکے جو آپ لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ سے کہیں (جواہر البحار ج ۲ ص ۳۲۹) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے ہاتھ سے چادر کا گوشہ چھڑا لیا تو آپ کے دل مبارک سے ایک نور کا جلوہ بلند ہوا۔ جس سے میری آنکھیں چندھیا گئیں اور میں سجدہ میں گر گئی جب میں نے سجدہ سے سر کو اٹھایا تو آپ باہر تشریف لے جا چکے تھے (سیرت نبویہ از احمد زینی دحلان ج ۱ ص ۲۹۱)

قریش کا استہزاء

امام احمد اور بزار نے اچھے اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی اور مکہ میں صبح سویرے اٹھا تو خدا کا دشمن ابوجہل میرے پاس سے گزرا پھر کہا۔ هَلْ كَانَ مِنْ شَيْءٍ کوئی نئی بات ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ ابوجہل نے کہا۔ ثُمَّ اَصْبَحْتَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا۔ پھر آج ہی آپ نے ہم میں صبح کی ہے

ہے ؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں - ابوجہل نے کہا
کہ اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو آپ انکو یہی بات بتلائیں گے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں - ابوجہل نے پکار کر آواز
دی - اے کعب بن لؤی کی اولاد (جلدی دوڑ کر آؤ) راوی کہتا
ہے کہ گروہ در گروہ اس آواز پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ ان کے
پاس پہنچ گئے - ابوجہل نے کہا جو بات آپ نے مجھے بتائی ہے
اپنی قوم کو بتلا دیجئے - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں
نے ان کو بات بتلائی تو پھر تعجب اور حیران ہو کر کوئی تالیاں بجاتا
تھا - اور کوئی سر پر ہاتھ رکھتا تھا (فتح الملہم ج ۱ صـ۳۳۳)

نبیوں کے حلئے

حتیٰ کہ جب کافی لوگ اکھٹے ہو گئے
سب نے کہا آپ ہم کو سارا قصہ
پوری طرح سنائیں - جب آپ نے واقعہ سناتے ہوئے یہ فرمایا
کہ بیت المقدس میں مجھے نبیوں کی جماعت ملی جن میں حضرت
ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ
علیہ السلام بھی تھے - تو لوگوں نے کہا اچھا آپ کے حلیے بیان
فرمائیے - تب آپ نے یوں ارشاد فرمایا اَمَّا عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَفَوْقَ الرَّبْعَةِ دُوْنَ الطَّوِيْلِ عَرِيْضُ الصَّدْرِ يَعْلُوْهُ

حُمْرَةٌ جَاعِدُ الشَّعْرِ كَانَّهٗ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ الثَّقَفِیُّ
اَمَّا مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَضَخْمٌ آدَمُ طَوِیْلٌ کَثِّرُ الشَّعْرِ
مُتَرَاکِمُ الْاَسْنَانِ عَابِسٌ کَاَنَّهٗ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ اَمَّا
اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَوَاللّٰهِ اَنَّهٗ لَاَشْبَهُ النَّاسِ بِیْ
خَلْقًا وَّخُلُقًا (روح البیان ج ۲ ص۴۰۵۔ درمنثور ج ۴ ص۱۴۸)

اور حضرت عیسٰے علیہ السلام درمیانہ قد سے ذرا اونچے اور دراز قامت سے ذرا کم ہیں۔ فراخ سینہ والے ہیں، سرخ رنگ ان پر غالب ہے۔، گھنے بالوں والے ہیں، گویا کہ وہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ اور حضر موسٰی علیہ السلام بھاری جسم والے ہیں، گندم گوں رنگ، دراز قامت، گھنے بال، تہ بہ تہ دانت اور ماتھے پر بل رکھنے والے ہیں۔ گویا کہ وہ از دشنوءہ سے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پس خدا کی قسم ہے کہ وہ میرے ہمشکل اور ہم خصلت ہیں۔ جب آپ نے یہ حُلئے بیان فرمائے تو قریش نے نہ مانا بلکہ شور مچایا اور ایک دوسرے پر گرنے لگے

(روح البیان ج ۲ ص۴۰۵ درمنثور ج ۴ ص۱۴۸)

تصدیق صدیق

اَخْرَجَ الْحَاکِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اُسْرِیَ

بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی اَصْبَحَ یُحَدِّثُ النَّاسَ بِذَالِکَ فَارْتَدَّ نَاسٌ مِمَّنْ اٰمَنُوْا بِہٖ وَصَدَّقُوْہُ وَسَعَوْا بِذَالِکَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالُوْا ھَلْ لَکَ فِیْ صَاحِبِکَ یَزْعَمُ اَنَّہٗ اُسْرِیَ بِہٖ اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ وَجَاءَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ قَالَ اَوَقَالَ کَذَالِکَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ لَئِنْ قَالَ ذَالِکَ لَقَدْ صَدَقَ قَالُوْا اَتُصَدِّقُہٗ اِنَّہٗ ذَھَبَ لَیْلَۃً اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ وَجَاءَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ قَالَ نَعَمْ اِنِّیْ لَاُصَدِّقُہٗ بِمَا ھُوَ اَبْعَدُ مِنْ ذَالِکَ اُصَدِّقُہٗ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِیْ غَدْوَۃٍ وَّرَوْحَۃٍ فَلِذَالِکَ سُمِّیَ اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ (ازالۃ الخفا ص ۳۰۵

امام حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب مستدرک شریف میں یہ حدیث سند سے بیان کی ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی آپ نے صبح صادق ہونے کے بعد لوگوں سے معراج کے واقعات بیان فرمائے تو بعض ایسے لوگ مرتد ہو گئے جو آپ کے ساتھ ایمان لا چکے تھے۔ اور تصدیق بھی کر چکے تھے۔ وہ حضرت ابو بکر کی طرف یہ خبر لے کر دوڑتے ہوئے پہنچے۔ پھر کہنے لگے۔ کیا آپ کو پتہ ہے۔ کہ آپ کے دوست نے کیا کہا ؟

انہوں نے کہا ہے۔ کہ اسے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ اور صبح صادق سے پہلے مکہ میں واپس آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ نے یوں ہی فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یوں ہی کہا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اگر آپ نے یوں ہی فرمایا ہے۔ تو ضرور بالضرور تحقیق آپ نے سچ فرمایا ہے۔ لوگ کہنے لگے کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک رات میں بیت المقدس میں گئے۔ اور پھر صبح سے پہلے واپس آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کی اس سے زیادہ بعید از عقل بات کو مانتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام صبح اور شام آسمان سے خبریں لاتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ کا نام اس لئے اس دن سے ابوبکر صدیق ہو گیا۔ اس طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا؟

(ف) ع‍ا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی جسمانی معراج کی حدیث مروی ہے تو جس روایت میں ان سے انکار کی روایت ہے۔ اس میں تاویل کی جائے یا اس کو روحانی معراج پر محمول کیا جائے

ورنہ تعارض لازم آئے گا۔ ۱۲؎ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس دلیل کا حاصل یہ ہے۔ کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے زمین پر وحی لاتا ہے۔ اور اس کو میں مانتا ہوں کہ وہ ایک لاہوتی مرکز سے ناسوتی مرکز میں آسکتے ہیں تو میں کیونکر اس بات کو نہ مانوں کہ اس عالم ناسوت سے عالم بالا میں حضور علیہ السلام کا جانا کیوں کر محال ہے

بیت المقدس کا ظہور

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپکو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے۔ سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں۔ کہ جن کو میں نے (بوجہ ضرورت نہ سمجھنے کے) ضبط نہ کیا تھا۔ سو مجھ کو اس قدر گھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ پس اللہ تعالے نے اس کو میرے لئے ظاہر کر دیا کہ میں اسکو دیکھتا ہوں۔ اور جو جو مجھ سے پوچھتے تھے۔ میں ان کو بتلاتا جاتا تھا (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۶)

(ف) یہاں دو مسئلے بیان کئے جاتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے

کہ کہتے ہیں جب آصف بن برخیانے دعا پڑھی تو کہتے ہیں۔
کہ وہ تخت ہوا میں لایا گیا اور سلیمان علیہ السلام اور تخت
کے درمیان دو مہینہ کی راہ تھی (حیوٰۃ الحیوان اردو ج ا صلا۲)
اور بعض کہتے ہیں کہ چشم زدن میں زمین کے اندر چلا گیا اور
حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے زمین پر ظاہر ہو گیا۔ اور
وسیط میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس تخت کو وہاں معدوم
کر دیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس نئے وجود سے موجود
کر دیا (تفسیر حسینی ج ۲ صا۳۱) اور بزرگوں نے کہا کہ اللہ
تعالےٰ کی قدرت کا انکار نہیں ہو سکتا کہ تخت کو جہاں تھا
وہاں معدوم ہو گیا۔ اور جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے
وہاں موجود ہو گیا۔ یہ ولی کی کرامت ہوتی ہے۔ اور نبی کا
معجزہ ہوتا ہے۔ (روح البیان ج ۲ ص۸۹۹) لیکن بیت
المقدس بصورت مثالی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
سامنے منکشف ہوا۔ لِاَنَّ الْمَعْلُوْمَ اَنَّ اَھْلَ بَیْتِ
الْمَقْدَسِ لَمْ یَفْقِدُوْہُ تِلْکَ السَّاعَۃَ مِنْ بَلَدِھِمْ
کیونکہ یہ بات سب کو معلوم ہے۔ کہ بیت المقدس کو اس
وقت جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے لایا گیا

لوگوں نے اسے اصلی مقام میں اپنے شہر ایلیاء سے گم نہ پایا۔
(سیرت حلبیہ ج ۱ ص) "اولیاء کرام کی کرامت" دوسرا مسئلہ
یہ ہے۔ علا جس طرح بیت المقدس کا مکشوف ہونا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے۔ اسی طرح خانہ کعبہ کا اولیاء
کرام کی زیارت کیلئے جانا بھی کرامت ہے۔ جیساکہ روح البیان
ج ۴ ص ۲۶ پر لکھا ہے۔ وَمِنْهُ زِيَارَةُ الْكَعْبَةِ بِبَعْضِ
الْأَوْلِيَاءِ اور بعض اولیا کے لئے زیارت کعبہ بھی اس قسم
سے ہے۔ ع۲ علامہ شامی نے لکھا ہے۔ وَالْاِنْصَافُ مَا
ذَكَرَهُ الْاِمَامُ النَّسَفِيُّ حِيْنَ سُئِلَ عَمَّا يُحْكٰى اَنَّ الْكَعْبَةَ كَانَتْ
تَزُوْرُ وَاحِدًا مِنَ الْاَوْلِيَاءِ هَلْ يَجُوْزُ الْقَوْلُ بِهٖ فَقَالَ
نَقْضُ الْعَادَةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْكَرَامَةِ لِاَهْلِ الْوِلَايَةِ جَائِزٌ
عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ (شامی ج ۲ ص ۲۶۷) انصاف کی بات
وہ ہے۔ جو امام نسفی نے ذکر کی ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا
کہ ایسی بات کرنی جائز ہے۔ جیساکہ حکایت کرتے ہیں۔
کہ کعبہ کسی اولیاء کی زیارت کرنے کو جاتا ہے۔ تو انہوں نے
فرمایا کہ خلاف عادت کرامت کے طور پر اہل سنت کے
نزدیک اولیاء کے لئے یہ جائز ہے ع۳ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں۔ اَلْکَعْبَۃُ اِذَا رُفِعَتْ عَنْ مَکَانِہَا لِزِیَارَۃِ اَصْحَابِ الْکَرَامَۃِ فَفِیْ تِلْکَ الْحَالَۃِ جَازَتِ الصَّلٰوۃُ اِلٰی اَرْضِہَا (بحرالرائق ج ا ص ۔) کعبہ شریف جب صاحب کرامت اولیاء کی زیارت کے لئے چلا جائے تو اس حالت میں ہر زمین کعبہ مقدسہ کی سمت کو منہ کرنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں دو حکایات پیش کی جاتی ہیں۔ ۱ جس روز خواجہ ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے توبہ کی تو جس قدر آپ کے پاس بردے تھے آپنے اپنے سلمنے سب کو آزاد کیا۔ اور حج کے لئے روانہ ہوئے اور پاپیادہ ہر قدم پر دوگانہ نفل ادا کرتے ہوئے چودہ سال کے عرصہ میں مکہ معظمہ پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ کعبہ اپنی جگہ پر نہیں آپ کو حیرت ہوئی آواز آئی کہ اے ابراہیم رضی اللہ عنہ! صبر کر کعبہ ایک بڑھیا کی زیارت کے لئے گیا ہوا ہے۔ ابھی آجائیگا۔ جوں ہی خواجہ صاحب نے یہ بات سنی آپ پہلے کی نسبت متحیر ہوئے اور کہا بڑھیا کون ہے؟ چنانچہ اس کے دیکھنے کے لئے آرزومند ہوئے کہ جا کر دیکھوں تو سہی جوں ہی جنگل میں پہنچے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو دیکھا کہ بیٹھی ہوئی ہیں اور

کعبہ اس کے گرد طواف کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے دل میں غیرت آئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت رابعہ بصریہ رحؒ کو زور سے آواز دی کہ تو نے شور برپا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا میں نے شور برپا نہیں کیا۔ بلکہ تو نے کیا ہے۔ چودہ سال کے بعد تو خانہ کعبہ پہنچا اور دیدار نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ تیری خواہش خانہ کعبہ کی زیارت تھی۔ اور میری خواہش کعبہ کے مالک سے تھی۔ (تذکرۃ الاولیاء صـ۵ــ) از شیخ فریدالدین عطارؒ۔

انیس الارواح صـ۱۱ یعنی ملفوظات خواجہ محمد عثمان صاحب ہارونی رحمتہ اللہ علیہ مرتبہ خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (حصہ کتاب ہشت بہشت)

(۵) ایک مرتبہ حضرت (امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ) کو زیارت بیت اللہ کا شوق از حد غالب ہوا۔ ایک روز اس بیقراری میں آپ نے دیکھا کہ تمام عالم جن و انس نماز پڑھتے ہیں اور حضرت صاحب کی جانب سجدہ کرتے ہیں۔ حضرت صاحب اس معاملہ سے نہایت متحیر ہوئے۔ متوجہ کشف اسرار ہوئے۔ معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ آپ کی ملاقات کے لئے آیا ہے۔ اور آپکا احاطہ کئے ہوئے۔ اس سبب سے جو کوئی

شخص کعبہ کو سجدہ کرتا ہے۔ وہ آپ کی طرف معلوم ہوتا ہے۔
اس اثناء میں الہام ہوا کہ تو ہمیشہ زیارت کعبہ کا مشتاق
رہتا ہے۔ اس واسطے ہم نے کعبہ کو تیری زیارت کے واسطے
بھیجا ہے۔ حالات مشائخ نقشبندیہ از مولوی محمد حسن صاحب
بجنوری صفحہ ۱۵۵) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس
سرہٗ دفتر ۔ جلد ۔ مکتوب ۔

(ف) دربار عالیہ سرہند شریف میں ایک چار دیواری ہے
جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے۔ تمام زائرین وہاں جا کر دوگانہ
نفل ادا کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس جگہ
خانہ کعبہ آکر ٹھہرا تھا۔ کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی
زیارت کے لئے آیا تھا۔ اور اب یہاں اس کے انوار و برکات
موجود ہیں۔ جو کہ اصحاب کشف پر منکشف ہوتے ہیں۔
اس وقت تک تین سو سال گذر گئے۔ اور ہزارہا بزرگوں نے
وہاں زیارت کی مگر کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور نہ ہی کسی
کا اعتراض منقول ہے۔ مصنف کتاب ھذا کو بھی اس
مقدس مقام کی زیارت اور اس میں نفل پڑھنے کی سعادت
حاصل ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

قافلوں کے حالات

معراج کی رات قافلوں کے حالات پر مشتمل احادیث کو بہت علماء نے کہیں طول اور کہیں اختصار کے ساتھ مختلف عبارات میں بیان فرمایا۔ جن کتابوں سے یہ مضمون اخذ کیا جا رہا ہے۔ ان کے نام بمع حوالہ صفحات حسب ذیل ہیں۔ تفسیر کشاف ج ص ۳۵۱/۲ تفسیر روح البیان ج ص ۴۰۶/۴، سیرت حلبیہ ج ص ۴۲۱/۱، مدارج النبوۃ ج ص ۱۴۷/۱، خصائص کبریٰ ج ص ۱۸۰/۱، معارج النبوۃ ج ص ۱۹۹/۳، زرقانی شرح مواہب ج ۲ ص ۱۶۲، اس بارہ میں دو روایات ہیں ایک روایت یہ ہے۔ کہ یہ تین قافلے تھے۔ اور دوسری روایت یہ ہے۔ کہ یہ ایک قافلہ تھا مگر اس کے تین حصے ہو گئے تھے۔ اور وہ دوران سفر میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ اور میرے نزدیک صحیح یہی روایت ہے۔ مواہب میں لکھا ہے کہ آپ سے آسمان کے حالات نہ پوچھے کیونکہ اس سے وہ ناواقف تھے۔ جب آپ نے بیت المقدس کے نشانات بتائے تو کفار حیران ہو کر کہنے لگے جو کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا سب درست ہے۔ لیکن یہ احتمال ہے۔ کہ آپ نے کسی ایسے شخص سے سن کر یاد کر لئے ہوں۔ جو وہاں گیا ہو اور بیت المقدس کے علامات

سے باخبر ہو آپ نے فرمایا اس سے زیادہ واضح ثبوت کونسا ہے
جس سے تمہیں صداقت کا یقین ہو سکے تو کہنے لگے ۔ اَخْبِرْنَا عَنْ
عِيْرِنَا هَلْ لَقِيْتَ مِنْهَا شَيْئًا (سیرت حلبیہ) آپ ہم کو ہمارے
قافلہ کے حالات سے مطلع فرمائیے کہ آپ کو ان میں سے کسی کے ساتھ
ملاقات ہوئی ہے ۔

(الف) آپ نے فرمایا ہاں (یک شخص کا نام لیکر ارشاد فرمایا جو راوی کو
یاد نہ رہا) فرمایا بنی فلاں کے قافلہ پر مقام روحاء میں گذرا ۔ ان
کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اسے تلاش کر رہے تھے میں ان کے پالان اور
سامان کی طرف آیا وہاں کوئی شخص نہ تھا ۔ پانی کا ایک پیالہ وہاں
رکھا ہوا تھا میں نے اسے پی لیا اور سر پوش دے کر اس کو ڈھک
دیا کہ اس کی جگہ اس کو ویسے ہی رکھدیا جیسے کہ رکھا ہوا تھا اور وہ
قافلہ بدھ کے دن سورج غروب ہوتے ہی یہاں پہنچ جائے گا ۔ پھر
تم لوگ ان سے دریافت کر لینا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اونٹ
تلاش کر کے اپنے سامان کی طرف واپس ہوئے تو کیا انہوں نے پیالہ
کو پانی سے خالی پایا یا نہیں ؟ اور ان سے یہ بھی پوچھنا کہ جب تم
اونٹ کی تلاش میں سرگرداں تھے اور تم کو کسی نے پکار کر کہا کہ تمہارا
اونٹ فلاں جگہ ہے اور تم حیران ہو کر کہنے لگے شام کے ملک میں

یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز کیسے ہے۔ پھر تم نے اس آواز پر عمل کرنے کے بعد اونٹ پایا یا نہ؟ قریش نے کہا ہاں ٹھیک ہے یہ بہت بڑی نشانی ہے۔

(ب) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کا نام لیکر فرمایا کہ میں بنی فلاں کے قافلہ پر گذرا (فلاں کی جگہ جس کا نام ہے۔ راوی کو یاد نہیں رہا) مقام ذی مروہ پر دو شخص ایک اونٹ پر سوار تھے۔ ان کا اونٹ براق کی تیز رفتاری کی وجہ سے بھاگا اور کود اوہ دونو سوار گر گئے ان میں سے فلاں شخص کا ہاتھ کلائی سے ٹوٹ گیا بدھ کے دن ٹھیک دوپہر کو وہ قافلہ یہاں مکہ میں آجائیگا پھر آپ ان دونو سے دریافت کر لینا۔ انہوں نے کہا بہت اچھا یہ نشانی بھی ٹھیک ہے۔

(ج) انہوں نے کہا آپ ایک اور قافلہ کے حالات سنائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اس قافلہ سے مقام تنعیم پر گذرا ہوں انہوں نے کہا کہ اس قافلہ کی پوری ماہیت سے آگاہ فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ بنی فلاں کا تھا اس قافلہ کے آگے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ چل رہا تھا۔ اس پر دو دھاری دار بوریاں غلہ کی لدی

ہوئی تھیں اور اس پر ایک سیاہ حبشی سوار ہے اور فلاں شتر سوار کو سردی لگی تو وہ اپنے غلام سے کمبل مانگ رہا تھا اور وہ قافلہ قریب آگیا۔ طلوع شمس کے وقت پہنچ جائے گا جب آجائیں تو دریافت کر لینا۔ انہوں نے کہا یہ تیسری نشانی بھی خوب اچھی طرح ٹھیک ہے۔

قافلوں کی آمد

ہر قافلہ کے متعلق حضور علیہ السلام نے اوقات مقرر فرمائے ان مقررہ اوقات میں قافلوں کی تاک میں کچھ رومی بٹھا دیئے گئے جنکی تشریح لف نشر غیر مرتب طور پر تحریر کی جاتی ہے۔ یعنی جس قافلہ کا ذکر سابق بیان میں اولاً تھا۔ وہ آخر میں مذکور ہے۔ اور جو آخر میں بیان ہوا وہ اولاً ذکر کر دیا ہے۔

(ج) طلوع آفتاب سے پہلے کچھ لوگ کُدیٰ پہاڑی پر آبیٹھے اور قافلہ کی انتظار کرنے لگے اور کچھ لوگ سورج کی انتظار میں مقرر کر دیئے گئے کہ سورج کب نکلے کارواں ہنوز دور بود حق تعالے جبرئیل علیہ السلام را بفرستاد تا ازیں سو فرشتہ آفتاب را نگاہ میداشت واناں سوز مین درہم نور دید تا سخن دوست راست گردد (معارج النبوۃ جلد ۳ ص ۱۹۶)

قافلہ ابھی دور تھا کہ حق تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا
تاکہ ایک طرف سورج کو فرشتہ نگاہ رکھے (کہ طلوع نہ ہونے دے)
اور دوسری طرف سے جبرئیل علیہ السلام زمین کو لپیٹے (تاکہ
سورج کا کنارہ زمین سے بر آمد ہونے تک قافلہ سفر طے کر سکے)
حتیٰ کہ دوست کی بات سچی ثابت ہو جائے۔ فَاِنَّہٗ قَائِلٌ يَقُوْلُ
هٰذِهٖ الشَّمْسُ قَدْ طَلَعَتْ وَقَالَ اٰخَرُ هٰذِهٖ نَعِيْرٌ قَدْ اَقْبَلَتْ
(کشف ج ۲ صفحہ ۲۵۱) ناگہاں ان میں سے ایک آدمی بولا یہ
سورج نکل آیا اور ان کے دوسرے آدمی نے کہا لے یہ لو قافلہ
آگیا شترے کہ دو غرارہ مخطط براں بود کہ پیش پیش کاروان
آمد و بعد ازاں تحقیق آں چند نشانی نمودند ہمچناں بود کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم فرمودہ (معارج النبوۃ ج ۳ صفحہ ۱۹۹)
خاکستری رنگ کا اونٹ جس پر دو دھاری دار بوریاں لدی
ہوئی تھیں اس قافلہ کے آگے آگے تھا اس کے بعد ان چند
نشانیوں کی تحقیق کی گئی تو اسی طرح ہوا جس طرح کہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔
(ب) پھر دوپہر کو ایک بہت بڑی جماعت اس پہاڑ پر آئی
عین نصف نہار کے وقت قافلہ پہنچ گیا جیسا کہ حضور علیہ السلام

نے ارشاد فرمایا تھا۔ شتر ایشاں رسیدہ بود یکے افتادہ و دستش شکستہ گفتند راست مے گوید در صحرائے بر ما مثل برق طرف بگذشت (معارج النبوۃ ج ۳ صہ ۱۹۹) ان کا اونٹ جب پہنچا تو جو شخص گرا تھا اس کا ہاتھ کلائی سے ٹوٹا ہوا تھا اس نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں کہ جنگل میں بجلی کی طرح ہم پر گذرے (جس سے اونٹ کودا)

(الف) غروب کے وقت تیسرے قافلہ کی تاک میں لوگ بیٹھ گئے آفتاب نزدیک غروب رسیدہ بود کہ ہنوز نیامد پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا کرد و حبس کردہ نگاہ داشتہ شد پس قدوم آوردند (معارج النبوۃ ج ۱ صہ ۱۷۲) سورج غروب ہونے کو نزدیک ہوگیا کہ قافلہ ابھی تک نہ پہنچا تھا پھر حضور علیہ السلام نے دعا کی اور سورج روک دیا گیا پھر جب وہ آئے اس وقت سورج غروب ہوا فَلَمَّا کَانَ ذٰلِکَ الْیَوْمُ اَشْرَفَتْ قُرَیْشٌ یَنْظُرُوْنَ وَقَدْ وَلَّی النَّھَارُ وَلَمْ تَجِیئْ فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَزِیْدَ لَہٗ فِی النَّھَارِ سَاعَۃً وَّحُبِسَ عَلَیْہِ الشَّمْسُ (خصائص کبریٰ ج ۱ صہ ۱۸۰) پھر جب وہ دن آیا جس وقت تیسرا قافلہ آنا تھا قریش سب باہر آکر پہاڑ

پر تاک میں بیٹھے تھے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا اور قافلہ نہ آیا اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی ایک ساعت دن پڑھ گیا اور سورج رک گیا۔ (پھر جب قافلہ پہنچا اس وقت سورج غروب ہوا) پھر ان سے بیرتن کا قصہ پوچھا گیا انہوں نے خبر دی کہ ہم نے پیالہ میں پانی رکھ کر اوپر سے ڈھکنا دیدیا تھا جب ہم واپس آئے تو ڈھکنا سے بند تھا مگر پانی نہ پایا پھر ان لوگوں نے بتایا جن کا اونٹ بھاگ گیا تھا کہنے لگے کہ ہم نے وادی میں ایک آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو بلا رہا تھا چنانچہ ہم نے اس کے اشارہ سے اونٹ کو پالیا۔

پھر وہ کہنے لگے کہ ولید سچ کہتا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ جادوگر ہیں۔

شعر

ہزار معجزہ گر پیش منکرے آری
چو جاہل است بسحرش کند منسوب
نزد بے بصراں خوب مے نماید زشت
پیش معتقداں زشت مے نماید خوب

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (پ ۱۵ ع ۶) اور وہ دکھلاوا

جو ہم نے آپ کو دکھلایا سو اس کو ہم نے لوگوں کیلئے آزمائش بنایا جس سے لوگوں کا امتحان ہو گیا حتیٰ کہ پختہ لوگوں نے سن کر مان لیا اور خام لوگوں نے انکار کر دیا عرب میں پانی کی اباحت" اب یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کا پانی بلا اجازت کیوں استعمال فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے "وَشُرْبُ الْمَاءِ لِلْغَیْرِ جَائِزٌ لِاَنَّہٗ کَانَ عِنْدَ الْعَرَبِ کَاللَّبَنِ مِمَّا یُبَاحُ لِکُلِّ مُحْتَاجٍ مِنْ اَبْنَاءِ السَّبِیْلِ (روح البیان ج ۲ صـ۴۲۶) اور دوسرے شخص کیلئے کا پانی پینا عرب کے رواج میں جائز تھا جیسا کہ دودھ کو پینا ہر اس مسافر کو مباح تھا جو راہ گذر چلتا تھا۔

یہودی کا مسلمان ہونا

روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام معراج سے واپس تشریف لائے اسی دن آپ گھر سے باہر گئے تو ایک کنیز کو دیکھا تو آٹے کی مشکیزہ کندھوں پر اٹھائے ہوئے روتی تھی اور چلتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں فلاں یہودی کی کنیز ہوں مجھے اس نے چکی پر بھیجا تھا کہ دانے پسا لاؤں میں

بیمار ہوں مجھے دیر ہو گئی اب ڈر لگتا ہے کہ وہ مالک مجھ پر ناراض ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹے کا مشکیزہ اپنے دوش مقدس پر اٹھایا اور اس کنیز کو ہمراہ لیکر یہودی کے دروازہ پر پہنچے وہاں دروازہ کھٹکھٹایا یہودی گھر سے دروازہ پر آیا عرض کیا آپ آج کس طرح یہاں تشریف لائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنیز کی تکلیف کا قصہ سناتے ہوئے سفارش کی۔ تب وہ یہودی کہنے لگا کہ آج رات آپ کو معراج ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تجھے کس طرح پتہ چلا ہے۔ چنانچہ وہ یہودی چلا گیا تمام قبیلے کو اکٹھا کر کے ہمراہ لایا اور تورات میں سب کو پڑھکر سنایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج کی نشانی یہ ہے کہ صبح کو وہ ایک کنیز کی مشکیزہ اٹھاکر یہودی کے پاس شفارش کرے گا۔ جب یہودیوں کو یقین ہوا تو سب ایمان لائے اور یوں کہا:-

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ!

معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۱۲

حضرت مولانا فیض احمد صاحب فیض ارقام پذیر ہیں ؎

آگئی ہے ساقی طیبہ کی باری واہ واہ
اُٹھ گئی قصر دنیٰ سے پردہ داری واہ واہ

یوں تو حاصل ہر نبی کو رتبۂ معراج ہے
پر تیرے معراج کی ہے شان پیاری واہ واہ

اِدنِ بی کہتے بھی ہیں پر لَن ترانی ہے جواب
اُدنُ مِنّی کہ دیا خود ذات باری واہ واہ

حکم ہوتا ہے کہ جوڑے کو اتار وادی کلیم
تیرے جوڑے کے تلے کونین ساری واہ واہ

فرش سے تا عرش بلکہ عرش سے بھی ماورےٰ
کیا کہوں پہنچی کہاں تیری سواری واہ واہ

اُمتی ہونے کا جن کے انبیاء کو شوق ہے
شوکت ان کی واہ واہ قسمت ہماری واہ واہ

ہو بھلا محروم کیسے ان کا سائل غیر سے
دو نو عالم میں ہے جنکا فیض جاری واہ واہ

خاتمۃ الکتاب

عرشی مہمان صلے اللہ علیہ وسلم کی شان احاطہ بیان سے باہر ہے - اور قوت ذہنیہ و بیانیہ اس پر محیط ہونے سے قاصر بنا بریں اب تحریر ختم کرتا ہوں۔

اے دامان نگاہ تنگ گل حسن تو بسیار ۔ گل چین بہار تو ز دامان گلہ دارد

فَمَعْلُوْمٌ مَّا فِیْهِ مِنَ التَّصَانِیْفِ الْمَبْسُوْطَةِ الَّتِیْ لَوْ جُمِعَتْ وَ خُصِّصَتْ لَکَانَتْ عِدَّةَ أَسْفَارٍ کِبَارٍ ۔ (زرقانی شرح مواہب ج ص ۱۲۸) یہ محض چند جدیدہ واقعات تحریر کئے ورنہ واضح بات ہے کہ سیرت مقدسہ کی بڑی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اس کو یکجا جمع کیا جائے تو بہت بھاری کتابوں کا ایک دفتر تیار ہو جائیگا ۔

بپایاں آمد ایں دفتر حکایت ہم چناں باقی ؛ بصد دفتر نہ گنجد حدیث درد مشتاق

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ از تسوید قلم فیض محمد قادری ایں کتاب درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج در مسجد مدرسہ قادریہ گجہ نزد بھکر ضلع میانوالی مورخہ ۹ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۴۸ء بوقت دہ ساعت بروز جمعۃ المبارک اختتام پذیرفت

دعا بدرگاہ قاضی الحاجات تبارک و تعالیٰ از مصنف کتاب ہذا

اے خدائے پاک و خالق کائنات ؛ اے مقدس ذات تو با والا صفات

اے اِلٰہ العٰلمین شاہ شہاں ؛ اے مکوّن جملہ عالم از نہاں!

جود ہم موجود شد از نام تو ؛ ہر کسے ممنون با انعام تو

موج بحراں را تواضع خاک را ؛ زیب کو کبہا شدند افلاک را

نور مر شمس و قمر را تار گی گلزار را ؛ درجۂ محبوب بخشی احمد مختار را صلی اللہ علیہ وسلم

حال مسکیں را تو میدانی فزوں ؛ زاں کہ تو دانائے راز اندرون

این چنین ہدیہ است دیدیم در جہاں ❖ ہدیہ مے آرد گدا نزد شہاں
ہدیہ نامہ خوب و زیبا در نظر ❖ جز ثنائے سید جن و بشر
ہدیہ آوردم بدرگاہت بدیں ❖ ہم چو ہدہد نزد شاہِ شہیں
ہدیۂ ز فیض فدوی کن قبول ❖ ہدیۂ احوال معراجِ رسول

نظم بہ صنعت توشیح از مولانا سید الکریم صاحب صابرؔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں

(د) دیار علم و عرفاں درۃ التاج ❖ ترالا جس میں دیکھا باب معراج
(ر) رجوع حق عیاں بہر ملاقات ❖ بہ برہان و دلائل قول و اثبات
(ہ) ہدایت ابتداء اس کی سراسر ❖ سعادت انتہاء اس کی سراسر
(ا) افادات عجب فیضِ محمد ❖ فیوضات عجب فیضِ محمد
(ل) لکھوں تعریف کیا اس سے زیادہ ❖ ہے کنز فیض و گنج استفادہ
(ت) تمام الفاظ تابندہ گہر ہیں ❖ کہ حیراں دیکھ کر اہل نظر ہیں
(ا) انیس علم و روشن تر ہے قندیل ❖ بیان حق کی ہے سب جس میں تمثیل
(ج) جہانِ علم میں ہے دھوم اس کی ❖ حقیقت سب کو ہے معلوم اس کی

مفید دین ہے صابرؔ یہ بے حد

دُرّۃ التاج

یہ تصنیف عجبؔ فیض محمد ۱۳۶۷ھ

منظور کردہ جناب ڈائرکٹر صاحب محکمہ تعلیم پشاور ریجن برائے اعلیٰ بریری تھا
سکول اور کالج بحوالہ چٹھی ۱۳۹۹ ۲۰۵۹ ٹی۔بی۔سی ملفوفہ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۵۲

کتاب درۃ التاج تمام شد

امام الدین حسن کاتب کتاب ھذا عفی اللہ عنہ